کشایش نامہ

(۳۳۱ سالہ قدیم قلمی نسخہ)

کشایش نامہ

(۳۳۱ سالہ قدیم قلمی نسخہ)

مصنف

خواجہ راج کرن کایستھ

ترجمہ و تلخیص

پروفیسر طلحہ رضوی برق

وزیٹنگ پروفیسر، شعبۂ اردو، دہلی یونی ورسٹی

ترتیب و تہذیب

پروفیسر ارتضیٰ کریم

شعبۂ اردو، دہلی یونی ورسٹی، دہلی

کتاب : کشایش نامہ
مصنف : خواجہ راج کرن کایستھ
ترجمہ : پروفیسر طلحہ رضوی برق
ترتیب : پروفیسر ارتضیٰ کریم
اشاعت : 2011
تعداد : 500
قیمت : -/200 روپے
کمپوزنگ : عبدالماجد
پیش کش : شعبۂ اردو، دہلی یونی ورسٹی، دہلی
مطبع :

تقسیم کار

موڈرن پبلشنگ ہاؤس، 9-اے گولا مارکیٹ، دریا گنج، دہلی-2

KUSHAISH NAMA

Translated by : Prof. Talha Rizvi Barque
visiting professor,Department of Urdu University of Delhi

Edited by

IRTEZA KARIM
Prof.& Head,
Department of Urdu
University of Delhi
Delhi- 110007

ISBN-81-

Rs.200/-

DISTRIBUTOR

MODERN PUBLISHING HOUSE
Modern Publishing House, Delhi-2

ترتیب

اس کتاب کی اشاعت میں کسی

ادارے کا مالی تعاون شامل نہیں ہے۔

اعتذار

انسان بچپن سے ہی جن و پری کی کہانیاں سن سن کر قصوں، حکایتوں اور داستانوں سے ایک انس و میلان پیدا کرلیتا ہے۔ کسی زبان میں قصہ گوئی، حکایت بیانی اور داستان سرائی کی اہمیت مسلم ہے۔ یہ واقعاتی بھی ہوتی ہیں اور تخیلی بھی۔ قصص القرآن یعنی واقعۂ سلیمان و بلقیس، یوسف و زلیخا، موسیٰ و خضر اور سب سے بڑھ کے آدم وحوا کی سرگذشت پر تو ہمارا ایمان ہی ہے۔ دیگر تخیلی و تصوراتی رَشحاتِ قلم مثلاً الف لیلیٰ، حکایات لقمان، داستان امیر حمزہ، کلیلہ ودمنہ، فسانۂ عجائب، عیارِ دانش، رامائن، قصہ حاتم طائی یا چہار درویش وغیرہ نے بھی ذہن سازی اور درستگیِ اخلاق میں بڑا اہم رول ادا کیا ہے۔

دماغ تابع ہے حواسِ خمسہ کا لہٰذا یہ سارے قصے کہانیاں اور داستانیں ہمارے محسوسات، مشاہدات اور افکار و خیال کے وہ خوبصورت تانے بانے ہیں جن میں انسانی معاشرے کا ہر گوشہ منعکس ہے۔ ہماری خواہشیں، آرزوئیں، تمنائیں نت نئے رنگ سے انگڑائیاں لیتی ہیں ع

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے۔

یہ تخلیقات ذہنی ننانوے فیصد تعمیری ہوتی ہیں کہ یہی انسانی فطرت کا تقاضہ ہے، انفرادی نقطۂ نظر سے بھی اور اجتماعی زاویۂ نگاہ سے بھی۔

پیش نظر کتاب 'کشایش نامہ' فارسی زبان میں فکر وخیال کا ایک ایسا بے نظیر مرقع ہے جسے اُس کے افادی پہلوؤں کے پیش نظر زبان وادب کا ایک اعلیٰ شاہکار کہا جاسکتا ہے۔ تین سو سال قبل عہد شاہ جہانی میں جو فارسی زبان وادب کا عہد زریں تھا خواجہ راج کرن کایستھ نے یہ کتاب تصنیف کی، مگر آج تک مصنف وتصنیف دونوں گوشۂ گمنامی میں رہے۔ اللہ کی رحمت ہو پروفیسر خواجہ احمد فاروقی اولین صدر شعبۂ اردو، دہلی یونی ورسٹی پر جنھوں نے بڑے عزم اور حوصلہ سے شعبے کا آغاز کیا، اُسے سنوارا اور قریہ قریہ گھوم کے ایسے مخطوطات جمع کیے جو آج بھی شعبۂ اردو کا قیمتی اثاثہ ہیں۔

قیام شعبۂ اردو کے پچاسویں سال پر جشن زریں کا شاندار تاریخی انعقاد ہوا۔ اس جشن اساسی کے موقع سے شعبۂ اردو نے کئی کمیاب اور نایاب کتابیں زیور طبع سے آراستہ وپیراستہ منظر عام پر لائیں۔ 'دہلی اردو اخبار'، 'سیر دہلی' اور 'کشایش نامہ' اس کی خوبصورت مثالیں ہیں۔ یہ کتاب بہر لحاظ اہم اور گرانقدر ہے پچاس برسوں سے یہ شعبہ کی آہنی الماری میں گرد وغبار سے اٹی پڑی تھی۔ جس نے بھی دیکھا بھاری پتھر سمجھ کر دیکھا، چوما اور رکھ دیا۔

فروری 2010 میں دہلی یونی ورسٹی نے پروفیسر طلحہ رضوی برق سابق صدر شعبۂ اردو و فارسی، ویر کنور سنگھ یونی ورسٹی، آرہ (بہار) کو اس شعبۂ اردو میں مہمان پروفیسر کی حیثیت سے بحال کیا۔ موصوف علم وادب کی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ اس شعبہ میں ان کی تشریف آوری یوں مبارک ثابت ہوئی کہ انھیں بحیثیت 'ایمنٹ پرشین اسکالر' 2010 کا نیشنل ایوارڈ صدر جمہوریہ ہند کی طرف سے عطا کیا گیا۔ یہ ہم سب کے لیے باعث مسرت ہے۔

برق صاحب نے کشایش نامہ کے قلمی نسخہ کا دیدہ ریزی کے ساتھ مطالعہ کیا، اسے خط شکستہ سے نستعلیق میں منتقل کیا اور اس کا سلیس ترجمہ اور تلخیص بھی پیش کر دیا۔ اس کے لیے شعبۂ اردو، ان کا شکر گزار ہے۔

اس کتاب کی ادبی ولسانی اہمیت، اخلاقی افادیت اور صوفیانہ قدروں پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے ایک تفصیلی تعارفی مقدمہ بھی سپرد قلم کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ صاحبان علم ودانش اسے قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔

ارتضیٰ کریم

صدر اور پروفیسر، شعبۂ اردو

دہلی یونی ورسٹی، دہلی

مقدمہ

گوہر پاک بباید کہ شود قابلِ فیض
ورنہ ہر سنگ و گلی لولؤ و مرجان نشود

کسی آدمی کی شخصیت کا بہتر اندازہ اس کے بول چال اور زبان و بیان سے ہی لگایا جاتا ہے۔ سعدی کہتے ہیں ؎

چوں مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

ایک زمانہ تھا کہ حرف شناسی و ناظرہ خوانی کے بعد گلستان، بوستان اور سکندر نامہ و سہ نثر ظہوری تک کی تعلیم کسی شخص کے فہم و شعور کا معیار، تہذیب و شائستگی کی علامت اور اس کے لقد کرمنا بنی آدم کا مصداق ہونے پر دلیل تھی۔ آج زمانہ بہت آگے نکل چکا ہے۔ سائنسی انکشافات و اختراعات نے دنیا ہی بدل کر رکھ دی ہے۔ تاہم انسان اپنی فطرت و جبلت سے الگ نہیں ہو سکا ہے اور نہ یہ ممکن ہے۔ عقل و خرد کی مضبوط گرفت بھی اسے جادوئے جمال و طلسم خیال کی بوالعجبیوں سے محفوظ نہ رکھ سکی۔ علم و آگہی کی مستی اور فکر و شعور کا سرور اسے جہانِ آب و گل سے ماورا عالم

بیخودی کی اس رنگین فضا میں پہنچا دیتا ہے۔ جہاں وہ لفظوں کے ہوا محل بنانے لگتا ہے۔ رعنائی خیال شعری جامہ پہننے لگتی ہے اور برنائی جمال نثر پارے تراشتی ہے۔ خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھے؟

بہر حال ہم ان نابغانِ وقت کو سلام عقیدت پیش کرتے ہیں جن کے سحر طراز قلم نے ہمارے لیے ایسے حسین و دلکش نقوش چھوڑے، جن کا جواب نہیں۔ ہندوستان میں شاہانِ مغلیہ نے علم و فن کی جو سرپرستی کی، ادیبوں اور شاعروں کی جو قدرشناسی اور عزت افزائی فرمائی اس کا شہرہ سُن کر ایرانی نثر نگاروں اور شاعروں نے بھی ہندوستان کا رخ کیا اور اس خطّہ ارضی کو متاع شعر وادب میں ایران کا ہم پلہ کر دیا۔ سرزمین ہند کے فارسی دانوں نے بھی اپنی جودت طبع سے نزاکتِ فکر و خیال وطرحدارئ حسن و جمال کے ایسے ایسے شہپارے پیش کیے جن کی مثال نہیں۔ عہد شاہجہانی اس نقطۂ نظر سے عروج کی اس منزل میں تھا کہ فیوض علمی و برکاتِ قلمی سے بہرہ اندوز کچھ نابغان ہند، برہمن زادہ و رمز آشنائے روم و تبریز لالہ زادگان چمنستانِ نگارش و نازشِ قلمدان علم و دانش یعنی منشیان کایستھ شاہ جہان آباد (دہلی) و اطراف نے بھی اپنی طراوشِ قلم سے سجع نگاری و مقفیٰ عبارت آرائی کے ایسے نادرفن پارے پیش کئے جو رشک رشحاتِ ظہیرؔ و ظہوریؔ ہیں۔

فی الوقت میری مراد ایک ہندی نژاد صاحب قلم خواجہ راج کرن کایستھ ہمعصر ظہیرالدین تفرشی و ملا ظہوری ترشیزی سے ہے۔ جن کی تصنیف لطیف "رسالۂ کشائش نامہ" (فارسی) آج سے تین سو کتیس سال قبل معرضِ وجود میں آئی مگر مُرورِ ایام نے اسے منظرِ عام پر آنے نہ دیا۔ کشائش نامہ" کے پیش نظر قلمی نسخہ کے آخر میں راج کرن لکھتے ہیں:

"با تمام پیوست نسخۂ کشائش نامہ بعون اللہ تبارک تعالیٰ، حالا تاریخ چند کہ عزیزانِ ارجمند در سالِ اتمامش گفتہ آید۔ عزیز بزرگ منش، والا دانش نند لعل منشی می گوید،

قطعہ:

خواجہ راج کرن خوش فرجام	نامۂ نغز را چو داد انجام
سال اتمام آن بگفت خرد	"نامۂ من بخیر باد انجام"

۱۱۰۰ھ

ایضاً

راجکرن چو از کرم خالق العباد　　تصنیف کرد نامۂ رنگین خوش سواد
تاریخ اتمام پرسیدم از خرد　　ہاتف ز غیب گفت ''شگفتہ گل مراد''

۱۱۰۰ھ

ایضاً

تصنیف نمود خواجۂ راج کرن　　صحفی کہ بطبع چون صبوحات بود
سالِ اتمام آن لطیفۂ خردم　　برگفت ''صحیفۂ فتوحات بود''

۱۱۰۰ھ

کافور خان سہسرامی می گوید:

کشایش نامۂ من آفتابیست　　کہ فیضِ او بخاص و عام کم نی
پی تاریخ او از عالمِ غیب　　سروش آمد بگوشم گفت ''غم نی''

۱۱۰۰ھ

منشی نندلعل نے ایک قطعہ تاریخ اور کہا ہے:

چو خواجہ راجکرن دانش آمود　　نگاریں نامۂ تصنیف بنمود
خرد می گفت تاریخِ تمامش　　''سرانجام کشایش نامہ بہبود''

۱۱۰۱ھ

مگر اس کے چوتھے مصرعہ سے تاریخ ۱۱۰۱ھ آتی ہے۔ بمقابلہ دیگر قطعات تاریخ اتمام کے اس میں ایک عدد بڑھنے کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ایسا لگتا ہے کہ ''سرانجام'' میں الف وصل ہوا ہے اسی لیے اس کا ایک عدد منہا کر کے ۱۱۰۰ھ کر لیا ہو حالانکہ یہ اصول تاریخ گوئی کے خلاف ہے۔

پیش نظر قلمی نسخہ کشایش نامہ کے نسخہ اصلی کی نقل ہے۔ یہ نسخہ ۱۲۳۱ھ میں شخصے دل سکھ رام اگروالہ نے بخطِ شکستہ شفیعی، اپنے دوران طالب علمی جبکہ ان کی عمر چودہ پندرہ سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی، نقل کیا ہے۔ ظاہر ہے اس کچی عمر میں سوا سو برس قدیم قلمی نسخہ کی نقل جا بجا سہو و غلط اور

فروگذاشتوں کی حامل ہے۔ ترقیمہ اس کا دل سکھ رام یوں لکھتے ہیں:

" نسخہ کشایش نامہ من تصنیف راجکرن کایستھ بخطِ خام بندۂ درگاہ اضعف العباد عبودیت دلسکھ رام ہنگام طفولیت کہ در مکتب خانہ تدریس علوم می نمود و در عہد صاحبان انگریز بتاریخ چہاردہم شعبان بروز چہار شنبہ ۱۳۲۱ھ وقتِ سہ پہری مطابق آساڑہ سدی پورنماشی سمت ۱۸۷۳ باتمام رسید ۔

هرکه خواند دعا طمع دارم زانکه من بندۂ گنهگارم
من نوشتم صرف کردم روزگار من نمانم این بماند یادگار

الٰہی ہر کہ ایں را بخواند و مارا یاد کند بزودترین اوقات اورا از علم بہرہ وافر دہاد، بحرمت النبی والامجاد والہٖ ۔" (کذا)

یہ رسالہ سات کشایش پر مشتمل ہے۔ حسب معمولِ قدیم صفحات پر نمبر شمار نہیں دیئے گئے ہیں بلکہ ہر ورق کے صفحۂ دوم کے نیچے حاشیے پر آیندہ ورق کے صفحۂ اول پر شروع ہونے والی عبارت کے دو تین الفاظ درج کرتے ہیں جن سے ربط و تسلسلِ تحریر معلوم ہو سکے۔ کتاب کے کل صفحات کا اندازہ بایں سبب مشکل ہے کہ کشایش ششم کے آخری چند ورق کے ساتھ کشایشِ ہفتم کے مکمل اوراق درمیان سے غائب ہیں۔

۱۱۰۰ھ میں جو جلوسِ عالم گیری کا ۳۳ واں سال تھا، دارالخلافت شاہ جہان آباد (دہلی) کے صوبہ سکندر آباد کا ایک ہندو نژاد غیر مسلم زبان فارسی شیریں میں، جو اس کی مادری زبان نہیں ہے، انشاو نگارش کا ایک ایسا عمدہ نفیس و دلنشین نمونہ پیش کرتا ہے جسے دیکھ کر اہل زبان ایران بھی دنگ رہ جائیں۔ راج کرن کایستھ کے حالات زندگی کی تفصیل سے تذکرے خالی ہیں۔ بس اتنا ہی جو خود مصنف نے کشایش نامہ کے آغاز میں لکھ دیا ہے کہ وہ چکلہ سکندر آباد میں رہتے تھے، ان کے والد کا نام بھوانی داس تھا۔ نواب صالح خان نے بھوانی داس کو پرگنہ بدایوں کا ناظم و مہتمم بحال کیا تھا۔ بھوانی داس نے اپنے بیٹے راج کرن کو بھی وہیں بلالیا۔ ان سے بڑے بھائی صاحب رام اور ان سے چھوٹے بھائی جسن کرن والد کے ساتھ وہاں پہلے سے ہی تھے۔ وہاں انہیں

ملازمت مل گئی۔ دونوں بڑے اور چھوٹے بھائی دہلی کو روانہ ہوئے اور راجکرن والد کی معیت میں شہر بریلی میں بہ عہدۂ سردفتری محرّران مامور ہوئے۔ مصنف راجکرن کایستھ کے ہی الفاظ میں ملاحظہ ہو:

''این نیاز مند مخلوقات از چندے اوقات خود بہر قابوے کہ دست داد در چکلۂ سکندر آباد صوبہٖ دارالخلافت شاہ جہان آباد بسر می برد و عمر مستعار خود را بسر منزل موعود می رسانند در خلال این حال کہ قبلہ اقبال مربی مفضال خداوند غمخوار والد بزرگوار یعنی بھوانی داس فدای حالی سلمہ اللہ البقا بخدمتِ انتظام مہماتِ پرگنہ بدایون از سمت صاحبزادۂ گرامی بدست سامی مرتبت نواب صالح خاں امتیاز یافتند از بس جوش دریائے الفت و تموج بحر شفقت این اضعف ترین نوع انسانی مرا طلبِ حضور فرمودند........... براہ سعادت از سر قدم ساختہ در رسیدم دیدم کہ برادر بزرگ مخدوم سترگ ،تفقدِ تمام بھائی صاحب رام و برادرِ صغیر بدانش کبیر........... یار برخوردار سعادت مقرن بھائی جَسکرن .... در باب فراق من سایہ پرور بے تاب است، بہر حال شرف از سعادت ملازمت دریافتہ............ اتفاقاً برادر صغیر و کبیر کام سج (کذا) روانہ بسمتِ دارالخلافہ شاہ جہان آباد شدند و قرعۂ قسمت نیاز مند بر منصبۂ ہمراہیٔ قبلہ گاہی در بلدۂ بریلی افتادۂست بر منتخب حال انتخاب ماندم و چون فردِ سرِ دفتر افسردہ وست محرّران چند گردیدم...........''

یہ طے ہے کہ رسالۂ کشائش نامہ ۱۱۰۰ھ میں تمام ہوا۔ خواجہ راج کرن نے اسے کب اور کن حالات میں لکھنا شروع کیا تھا اس کا اشارہ ضرور موجود ہے جیسا کہ وہ خود رقم طراز ہیں:

''...........چوں فردِ سرِ دفترِ افسردہ وسستِ محررانِ چند گردیدم، چنانچہ صائب می گوید۔

بینوایاں را بلاہا در قفاست
وائے بر فردے سر دفتر بود

چون معلوم کردم کہ طبع نوآموزِ من تاب کشمکشِ زمانۂ انصاف سوز و جہالت افروز نیارد دل تنگ می آید لاچار از بی تسلّی دل دیوانہ حکایتے چند احوال گذشتگان کہ در زمانِ پیشین غریقِ دریائے آفات فلکی شدہ بفضل حضرت مُسبّب الاسباب بہ ساحل مراد رسیدہ اند بدست آوردہ پای بندی از شغل تصنیف بر پائے ایں طایر نو گرفتار کہ اضطرار می داشت بگذاشت تا از طپش تش کند و عقالے از تلفیف بر زانوے ایں شتر بے مہار کہ مضطربانہ می جست فرابست تا از حبس باز رسید، بنا بر ضرور رجوع بہ ہمتِ زاہد سیہ پوش خامہ کہ چلہ کش حجرۂ مجرد است آوردیم چنانچہ بہ یمن دعوات آن سیار عالم روشنای شروع در ترتیب این رسالہ آمد، علیم کریم از کرم عمیم بحد اتمام رسانید............قطعہ

کشایش نامہ را ہر کس کہ خواند

نماید سینہ را از فہم خود حک

کہ تاریخ تمامش گفت ہاتف

"دہد حقا کشایش ہائے بے شک"

۱۱۰۰ھ

اس رسالے میں مختصر و طویل سات قصّے اور حکایتیں بیان ہوئی ہیں، بڑی عبرت انگیز، نتیجہ خیز اور سبق آموز۔ صبر و تحمل، جد و جہد، حلم و بردباری، توکل و قناعت، شکر و رضا کی تعلیمات میں عالمانہ و حکیمانہ نکات کے ساتھ ساتھ اخلاقی قدروں کے تحفظ کو مدنظر رکھتے ہوئے صوفیانہ انداز اور ناصحانہ لب و لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔ قصہ گوئی اور داستان نویسی میں دلچسپی قایم رکھنے کے لیے تحیر و تجسس کا عنصر لازمی ہے۔ مصنف نے بڑی فنکاری اور زباندانی کے ساتھ اول تا آخر اس کا التزام رکھا ہے۔

چند عناوین کشایش سے ہی بیان کردہ قصص و حکایت کے مقصد و ہدف کا علم ہوتا ہے اور انداز نگارش، طرز تحریر و اسلوب و ادا کی دلفریبیوں کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً

"کشایش دوم از حالتِ آن بادشاہ زادۂ بلند ارادہ باشد کہ شکستگیٔ حالش روکش زلفِ

بتاں و پیچشِ احوالش ہیچ انداز کاکلِ لعبتانست۔''

''کشایش سوم از حالت آن سلطان زادۂ سترگ ارادہ باشد کہ در فراز ونشیب حجرۂ دوازدہ گاہی در قبض و گاہی در بسط گذرانیدہ، پس از اشکال دوازدہ سال احوال اصلی رسیدہ۔''

یہی حال دیگر کشایش کا بھی ہے۔ کہیں رائے زادۂ ہندی کے اشکال کا قصہ ہے کہیں پسرے زناردار کی کشمکش وعقدہ کشائی تقدیر کا اور کہیں کسی زنِ خوشرو و پاکیزہ خو کی مشکلاتِ زندگی کی آزمایشی گھڑیوں کا۔ آخر ہر قصہ وواقعہ میں یاوری قسمت ودست اندازیٔ قدرت وتوجہ خاص قادر قیوم سے نتائج مرتب کئے گئے ہیں۔ صرف کشایش اول ہی مختصر اور محض دو صفحات پر ہے۔ آخری جملہ یوں ہے:

''اے دل دیوانہ در کشایش زمانہ دامن تفضل آن دوست یگانہ کہ در آمرزش بہانہ جواست از دست مدہ کہ آخر ہر مشکل کشایش است چنانچہ مولوی رومی فرماید ؎

در پسِ ہر گریہ آخر خندہ ایست
مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

کشایش نامہ کے انداز تحریر واسلوب وادا سے نمایاں ہے کہ یہ طرز نگارش ''شبنم شاداب'' و ''مینا بازار'' سے متاثر ومستعار ہے۔ ''شبنم شاداب'' ظہیر الدین ظہیر تفریشی کی تصنیف ہے اور مینا بازار ملا نورالدین محمد ظہوری ترشیزی کی۔ اگرچہ موضوعات ہر سہ کتب ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہیں۔

اس سے قبل کہ میں کشایش نامہ کی خصوصیات پر روشنی ڈالوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ راجکرن کے ہم زمانہ ان ایرانی فنکاروں کے شہپارے شبنم شاداب و مینا بازار کا تعارف کرادوں۔ ہندوستان کے سلاطین مغلیہ کی طرح ایران میں شاہانِ صفویہ بھی اپنی حسن پسندی، علم دوستی، ادیبوں اور شاعروں کی قدر افزائی نیز محلات و باغات کی تعمیر میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ شاہ عباس صفوی کی تخت نشینی ۹۹۵ھ میں ہوئی۔ اس اقبال مند بادشاہ نے بہت کم عرصہ

میں نئے نئے شہر آباد کئے اور خوشنما باغات تعمیر کئے۔ شاہ عباس اعظم کے نام پر کئی شہروں کا تذکرہ ملتا ہے مگر تاریخ عالم آرائے عباسی کے مصنف سکندر بیگ ترکمان نے نواحِ اصفہانِ نصف جہاں میں جس ''باغ عباس آباد'' کا ذکر کیا ہے۔ ظہیر تفریشی کی تصنیف لطیف ''شبنم شاداب'' دراصل اسی باغ کی تعریف میں زبان و بیان کا اعجاز ہے۔ ''شبنم شاداب'' صرف ۲۵ صفحات پر محتوی صفت حوض، صفت فوارہ وحباب، صفت باغ، تلازم انعقاد محفل شادی، تلازم در بار بہ اجلاس خسرونو بہار بہ سریر تختۂ گلزار اور ایک ساقی نامہ پر مشتمل ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ اس '' بہشت بہجت طوبیٰ طراوت'' کے لیے لکھتا ہے۔

'' تا صیاد آفتاب دام عالم گیر پرتو بر دوش گرد ہند سواد امکان برآمدہ، بہ این نقش و نگار طاؤس در شبکۂ شعاع نیفگندہ، و تا بوالعجب متخیلۂ پردۂ خیال بازی اندیشہ در پیش چراغ ضمیر کشیدہ بہ این آرایش و آئین باغچہ سلیمانی بہ نظر تماشائیان حواس در نیامدہ؟ نسیم حدیث نظیرش بر گل نسترن گوشی ورزیدہ و سنبل رقم عدیلش پیش نرگس چشمی نہ دمیدہ۔'' ص۔ ۱۳

اس کے چند خوبصورت جملے صفت فوارہ وحباب میں بھی ملاحظہ ہوں:

'' چہ فوارۂ شیرین خیمہ نشین است، گیسوی گوہر کش رشحہ برتن بلوریں افشاندہ، و پرویز حباب از دور با چشم نمناک بہ تماشا ایستادہ حباب ہا بہ رنگ فاختہ با سرورانِ فوارہ در نظر بازی، و شمع و پروانہ از غیرت گرمی این ہنگامہ در اشک ریزی و جان گدازی۔ آب کدام؟ جوش سیماب است کہ از چاہِ فوارہ بہ جذب طلای آفتاب جستن نمودہ، و نیزۂ غازیان است کہ نارنج خورشید بہ نوک سنان ربودہ۔'' ص۔ ۱۲

ابوالفضل نے آئین اکبری میں اور محمد حسین آزاد نے '' آب حیات'' میں لکھا ہے کہ قلعۂ آگرہ میں اکبر بادشاہ کی جدت پسند طبیعت نے ہر ماہ ایک زنانہ بازار آراستہ کرنے کی طرح ڈالی۔ اس بازار میں خواتین حرم و دیگر پردہ نشین مستورات بھی آتیں اور خرید و فروخت عام طور پر کی جاتی۔'' قبلۂ عالم ان ایام کو خوش روز اور یوم نشاط کے نام سے یاد کرتے۔'' ظہوری ترشیزی

نے اپنی کتاب ''مینا بازار'' میں اسی زنانہ بازار کا ذکر اور گیارہ فصول میں اس کی تصویر کشی کی ہے مثلاً تمہید در وصفِ زنانہ بازار، دکان جوہری، دکان گلفروشی، دکان حلوائی دکان عطار و سبزی فروش وغیرہ ظہوریؔ کی سہ نثر یعنی ''دیباچہ نورس'' گلزار ابراہیم'' اور ''خوان خلیل'' کی طرح ''مینا بازار'' بھی اپنی انشاء اور اوصافِ گوناگوں کے لحاظ سے منفرد ہے۔ چند جملے نمونۃً ملاحظہ فرمالیں:

''عصمتیانِ روپوشِ حیا پرور و خلوتیانِ عفت کوشِ پاک نظر را مژدہ باد کہ وقتِ گرمی بازارِ نشاط است وبسطِ بساطِ انبساط، یعنی زنانہ بازارے ملا یک نظر فریب، دل نشینِ تمام زیب، ترتیب یافتہ کہ از کمالِ دلبستگی جز صیتِ حسنِ صفا پرور، دیگرے از اوبیرون نشتافتہ۔'' ص۔ ۲۵

''تا نگارِ گلفروش، دکان گلفروشی چیدہ، بہار از جوشِ غم برنگِ خزاں حنا شکستہ رنگ گردیدہ، گل چہرہ اش در گلشن رعنائی بوجہی نیکوست کہ خونِ صد ہزار بہار بگردن اوست، شادابی گلچہرہ اش از مغز زہد خشک یبوست، حسن و شگفتگیش برطرف سازِ چینِ پیشانی بخل گرفتۂ طبع و ناشگفتہ جبیں۔ باستعارۂ نازکیٔ خویش، خارخشن، برگلِ نازک بدن طعنہ زن،'' ص ۳۵

''مینا بازار'' کل ۳۶ صفحات پر سجع و مقفٰی نگاری کا ایک خوبصورت و شاداب نمونہ ہے فنکار بے مثال و قلم آرائے ہندی خواجہ راجکرن کایستھ نے اپنی نادر روزگار کتاب ''کشایش نامہ'' میں کہیں پر بھی اشارۃً و کنایۃً ہی سہی ''شبنم شاداب'' یا ''مینا بازار'' کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ کہیں ظہیرؔ و ظہوریؔ کا نام لیا ہے۔ مگر یہ دونوں کتابیں بھی اسی عہد میں کچھ سال آگے پیچھے معرضِ تحریر میں آئی ہیں۔

محمد نعیم الرحمٰن استاد عربی و فارسی جامعہ الٰہ آباد نے بہ تصحیح و اعتنای شبنم شاداب کو ۱۹۳۵ء میں شایع کیا۔ اس میں لکھتے ہیں:

''ظہیر، عباس اعظم کی وفات یعنی ۱۰۳۸ھ (۱۶۲۸ئ) کے بعد تک زندہ رہا...... یہ نہایت عجیب و غریب بات ہے کہ تفرشی کی یہ کتاب ایران میں اس قدر گمنام بلکہ بے نشان ہے مگر ہندوستان میں اسے جو درجۂ قبولی حاصل ہوا۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ یہ قدیم زمانے

سے آج تک ہمارے ہاں فارسی تعلیم کے نصاب میں داخل ہے۔ اگر یہ قیاس بیجا نہیں کہ یہ پیدا ہوتے ہی ہندوستان پہنچ گئی تھی تو ہمارے ملک میں اس کا اقتدار تین سو برس سے قائم ہے۔'' ص۔د

۱۹۳۵ سے آج ۲۰۱۰ تک کے ۷۵ سال اور جوڑ لیجئے تو ایک اندازہ سے شبنم شاداب گیارہویں صدی کے آخر میں لکھی جا چکی تھی اور پیدا ہوتے ہی ہندوستان پہنچ گئی تھی تو بہت ممکن ہے راج کرن مصنف کشایش نامہ کی نظروں سے گزر چکی ہو۔

اسی طرح ''مینا بازار'' مصنفۂ ملا ظہوریؔ ترشیزی کو ڈاکٹر محمد احمد صدیقی، استاد عربی و فارسی، الٰہ آباد یونی ورسٹی نے بہ ترتیب و تصحیح و تقدمہ و تحشیہ ۱۹۵۴ء میں شایع کیا تھا فرماتے ہیں:

''اس کتاب بھر میں کسی جگہ بھی ایک لفظ، ایک اشارہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ جس سے مصنف کا نام یا زمانۂ تصنیف معلوم ہو سکے۔'' ص۔۸

لیکن تحقیق و تفتیش کی جگر کاویوں کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا گیا اس پر اتفاق رائے یہی ہے کہ مینا بازار کا مصنف ظہوریؔ ہی ہے۔

ظہوریؔ ۴۴ سال کی عمر میں ۹۸۸ء میں ہندوستان آیا اور ڈاکٹر صدیقی کی تحقیق یہ ہے کہ وہ ۱۰۰۴ھ سے ۱۰۲۵ھ تک احمد آباد و بیجاپور میں رہا۔ فیضیؔ جس زمانے میں دکن آیا تو اس نے ملک قمی اور ظہوریؔ (سسر داماد) سے ملاقات کی۔ فیضیؔ نے ظہوری کو دلّی آنے کی ترغیب دی مگر ظہوریؔ دلّی نہیں گیا۔ ۱۰۲۵ھ میں ملک قمی کے انتقال کے دو ہی ماہ بعد اس کا داماد ظہوریؔ بھی دنیا سے چل بسا۔

سوال یہ اٹھتا ہے کہ جب ظہوریؔ شمالی ہند نہیں آیا تو اس نے اکبر آباد (آگرہ) کے قلعہ شاہی میں ''مینا بازار'' کی سیر کیسے کی۔ کیا سنی سنائی پر تخیل و تصور سے ہی یہ سارا نقشہ کھینچ دیا؟ یہیں سے یہ شک بھی تقویت پاتا ہے کہ واقعی ''مینا بازار'' میر مبارک اللہ واضح ملقب بہ ارادت خان کی ہی تصنیف تو نہیں۔ میر مبارک اللہ ۱۰۶۲ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۳۸ سال کی عمر میں بعہد عالمگیر ۱۱۰۰ھ میں ملازمان شاہی میں داخل ہوئے۔ اگر مینا بازار کو میر واضح کی تصنیف مان بھی لیا جائے تو سال تصنیف ۱۱۰۰ھ کے بعد کا ہوگا جبکہ رسالۂ کشایش نامہ ۱۱۰۰ھ میں تکمیل پا چکا

تھا۔ بہرحال محققین وناقدین نے مینا بازار کو ظہوری کی تصنیف قرار دے دیا ہے۔ اس طرح مذکورہ دونوں کتابیں یعنی شبنم شاداب اور مینا بازار گیارہویں صدی کے اواخر تک ضرور منظر عام پر آ چکی تھیں اور ایسا تھا تو کوئی وجہ نہیں کہ راج کرن جیسا فارسی داں اور علم دوست اس سے واقف نہ رہا ہو۔ یہ میں اس لئے کہ رہا ہوں کہ کشایش نامہ میں شبنم شاداب اور مینا بازار کی طرز نگارش و انداز و ادا کی تقلید نمایاں ہے۔ خواجہ راج کرن اور ان کے رسالہ سے متعلق اگر مزید معلومات حاصل ہو سکیں تو حتمی طور پر کچھ کہا جا سکے گا۔

محولہ بالا عبارتوں سے صفحۂ قرطاس پر لفظوں کی یہ مینا کاری، فکر و خیال کی یہ لطافت و نزاکت، تشبیہ و مجاز کی یہ حسن کاری و ندرتِ بیان ایرانی مصنفوں کی ہے۔ گرچہ مینا بازار ہندوستان میں لکھی گئی تاہم فارسی ان کی مادری زبان تھی، الفاظ و اظہار بیان پر ان کی قدرت کا کون انکاری ہوگا۔

مگر حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ اسی عہد میں یعنی ۱۱۰۰ھ میں جو جلوس عالمگیری کا ۳۳واں سال تھا سکندر آباد صوبہ شاہجہان آباد کا ایک ہندو نژاد غیر مسلم زبان فارسی شیریں میں جو یقیناً اس کی مادری زبان نہ تھی انشاء و نگارش کا ایک ایسا اعلیٰ عمدہ اور دلنشین نمونہ پیش کرتا ہے جسے دیکھ کے اہل زبان ایران دنگ اور ششدر رہ جائیں۔

آغاز کتاب میں ہی خواجہ راجکرن کا قلم جواہر رقم حمد و ثنائے باری میں یوں گہر ریز ہے۔

> قربان برقادر بیچوں کہ فضای افلاک را باین نقوش متلون منقش نمود و تصدّق بر خالق بے نموں کہ جیغۂ خاک را باین ہمہ مکنونات متنوع ایجاد فرمود۔ اگر مہرش شعشعۂ شمس مہر نماید ذرہ کار خورشید نماید و اگر قہرش شرق برق مہر تابد تا زال پنجۂ رستم برتابد و برکسی کہ چرخ امرش معکوس برگردد زمان و مکان از و برگردد با کسی کہ راست آید صد نعمتی از چپ و راست آید۔"

کشایش نامہ کی زبان قصہ طرازی و واقعہ نگاری والی افسانوی زبان ہے مگر اس کی گوناگون خوبیوں کی وجہ سے ہم اسے انشاء فارسی کا ایک غریب و نادر نمونہ کہیں گے۔ مصنف چونکہ ہندوستانی ہے لہٰذا اس میں کہیں کہیں ہندی الفاظ بھی سلمٰی و ستارہ کی طرح چمکتے دمکتے نظر آتے

ہیں۔ اوران سے ایک گنگا جمنی حسن پیدا ہوتا ہے۔ مصنف کشایش نامہ بذات خود شاعر تھا یا نہیں، کہنا مشکل ہے مگراس کا ذوق شعری وسخن فہمی نہایت بالیدہ ہے۔ جابجا مشہور فارسی اشعار سے لطف بیان میں اضافہ ہوتا ہے۔ صایبؔ تبریزی، ناصرؔ سرہندی، سعدیؔ، رومیؔ، اور نخشبیؔ اس کے پسندیدہ شاعر ہیں۔ راجکرن کے جملوں میں سجع وقوافی کا اہتمام والتزام ہے جس سے شگفتگی بیان و ندرت ادا پیدا کی گئی ہے خوشنما ترکیبوں سے جدت وجودت عیاں ہے، طوالیٔ اضافت دراضافت ہرچند کہ پیچیدگی پیدا کرتی ہے مگراس سے بھی مصنف کی صلاحیت وسلیقہ نمایاں ہے۔ ندرت تشبیہ و مجاز اور استعاراتی انداز بیان سے شوکت کلام میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان باتوں کی تائید میں کشایش نامہ سے چند خوبصورت اقتباسات کافی ہوں گے۔

"گلگونۂ صباحت انگیز بر چہرۂ آں ملاحت آمیز کہ یک گنج حسن لطافت بودترتیب دادو از غازۂ شیرازۂ تازہ برنسخۂ خوبی وابست واز عطر گلاب برسلسلۂ زلفِ گرہ گیر، گرہ وا گسست واز سنگ سرمۂ بصری خنجر چشمانِ خویش رابےگمان برفسان رسانید واز خط غبار مشک بربیاض دندانش بہائے لعل خندانش ثبت گردانید۔"

کشایش چہارم میں رایزادہ کا قصہ بیان ہوا ہے کہ وہ قسمت کا مارا ایک جزیرہ میں پہنچتا ہے، دور سے ایک عمارت نظر آتی ہے وہ کسی طرح وہاں پہنچتا ہے۔ یہ مثل ایک شاہی محل کے ہے جس میں خوبصورت باغات ہیں، حوض وفوارہ ہے، آرایش وزیبایش بحد کمال ہے۔ خواجۂ راج کرن یہاں پراس باغ کے حوض اور فوارہ کی تعریف میں قلم فرسائی کرتے ہیں اور یہ شک زور پاتا ہے کہ ان کی نظر سے شبنم شاداب ضرور گزری ہے کہ اس میں بھی حوض وفوارہ کی بے مثال تعریف بیان کی گئی ہے۔ راج کرن لکھتے ہیں:

"آب از چشمہ ہایش چون غمزۂ شوخ چشمان از روزنۂ طاق گذاری فرمودو خانۂ سینۂ اوپیش ہرموجِ آب چوں صدرعاشقان از تیرِ نگاہِ معشوقان مشبک می شد، زینہ ہا از ہر چہار طرف بسعودیٔ طالع بہ بلند پایگی رسیدہ، لب برلب نہادہ، وماہیان بشوق دلی حلقہ بگوش شدہ زبان بستایش کشادہ خامہ ہرچند غواصی کند حوض دروصف حوض نمی تواند

کرد اگر بتواند کارش بدہ دہے کشد، آخر اسپ من شاہد طناز است کہ بر چار بالش لطافتِ مربع نشستہ ہمیشہ با آب می باشد۔کوثر در شیرینی، اثر از وگرفتہ وسلسبیل بر سبیل مغیلان، قطرہ غدوبت از ان بکام دل چکاندہ۔

فوارہ از دلِ آن تسنیمِ زلالِ فیض بخش از صورت الفاظ معنیٔ آبدار برآمدہ یا چون خطوطِ بصری ازلیٔ دوربین بیرون شافتہ، طرّہ اقبال آن چون گلہای نیازی، ریزشِ بصارت فرمودہ وقطرہ افشاریٔ او مانندِ نیسانِ بہاری بارشِ گوہر نمودہ............وترنجِ طلای بدن کہ بر روے فوارہ نشست وخاستِ مضطربانہ میداشت بسان باف رزان زرین قبا، دل نشینانِ خورشید لقا، در قعود وقیام دقیقۂ کامل نمودہ۔"

ہر چند کہ مصنف کشایش نامہ ہندی الاصل ہے اور فارسی اس کی مادری زبان نہیں تاہم مضمون آفرینی اور پرواز خیال ایسی کہ شاعری شرمائے۔قصہ گوئی و افسانہ طرازی میں غیر معمولی واقعات وسانحات تصوراتی وتخیلی غیر ممکنہ و بسیار مبالغہ آمیز، جملہ طرازی و مسجع نگاری، تشبیہات و استعارات کی بہتات، جملہ در جملہ زنجیری عبارت آرائی مصنف کی قوت متخیلہ، زور بیان اور مشاق صاحب قلم ہونے پر دال ہے۔علوم مروجہ عصری سے کماحقہ واقفیت، اصطلاحات فن حرب فن تعمیر، فن تحریر وتقریر انداز خورد ونوش، رسومات معاشرتی، پیرایۂ گفتگو، اداب عرض ومعروض حفظ مراتب وغیرہ کا علم ولحاظ مصنف کے دلکش انداز واسلوب سے آشکارا ہے۔

چند مخصوص الفاظ کا بکثرت استعمال انداز تحریر کی شناخت بن گئی ہے۔مثلاً لاچار، از بس، بالفعل با این ہمہ، بمنزلہ، بمجرد، ہماناوغیرہ، پھر ہندی الفاظ مثلاً بیرہ 'بنگلہ' چبوترہ وغیرہ۔

با این ہمہ خصایصِ تحریر مصنف کی منفرد انشاپردازی اور طرز نگارش کا قایل ہونا پڑے گا۔رعایت لفظی وحسن قوافی کی بہار ہے۔کثرت تراکیب غریب واستعمالِ الفاظ ادق ونامانوس بے محابہ ہیں مصنف ان کے استعمال میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا۔اغراق واغلاق سے وہ تحریر میں زور بیان پیدا کرتا ہے۔اور یہی اس کی شان اور پہچان ہے۔مثلاً

"تصویر بر سقفِ منقش نمونۂ فلک زبرجدو بر سطح مفرش انموذجِ سپہر مخدر۔"

''نطع عبرالاصفای اندام چون آئینہ مصقول،صورتِ انواع معنی روشن کردہ۔''

''شہر یار بلا اصطبار''،''تماشای نسینہ کہ ایدون''۔''پر پرواز از طیور بدام میگرفت۔''

''اتفاق مبیت می افتد۔''

گلستان سعدی میں کبھی ایک جملہ نظر سے گذرا تھا اور اس کی تشریح آج بھی ذہن سے چپکی ہوئی ہے۔''شب را بہ بوستان با یکی از دوستان اتفاق مبیت افتاد۔''

مبیت ایک نامانوس لفظ ہے جس کے معنی لغت میں جای خوابیدن،شب گذاردن ہیں۔

پیش نظر قلمی نسخہ بانداز تسوید بخط شکستہ ناقل کی کمسنی، زمانہ طالب العلمی، ذہنی ناپختگی اور کمزور لیاقت و استعداد کی چغلی کھاتا ہے۔جابجا املا کی غلطی نظر آتی ہے۔جہاز کو جحاز۔تمثال کو تمسال،ثمر کو سمر،نشہ کو نشائی،مرغزار کو مرغذار خرم کو خورم،نذر کو نظر،قدر انداز کو قادر انداز، لامحالہ کو لامحال کہ تا کہ وغیرہ

المختصر خواجہ راجکرن کی دلچسپ ولطیف تصنیف''کشایش نامہ''کا یہ دوسو سال پرانا نقل شدہ قلمی نسخہ کسی طرح حوادث زمانہ سے محفوظ رہ کر آج شعبۂ اردو دہلی یونی ورسٹی کے نادرالوجود اثاثے میں شامل ہے۔

صدر شعبۂ اردو پروفیسر ڈاکٹر ارتضیٰ کریم کا حوصلۂ بلند قابل داد ہے کہ وہ املا کی درستگی، مقدمہ اور اردو ترجمے کے ساتھ اس متاع گران بہا کی اشاعت پر آمادہ ہیں۔

آفریں صد آفرین بر ہمتِ مردانۂ اوست

طلحہ رضوی برق

یکم رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ
بمطابق ۱۲/اگست ۲۰۱۰ء

کشایش نامہ

(من تصنیف)

خواجہ راج کرن کایستھ

بخط خام

دل سکھ رام اگروالہ، ولد سادھو رام اگروالہ

ایں نقلِ نسخہ اصلی بتاریخ چہاردہم شعبان بروز چہارشنبہ ۱۲۳۱ھ

وقت سہ پہر مطابق آساڑھ سدی پورنماشی

سمبت ۱۸۷۳ با تمام رسید

باز نقل شد نسخہ ہذا با تقدمہ و ترجمہ بہ تلخیص

در زبان اردو

از

حرف آشنا طلحہ رضوی برقؔ

۲۰۱۰ء

ویزیٹنگ پروفیسر شعبۂ اردو

دہلی یونی ورسٹی، دہلی

کشایش اوّل از حالتِ آن دراج درّۃ التاج ریاضت است کہ ذکر سبحان بقدرت وردزبان ندرت بیان اومی باشد۔ عبرت افزای ذاکران، فکرت دہاے ماکران ذات و کی اومیتو اندشد۔

کشایش دوم از حالت آن بادشاہ زادہٗ بلند ارادہ باشد کہ شکستگیٗ حالش روکش زلفِ بتان وپیچش احوالش پیچ اندازکاکلِ لعبتانست۔

کشایش سوم از حالتِ آن سلطان زادہٗ سترگ ارادہ باشد کہ درفراز ونشیب حجرہٗ دوازدہ، گاہی درقبض وگاہی دربسط گذرانیدہ، پس از اِشکال دوازدہ احوال اصلی رسید۔

کشایش چھارم از حالتِ رایزادہ باشد کہ بہ یمنِ ارادہٗ بزرگ پس از احتمالِ چندیں اشکال صدرنشینِ چاربالش غرر واقبال شد۔

کشایش پنجم کشایشی است از حالت آن زناردار پسری کہ درآرزوی تماشای تقدیر عقدہ مشکلایش از چندیں کشمکش بتوجہ قادرِ قیوم روزی بکشایش آورد۔

کشایش ششم کشایشی است از حالتِ آں زنِ خوشرو وپاکیزہ خو باشد کہ از منصوبہ انبازان دغل باز چندی بازی اش برخ ماندہ عواقب بتوجہ رخ بادشاہ حقیقی روبکشایش آورد۔

کشایش ھفتم (اغلب کہ اوراق غایب وضایع شدہ) ندارد۔

یافتاح

اللہ اکبر

رب یسر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وتمم بالخیر

قربان بر قادر بیچون که فضای افلاک را با اینهمه نقوش متلّون منقش نمود و تصدق بر خالق بے نمون که جغهٔ خاک را باایں همه مکنوناتِ متنوع ایجاد فرمود اگر مهرش شعشهٔ شمس مهر نماید ذره کار خورشید نماید و اگر قهرش شرق برق مهر تابد تا زال پنجهٔ رستم بر تابد و بر کسے که چرخ امرش معکوس بر گردو زمان و مکان از و بر گردد با کسے که راست آید صد نعمتے از چپ و راست آید، غشتے از کشت ارادتش نصبه بازی گنجیفه گردید که هر فردیکه را بے تاج و شمشیر صاحب حکم تواند کرد و فردی از رخِ قدرتش بحقه بازی شطرنج رسید که بے اسپ و فیل پیادهٔ در مانده را فرزیں تواند ساخت بلا گمان شاهد پرده گزین بیچونی و گرد سران معشوق هودج نشین بے نمونی که چوں قطره از عرقِ رخسارِ عصمتش در ایاغِ جمالِ لیلیٰ چکیده مجنونِ شیفته رویش و فریفتهٔ مویش

گردیده و چون حسنِ مزه رسِ کامِ فصاحت شیریں را شیرین ساخته فرهاد بکردار در مذاقش جان باخته، تبسمی از لعل مبراتش نصیب صبح صادق شد تا خود رابدم در مقام تهلکه قهقه انداخت وتابشے از رخسارۂ مبراتش در سرِ آفتاب افتاد که درهوایش از قاف تاقاف درباخت و سخنی از زبان بے زبانش بگوش خموشان گلبن رسیده که درساعت جامه برتن دریدند ورشفیکے از آنها گل گردد، و ایمای از گوشۂ ابروے بے چونیش بچشم عندلیبانِ زمانه درآمد که از چون و چرا در چه چه افتاد و رمزے از غمزۂ اقبالش بارکانِ چمن حاصل کرد که رونق فزای کارخانۂ موجودات باایں همه انهار و گلزار وسبزه های جویبار و درخت های کوهسار اشخاص والانسان وابدان الحیوان گردید و گردشے از دیده جلالش اجل عاجل دریافت که عالمے راباایں همه لعبت های شیریں کار و دلبریان دلدار و طالبان اهل اسرار و عاشقان خونبار و شاهان صاحب اقبال و گدایانِ صاحب حال و آفرینش های گوناگون وخلق های بوقلمون درهم نوردِید وشوقے از نظاره قدبے نمویش سلسله تابِ رگ جان قمری گردید که باوجود سرو در چارسوی باغستان به ترانه کوکو مترنم می گردد و آوازی از فراز غبرتِ پرخارش سمع دراج درخورد که بکلمۂ سبحان قدرتش متکلم میشود وقادری هرکه از تقدیرش سرکشد پشه ناتوان دماغش از سرکشد وحافظے هرکه جانب جناب مظهر مطهرش نگاه دارد اگر ازپابلغزد فرشتگان بدو دستش نگاه دارند ولی نعمتے که هرگه برسفره نعمتش خورد خورد خداوند دولتی شد که هرگه ازخوان نعمایش بردبرد کریمی که چون صیت کرم اطهر دردهد نعمای غیرمترقبه از هر در و هر حاکمی که هرگه خود رابے اعانت او یکبار پرواز گیرد وحکمش که حاکم حکام است یکبار پرواز گیرد حکیمی که از سمِ قاتل مرده را ارزنده کند میتواند کرد و اگر ازآب حیات مماتِ ارزند نماید میتواندنمود صاحبے که شدّاد را بآن غریب معمار بهشت بازگرداند وعزازیل راباآن فریب از بهشت بازگرداند رحیمی که درونگاهش عجز واستغفار خوي ارزانی نماید عفو تقصیرات لامحاله ارزانی نماید حاصل که اسم الرحمن

والرحیم در شان او وامے است ونام اکرم لاکرمین درمبارک تمکین او گنجامے اگر کمترین هیچمدان راجکرن بقدر طاقتِ طبیعی انسانی بجاے ثنای برمالک الملک جسمی وروحانی نماید چه نماید وچه متصدّی امری بتواند شد چنانچه که باید اگر ازعهدش نه برآید ازپای خود نه درآید این مکانیست لامکان که هوایش شرربار و فضایش ناپیدا کنار اگربلند پروازان آهو نژادیاهو گویان که درهوایش چرخ علق نزد اماعلق زمان برزمین رسیدند وبعضے شاهبازانِ کرم گیر درپے شکار حمامه اسراریارنکوله اناالحق پر پرواز کشادند لیک خود اسیر پنجۀ عقاب تقدیر گردیدند ازیں اضعف ترین مخلوقات چه آید وچه کشاید:

پروانه خس و هوا شرربار
پروانه چسان کند در این کار

اگر کمربه ادای شکر نعمت های انواع از کریم المعروف و قدیم الاحسان بربندد چه بندد و اگر بالفرض بصدسعی و فنون وبهزار سحر و افسون شکری ازعطاهای او ادانماید چه نماید شکر این برشکر لازم می آید وبرهرشکریک شکر دیگر می افزاید:

نعمت او بیشتر از شکرماست
شکرهم بر شکر نعمت ها جداست

چون در اینجا عبارت حکم تسلسل نمی گیرد وتار پود تدبیر ماهم می پیچید لاعلاج ازیں اندیشه های بلند در گذشته ساعتے که برتصنیف وتلفیف این رساله رقت پیرا و این مقاله تسلی افزا که بنام کشایش نامه نامیده شد مبعث گردیده ادایش مینماید و ازیں بجای آن ندارد که خود را در مورخان در گیرد و یادر مصنفان بشمارد بلکه خلاصه بذاتش اینست که اگر صدایش بگوش طالبان عجوزه دنیا که مطلقه سلطان ابراهیم تارک التخت والدیهیم است برسد بمجرد ریزشِ خدنگ غمزه های چند در چندش ازپا نه در آید و در

تو گرفتاری کمند بند در بندش استقلال گره است ندید و ونداند که ایجاد انسان اشرف الموجودات است مقتضی بایں اراده نباشد که لباس صورت انسانی در بر کرد و در بدر گرددو اوقات عزیز خود را که نعمت عدیم البدل و معدوم المثال است محض در تحصیل حطام دنیوی و موادِ فانی است صرف نماید بلکه اقتضایش آنست که اخص اوقات خود را در یادِ الٰهی دلنواز و آن خداوند خودی گذار و آمر عطاپاش، خطاپوش و آں آمرزگار عجز پذیر عذر نیوش وآں کریم بے سوالان وآں غم خوار لادبانؒ وآں دستگیر درماندگان کوی ناکامی وآں کارساز بیچارگان عالم بے سرانجامی و آن حاکم ملک ناسوت و ملکوت وآں سلطان ولایت جبروت ولاهوت جل جلاله بسر برد که تلافی کشمکش هستی و نتیجه تصدیعات بدنی همی تواندبود، اگر تابِ صبر نیاآورده بقدر ضرور ازپئے کرایه مرکب عنصری وتحَفیظ سیمیای بشری اختیار تعلق نماید برلب ایں بحرزخار خونخوار که روزکارش نامند بسهم اصدار امواج کوه وارش از جانرود وسر بزانو نه گذارد تااز بالای سرش بگذرد وبرسموم سخت وشوم که از مهب این ملوم مظلوم کش کافرکیش نوازتا که جوشش فرونه نشیند پشت پازده به نشیند تاآسیبے ازونرسد ودر صددایں جیفه سنگساری نه نماید واگرازوبالے صاحب مالے حصه ازاں برداشته بعالم بالا برد درپئے اش بعفِ غفرنه افتد وباهواپیچیده بمطلب نارسیده مُشت پر گلهٔ قسمت نه زند وبرضعف رائے ونیستی تدبیر مبتلا و متاسف نگردد وقلق وضخرت را بردل راه ندهد چه دستور ایں بے دستور بریک دستور نیست که تدبیرش بریک تقدیر باشد چنانچه عزیزی تازه گومیگوید:

دریں دنیا بصد حسرت تواں عمرے بسر بردن

نباشد بند و بست آساں محال انتقالے را

ملک وضع پلنگ شکاری برائے تعلیم وتربیت طبیعت خود علم گیرد و ایں اندازه ازو یادگیرد که زیاده از دو سه حمله برشکار نخیزد اگر تقدیر باتدبیرش آمیزد از دست نریزد

و الاخاکِ بادیۂ تردد بر سر وقت نہ بیزد چنانچہ گفتہ اند:

کار دنیا کسے تمام نکرد
هرچه گیرند مختصر گیرند

التماس احقر الناس در خدمت مبتدیان عالم تفهیم و مجتهدان دبستان تعلیم و برادران هم نشست و عزیزان هم گشت که درعین گرفتاری لاف آزادی میزنند آنست که وقتی متوجه بطاقت طبع شوند در تحقیقاتِ مناظر اختیاری و فعل مختاری هزار گفتار فضلاء و عقلا باختلاف اقوال دریں حال وارد شده و فوج فوج طلاے از دریافت ایں حقه سربسته اسرار الٰهی باخود اضطراب دارند بقدر حوصلۂ بشری و طبیعت طبعی و دانش ذهنی و فضیلت کسبی داخل خریداران یوسف شده باشند اگرچه قفلی نباشد که محرمان راز ربانی کلیدایں را در صنادیق عبارت باحتیاط اشارت بگذاشته اند لیکن اغلب که اخفای اسرار الٰهی جمع فیض دانسته مقالید ایں قفل سنگین از سینه به سینه حواله میکرده باشند چون بعضی اوقات مطارحه مباحثه افتاد و ایں مناقشه به مجادله کشید بحدی که مطلب ازمیان گم شد و از طرفین دلایل اینقدر گذرانیدند که براے مدلول و مستدل جاے نمانده چنانچه ناصرعلی میگوید:

ز اختلافِ ایں و آن سررشته راگم کرده ام
شد پریشاں خواب من از کثرتِ تعبیرها

پس مصلحت وقت آنست که اگر میسر آید زنگ اشتباه اختلاف دلایل از ایں همه شیشه خود بصیقل صحبت درویشان روشن ضمیر بزداید و اگر نباید کلید ایں ابواب را از واللّٰه اعلم بالصواب نماید و دریوزه از همین بزرگان زمانه و عزیزان یگانه که هر آینه وردِ سحر میداشته باشند است که مصنف را علی الاطلاق متعهد و متکفل فن تلفیف و وضع تصنیف نیافته اگر در تمسیل ومناسبت وثلالت ومتانت در برداشت و فروگذاشت سهوی وخطای بوقت مطالعه بمشاهده در آید از قلم عفو و اصلاح دریغ نفرمایند آمده ام بر حقیقت

حال و آن اینست که این نیاز مند مخلوقات از چندے اوقاتِ خود بهر قابوے که دست داد در چکلهٔ سکندر آباد صوبه دار الخلافت شاه جهان آباد بسر می برد و عمر مستعار خود را بسرِ منزلِ موعود میرسانند در خلال این حال که قبله اقبال مربی مفضال خداوندغم خوار والدبزرگ واریعنی بهوانی داس فدای حالی سلمه الله البقا بخدمت انتظام مهمات پرگنه بدایون ازسمت صاحبزادهٔ گرامی بدستِ سامی مرتبت نواب صالح خاں امتیاز یافتند ازبس جوش دریاے الفت و تموج بحر شفقت این اضعف ترین نوع انسانی را طلب حضور فرمودند از آنجا که بیعت امر مربی طبیعت که ظهور وجود عنصری بر عرصهٔ ایجاد داشته بوجود باجود او باشد لازم آمده بسان ذره بسوے خورشید و مانند قطره بطرف بحر مایل شدم و براه سعادت از سر قدم ساخته دررسیدم دیدم که برادر بزرگ مخدوم سترگ تفقد تمام بهائی صاحب رام و برادر صغیر بدانش کبیر افلاطون طبیعت ارسطو فطرت ادا فهم معنی شناس حالت دریاے فصاحت اساس یار برخوردار سعادت مقرن بهائی جَنسکرن که سخن را بااو و اورا باسخن چون معنی را بالفظ و لفظ را بامعنی نسبتِ تمام است و تدبیر را باآں و آں را باتدبیر چون شیر را باشکر و شکر را باشیر مناسبت مالا کلام رخساره شاهد جدت فهم محتاج به حال جمال او و آغوش مستوره جودت طبع مشتاقِ کمال وصال از زلف معشوقهٔ خوشگوی بے شانه بردوش پریشان وصریر وقالبِ شعر فهمی بے جان گفتارش پیک پیکر تصویر کاکل شیرین بخش را تابے آرد و چشمه چشم فرهاد فهم را آبے ازاں درزیر ظل رافت ازشجر فیض مثمر می باشد اما سایه گستر درباب فراقِ من سایه پرور بے تاب است بهرحال شرف از سعادتِ ملازمت دریافته بوصال آں عزیزاں مسرور گردیدم تامدتِ دو سه سال باهر سه برادر اخص اوقات را بمنزله نقوش ثلاثه بودم تا گرفت عزل خدمت درمیان آمد و آں دفتر را گاو خورد یکمرتبه آں هنگامه طلسم ازهم شکست وآں تاروپود تدبیر درهم پیچیده اتفاقاً برادر صغیر و کبیر کام سج ترددروانه سمت دارالخلافه شاهجهان آباد شدند وقرعهٔ قسمت نیاز مند بر منصبه همراهی قبله گاهی

دربلدۂ بریلی افتاد چون بیتِ مطلع بر منتخب حال انتخاب ماندم وچون فرد سردفتر افسرده وسست محرران چند گردیدم چنانچه صایبؔ میگوید:

بینوایان را بلاها در قفاست
وای بر فردی که سردفتربود

چون معلوم کردم که طبع نوآموز من تاب کشمکش زمانه انصاف سوز جهالت افروز نیاورده تنگ می آید لاچار ازپئے تسلی دل دیوانه حکایتے چندازاحوال گذشتگان که در زمان پیشین غریق دریاے آفات فلکی شده بفضل حضرت مسبب الاسباب به ساحل مراد رسیده اند بدست آورده پای بندی ازشغل تصنیف برپاے این طایر نو گرفتار که اضطرار میداشت بگذاشت تاازطپش تش کند وعقالے ازتلفیف برزانوے این شترِبے مهار که مضطربانه می جست فرابست تاازحبس بازرسید بنا برضرورر رجوع بهمت زاهد سیه پوش خامه که چله کش حجرۂ مجرداست آوردیم چنانچه بیمن دعوات آن سیّارعالم روشنای شروع درترتیب این رساله آمد علیم کریم از کرم عمیم بحدّ اتمام رسانید وبفضل عمیم که درین کشایش نامه مشتمل برهفت کشایش است بگذارد وهر که مطالعه نماید درهفت اقلیم وهفت ملک هر مشکلے که پیش آید بکشایش مبدّل گردد تاباسم مسمی گردد:

کشایش نامه را هرکس که خواند
نماید سینه را از فهم خود حک
که تاریخش تمامش گفت هاتف
"دهد حقاکشایش هاے بے شک"
۱۱۰۰ھ

کشایشِ اوّل: از حالتِ آن درّاج درّه التاج ریاضت است که ذکر سبحان بقدرت ورد زبان ندرت بیانِ او می باشد۔

عبرت افزاے ذاکرِان، فکرت دهاے ماکران ذات، وکی او میتواند شد۔ اصلیت که درّاج باجماعت هم سرشت درمرغزارے که مرغزارتوان گفت بمعه عیال و اطفال میگذرانید ودرمکان مطبوع آشیانهٔ دل پذیر تعمیر ساخته برفرشِ زمردین عبرانشان، مستانِ صاحبِ هوش بازوجه هم طبایع وهم آغوش سیمبران هنران وطیران طیران گل گشت میکرد وشکرحق سبحان قدرتش بجای آورد ازانجاکه حاسدانِ شوم ومعاندانِ ناتوان بیں درکمین می باشند صیادی خانه بربادی کبودپاے سهپر ایجادی بردلقِ برقع چون مقلدانِ عالم درویشی رنگ نیله زده برای مغالطهٔ طایران بیچاره سِتره چند برخود تعمیر کرده بآواز شیریں که مرارت ممات دربطون درست، صفیر زد، آن ذاکر شاد دل آوازی از ابنای جنس خود گمان کرده سبحان بقدرتش گفت کاش که اگر ایں فرد صایبؔ بگوش او میرسدتاخطانمی خورد:

ازخسی پوشان فریب نرم گفتاری مخور
ایں صفیر ازجامهٔ صیاد می آید بروں

غرض که زبانش وبال جانش شده ازمکان خود بمعاند وحیم العافیت نشان داد آن ناخداترس خدافراموش ازچارسوے آشیانه ایں یگانه وقت راآتش درداد، اگر پرواز بکند برسیخ شاخ کباب شود وازفراش بازے تیزپروازے که ناخنش چون مژگان خونیں نگهان تیره وتیزتر گشته خوں ریز بود دررسید که اگر سربهوا بردارد اسیر پنجهٔ آن هم پنجهٔ قضا گردد وصید گیر تیرره بند کرده، مستعد برآن ایستاد که اگر پهلو زده صعود نماید طعمهٔ خدنگ نهنگ آهنگ بود، چون دراج لاعلاج شده دست مناجات بدرگاهِ حضرت مجیب الدعوات برخاست از آنجاکه چاره فزای بیچارگان ومسبب الاسباب اهل اضطراب ذات مبارک اوست یکایک بحکم تقدیر قطعه ابر درهوا بهم رسید باران

رحمتی می بارد و در یک لحظه آن آتش مشتعل خاموش میگردد، در این ضمن ماری قضا رفتاری که از احراق نار پر اضطرار از سوراخ بر آمده بود برپاے صیادِ بدنهاد می زند و از هستیش می پرواز د و تیرے که از شست او رهامیشود دست پران بار تیرپرواز میخورد وبجانش پرواز می دهد یک مرتبه که کشایش ازیں چندیں کشمکش بحال آن ذی بال صاحبِ قال میگردد سبحان بقدرتش گویان خودرا معلق بدرمی زند وخاک برسر مخالف ناپاک می ریزد۔ اے دلِ دیوانه در کشاکش زمانه دامن تفضل آن دوست یگانه که در آمرزش بهانه جو است از دست مده که آخر هر مشکل کشایش است چنانچه مولوی روم می فرماید بیت:

درپس هرگریه آخر خنده ایست
مرد آخر بیں مبارک بنده ایست

کشایش دوم از حالت آن بادشاه زاده بلند اراده باشد که شکستگی حالش رو کش زلف بتان وپیچش احوالش پیچ انداز کاکل لعبتانست وآن اینست که سلطان عرش آشیانی چهار شاهزاده وجود سلطنت را بمنزله چار اخشیج (خاک باد آب آتش) داشت هریکی به فن و فراست زمانه یگانه وبفکر و کیاست حکیم وقت بود روزی بادشاه عالی جاه درعین بلندی فشار دولت که خردربای والا خردان اشرف نگاه وهوش زدای عالی هوشان والا دستگاه است بهر چار فرزند دلبند فرمود که بقلاورزی طالع خود فایز به پایهٔ دولت شهزادگی شده اند یابدولت ما سه برادر که در فن زمانه سازی و نیرنگ پردازی یکه تاز عرصه خوش آمد بودند ازراه تملق بمعرض عرض رسانیدند که ماچه باشم و چه طالع ماخواهد بود چه وجود قطره نابود بدون جود بحر لامحدود معدوم و گرم بازاری ذره بے مقدار بجز کرم آفتاب عالمتاب معلوم:

اے از کرم تو کارما راست
از راستئ تو هرچه ماراست

مگر پسر چهارم که در هنر راست روی علم کامل داشت و در عالم راستبازی علم یکتای
می افراشت بموقف عرض گذاشت که هر چند واسطهٔ وجود عنصری باذات مبارک می
تواند بود لیکن طالع باخود دارم و چه این همه موجودات که آفرینش حضرت رزاق حقیقی
و متکفل رزق اوست طالع یکی را موقوف بطالع دیگری نگذاشته آخر الامر بقولے الحق
مرا واقع شده بر آبگینهٔ سینهٔ آن صاحب تاج نازک مزاج سخت تر از سنگ رسید دمی
محبت که سرمایهٔ الفت باشد فرو ریخت از آنجا که قهر قهرمان که حدیقه حضرت
قهار است یک آتش عالم سوز میباشد فی الفور حکم قاطع فرمود که شاهزاده را بمعه
منکوحه اش از ممالک محروسه اخراج دهند تا قدر طالع خود بشناسد لاچار این کامل
عیار معاد و ناقص قماش معاش بازوجه خود متردد بتیهٔ غربت و کربت گردید و نکبت
و ندامت دو اسپه استقبالش کرد هر که میگوید راست می گوید:

فریاد ز دست فلک سفله نواز
شهزاده بمحبت و گدازاده بناز
نرگس زبرهنگی سر افگنده به پیش
صد پیرهن حریر پوشیده پیاز

بحکمی که غدوبت کلام طوطی را در قفص کند و بلند پروازی کاغذ باز را برباد دهد
شاهزاده که بلاغت قال و بال جان او شده بود باآن بانوی مسکوبی دولت و اقبال بتمام
کلال و ملال چون گردباد سر بهوا برداشته می رفت و می گفت:

فریاد ز دست فلک باهمه چیز
کزوی همه اهل خوار و نااهل عزیز
گشتیم هلاک بهر یک جو انصاف
مردیم در آرزوی یک ذره تمیز

و بر اکثرے اشاره این عبارت که طبیعت زاده میرزا صایب است دست باپنجهٔ آهنی

درآغوش میداشت:

کاهش تن لازم روشن دلاں افتاده است
روغن از مغز است دایم شعلهٔ ادراک را

گاھے بہ‌تسلی‌این‌مضمون‌متسلی‌می‌شد:

خیال نازک آخر می فزوند چهرهٔ شهرت
مه نو میشود ماهِ تمام آهسته آهسته

علاوه برنشانیهای مسافرت مشاهده جمالی آن مخذره کاکلین خوي که چون کاکل خودپریشان خاطر بود گرانی می آورد که بارها سرکزین بے اندوده می گفت که اے شاهزادهٔ‌عقل‌سوز جهالت افروز نگر گوش بآواز آن خودی گزارخداآگاه ملاشاه نبودی که‌میگوید:

جاهل چو رسد بجهل رو باید کرد
برقع برخ سخن فرو باید کرد
با هیچ فهم لاف معنی چه زنی
طفلانه بطفل گفتگو باید کرد

بحکمے از ممالک محروسه اخراج یافته بودند بهرحال به لبِ دریای شور که شور آمیز قضیه انگیز بود رسیدند دیدند که جحازی سیمرغ پروازی که ازهوای عالم آب پر می زد وبقوت بازوی واماندهای کنار اضطرار را بساحلِ مراد میرساند پر پرواز کشاد مستعد پریدن است فی الفور این هردو پریشانانِ قسمت نیز برآن سوار می شوند بادگرفت درمیان دریا که از دست قبک انداز قضا تیرتباهی بران جحاز که یک مرغ تیز پرواز بودمی‌رسد اجزایش چون پرهای کبوتر که بضرب غلوله بهمریزند ازهم متفرق ومتلاشی شدند برتخته که اتفاق سواری آن بانوی شهریاری می افتد بساحل مراد رسانید یاد از احوال شاهزاده خواهد کرد قضا راتخته اں بی بی نیک بخت بساحلی در میخورد که از

عمرانان علامتے نداشت لاچار گریان گریان بادل بریان پس از طے مبلغی ازران در باغی که وارد می شود خوش گاه زاغ وزغن بود که شمشادش از عریانی بااین همه قدو قامت شرمنده وسروش ازبی برگی باوجود سرافرازی سرافگنده خاطر سنبلش چون زلفِ اوپریشان وروی گلشن همچون چهرۀ آن بریان بے آبی اش اگر تسوید نماید سخن بے آب میگردد و مرکب درمجرها کمیاب می شود و خشکی اش اگر املا کند لبهاے خامه تبخاله بهمرساند و حرفی زدن نمی تواند علبوار درآشیانهای عنادل بفراغ دل مراغیه سازد و بوم در کاشانهای قمری مرغوله نشاط مسرت بردار دیا بحکم نخلبند گلستان موجو است و به یمن قدم ان مستوره گزیده عصمت در ساعت آن باغ مرغدار زاغ محسود طایران بهشتی شد و درختانش ازبرگهاے سبز چون رخت نیک بختان بروز عید دربر کردند و نخلهاش از خلعت هاے زمردین چون حله فرشتگان علوی پوشیدند زبان طوطیان شیرین گفتار در ادای شکر حضرت واهب العطایا شکر شکن شده وقمریان ملایم رفتار در خیابان خیال بر گرد سرو قضا وقدر بلاگردان گردیدند باغبان خجسته فال خبر از خال ندرت اشتمال زود بجناب خلافت و جهانداری رسانیدند و شاه خورشید بارگاه بهوای تماشاء این گردش گردون که دولاب غیر مترقبه بود مسرور شد و باغ را چون طالع خود سرسبز یافت لیکن آن پری نژاد که به یُمن قدمش آن آبِ رفته باز در جو آمده چون پری زادگان متحیر و خموش نشسته است هرچند پرسید که ای صدجان گرامی فدای مویت ولے هزار بانوی عصمت قربانِ خویت عالی گوهر از صدفِ کیست و این همه غم و غصه ات ازبهر چیست درین سفر صعب چه میجوی و حرف از زبان چون نمی گوئی تاثیرش نه بخشید و حرف نطق از زبان نه برآورده اماشاه والا شکوه دانش پژده از صفحه پیشانی حال کسیر الاختلاف مطالعه نمود:

برشسته ام از گهر گر لباس پوشانی
بر آورم سر خود را همان به قربانی

چو غنچه که نشنید بیان حرف گل
بنشسته ام بدل جمع در پریشانی

لاچار براے آن خاتون خانه خاموشی عالی عمارت درهمان باغ پراز انواع نعمت و دولت مقرر گردید که تادر خلوت خانه خالی از خلل بیگانه بطور خود بشغلے که پیش نهاد خاطر اوست مشغول بوده از اقسمه واطعمه واشربه محتاجِ دیگری نباشد شاید که روزی دهن این حقه سربسته اسرار الٰهی بکشاید آمدیم بر حالت آن مهین پنجه والاشاهے که بریک تخته تباهی همدوش نهنگ وهم آغوشِ ماهی بے سروپا درآن بحر لاانتها افتاده بود بحکم قضاو قدر به مشکلے که:

کشتی شکستگاں را هر موج ناخدا است

تخته اش بمددتراحم وتراکم امواج برنگ کرابه متصل ویرانه رسید و از آنجا هر اتفاقی که دست داد پس از احتمال رنجی وتعبی دریک شهر وارد شد هر چند که برتافت جای بیت بجز خانهٔ گلفروش نیافت لامحاله آن مشتری قوس سلطنت یک انگشتری از حلیه قدیم باخود داشت بشرطیکه جای طعام وآرام آن باشد به زن گل فروش رعایت کرد از آنجا که زنان بجان و دل مشتری انگشتری می باشند آن مشتری بعلت عنایت انگشتری در چشمش بِه، ازماهِ چهاردهم نمود برتسلی و تواضع اش افزود از آب کرم و گرم جوشی ماندگی سفر از سر مفاصاد صوری ومعنوی اش برخاست واز حقیقت حال آن بلند اقبال که باوجود نکبت و وبال ستاره عزوجلال از مطلع پیشانی اش ساطع ولامع بود باز برسید چنانچه از درة التاج شهریاری که بسان دزاج گفتار زبانش و بال جانش آمده بود و در راست گومی سمت الراس در کوی نشست افتاد مفصّل تفصیل کرد واز احوال تباهی حجاز و تفرق آن سرمایه ناز و افتادن خود در سوز و گداز پیش آن دمساز مسافر نواز باز گفت، بهرحال آن مجمع رقت درباب او شفقت می فرمود، روزے بمدد طالع سلطان زاده بپای برج مسکوی خلافت عبود کرد و دختر شاه که ملاحت حسن و حسن بلاکیش

باهمد گر تفوق می جستند از غرفۀ همدوش غروش مشیت یزدانی بحال آں نتیجه خاندانی جهانبانی که باوجود بر نشاط جوهر ذاتی از نگاهے قهرمانی و رفتار خسروانے چوں رنگ ارغوانی در پسِ پرده مینابی پرده وا نمود نظاره فرمود فی الحال حسب الاشاره آں سرمایه ناز خواجه سرایانِ محرم راز چوں موکلان علوے از کاخ خسروی فرود آمده مکان مبیتش را در خانۀ گل فروش تحقیقی رسانیده بعرض رسانیدند کیف بانطق که آن زنِ گل فروش که خود رایکے از خادمان درگاه کیوان بارگاه می گرفت حاضر بود عرض نمود که بلا قربان شوم آن سرگردان عالم قسمت یکے از نتایج خاندان سلطنت باشد ازبس که علوهمت داشت در اظهار کلمه الحق تاب پاس مراتب نیاورد و قدر دروغ مصلحت آمیز نشناخته بخلافت مرضی پدر بزرگوار لب بپاسخ پرداخته است چنانچه آنرا بازنش اخراج ساخته اند و در راه‌ها بیکجا بودند و بر جحاز یکجا سواری فرمودند:

فلک آواره کندم بهرسو میدانے (کذا)

رشک می آیدش از صحبت جان پرورما

پس ازتباهی شدن حجاز قسمتی بایں ساحل آورد اما خبری ازاں بانوے مسلمان موی مبارک روی خود ندارد و اندریں ذکر سراپا فکر شده مانده است سبحان الله هر گاه باایں همه خرابی و اضطرابی تاب چهرۀ آفتاب تابِ او نمی تواند آورد وقتی که آن جوهر بے بها واسطه آنعقد سلک سلطنت گردد فروغ جنس بکدام لطافت باشد بمجرد مشاهده و مسامعه اں جمال واین احوال آن دُر ناسفته دراں روز وشب ناخورده و ناخفته ماند باوجودیکه شرم خاله پدر رخصت نمی داد___ از دست حیا خلاص کرده سپری شیرین چشم شرم گیں در خدمت مادر مهمان خود شان باظهار استدعای ازدواج باآں وارث تخت وتاج که بالفعل اخراج یافته در آنجا وارد شده بکشاد و استبداد از حد مبالغه برد لاچار مادرش که یکی از قهرمانان حالت رباب و قدردانان درد شناس بود بخدمت سلطان عالیشان عرض نمود که آخر بحکم شریعت بیضاء ملت اعلیٰ دختر را بعقد نکاح متعقد

ساختن از جمله واجبات است وان که باعث رضای او هم باشد:

در کار خیر حاجت هیچ استخاره نیست

چون بادشاه کیوانِ هشتگاه نیز رایے محل خاص خاص بر محل دید بحکمی که والدین طرفین خودش بود حکم کردند که هنگامه دختری و دامادی برپانمایند و مراسم عروسی وعبوسی سرانجام دهند فرش رنگین در بارگاه عرش مکین بآئین شهانه ممهد گردانند و آوازۀ شادی را آویزۀ گوش هر خاص و عام سازند چنانچه دختر رز از حجرۀ مینا بر منصبه کمیاب خیال افروز شد و از قلقل ابریق گردش دور به طمطراق تازه در برسنی افتاد فواره از بس مینای عالم آب چون صوفیان صافی نهاد در قیام وقعود گردید و خروش دیگر در نهادش جا گرفت رامشگران حور لقا قدم در رقص گذاشتند و خنیاگران زهره الحان نشید شهانه بر خواندند میناهای سر و باده حسن در پیاله لاله لبریز ساختند و طیور حدیقه از نظاره هائے نظر فریب آنها دل درباختند گل درپئے مشاهده خیال جهان افروز خود آئینه از شبنم در بر گذاشته و از هر غنج و دلال تخم تعشق در مزرعه دل عنادل فرو کاشته حمام بشوق باده مست عروس و نوشه گرم جوشی بکار می برد وپلنگ بامید قرین قران السعدین از بسکه می مالید در تهه توشک و ادقچه نمی گنجید بستگی در آن مجلس بجز بیرۀ برگ تنبول نداشت و شکستگی در آن محفل بدون طره جانان نمی آورد و در زمانه که زمانه یگانه و ایّام بکام بود آن یگانه زمانه را به سلک مناکحت منسلک گردانیده دوال شادی بر طبل نشاط زدند و شادیانه مبارک بادی بر نواختد روزهای چند روز را بتماشاء تصرف دولت و اقبال و بخشش های اسپ و افیال انعامهای تشریف به بندهای عقیدت گزین و بردن تشریف در باغهای جنت آئین به شب رسانید و شب را بصحبت مسرت انگیز آن شیرین نگاه شرم آمیز درمعاشرت و تقبیل در مباشرت و تغسیل بروز آورد از آنجا که زمانه کاسد است و زمانیان حاسد در دل شهرزادگان که خلف زسبد حدیقه وقت بودند از انتساب این نسبت غیر کفو پیچش سخت درباطن گرفت واز غیرت درخودتان می

گداختند بایکدگر مشورت ساختند که اگر بنوعزیزان را به اذن بادشاه عالی جاه که در انعقاد این عقد هیچ توقعات عبرت اندیش کار بفرمود ببهانۂ شکار برآں اسپ خونیں بدلجام که برسایۂ سوار هزار لکد میزند و آں سینه زور بدسرانجام که فلک کج خرام خرامَش ازاں آموخته سوار شوند که هماں مضمر خوں خوار دور ازدیارش برآرد وناسور درد درونی ام اندمال فرماید چوں از راه دغل آں تازه شعار را در یمن بلطف کشیده از خدمت حضرت ظل سبحانی براے سیروشکار دستور گرفتند و آں اسپ بدراه را برای سواری پیش شاهزاده که شهسوار عرصه سلطنت موروثی از قدیم بزرگان آباء واحدبود، آوردند لاعلاج آں وارث تخت و تاج در گوش توسنِ مدهوش گفت که اے بادپای عالی نژادواے صبا سیروالانهادهر چند کسی را باخیر منزل نمی بری بلکه در اول منزل به اول منزل میرسانی لیکن بنده دراصل از نسلِ شاه می باشد ازپیاده فرزیں نشده ام بل بازی ماباسپان تازی است وسواری افیال خاصه افعال ماست ازبراے خدا سخت دل مکن ورخ از من مگردان تا از منصوبه چین شاطران دغل باز مات نشوم بلکه اگر رُخ میشوم ممات میدانم کیف بالفرض که آں پدرام بدلجام پس از وقوف ایں مرام رام میشود وبسان غلامان غلام حلقه اطاعت در گوش کشیده همدست و حکم پرست میگردد گویا که درتوصیف او گفته اند:

سبک تکے که بریزد بہوی از نعلش
اگر ز قطره شبنم بود برد مسمار
عناں کشیده کند را کیش کمانداری
که ناگهاں ندهد تیرش از قفا آزار

بلکه درتعریفش وارد شده:

خوش خرامی که اگر گرم عنانش سازی
از ازل تابه ابد و ز ابد تا به ازل

قطره پاکش دم رفتن چکد از پیشانی
شبنم آساننشیند گه رجعت بکفل

بهر حال بلااتصال آن شاهزادهٔ بلند اقبال بهر طرف که اتفاق می افتد بجانوران صاحب جناح همراه کلنگ دورنگ چون رحال درپئے بے مایگان سیم وزر سردادند وبه درتد رهای ممات آهنگ ازقبیل کلاب وپلنگ درپئے آهوان شوخ وشنگ بسان خدنگ وتفنگ بگذاشتند امّا این بادشاه زاده ارجمند مشکل پسند اگرذوق شکار نیزه نمود وبسیار نخچیر از دست خودشکار فرمود و احتمال بار انتقال جز ثقیل دانسته ازراه تدبیر دم وگوش هر نخچیر بریده گرفت ازعقبش دیگر شاهزادگان نازک سرشت که موافق ضابطه شکار میفرمودند واز تیرشکار اندازی ونیزه بازی عاری بودند شکار کشته اورا پشته ها بسته آوردند و درجاے عظمت واجلال وا نمودند که اگراین عزیز مسافرهم تربیت یافته خاندان سلطانی می بود هر آئینه بقدر ماشکار می فرمود بقول لاکه کار دردوکرازبوزنه راست نیاید وسرکه خواستن راهم روباید شاید که این سرگردانِ بادیهٔ آفات سردار زاده باشد چون بادشاه والا تمیز برتجویز خود بدگمان طورشده حقیقت احوال ازان عزیز بازپرسید لاچار پرده از پیش روی شاهد حال واکشید وآن خریطه گوش ودم آهوان شکار کرده خودرا درحضور شهریار آورده آهوی آن شهزادگان آهو چشم از سر گرفت چنانچه گوش وچشم سلطان واشد وبنے غیرت از چهرهٔ وقت ناتوان بنیان چند معدوم گردید لیکن دید که دران مجلس مخالف بسان لسان که مضغه گوشت بیش نیست در عداوت چندین دندان که هریک استخوان پاره خونخواره می باشد گذراندن وهرزمان کلمهٔ معاذ الله بر زبان راندن ازعقل دور اندیش بغایت پسند است محلی هذا القیاس هرقانونے که اتفاق افتاد ازخدمت حضرت دستوری حاصل کرده بمعه منکوحه خود بامال ومنال وخیال وافیال وطویله توسنان تازی وقطارِ بقران بغدادی وغلامانِ غلمانی نهاد وکنیزان پری نژاد بسواری جحاز

(جهاز) روانه بسمت وطن شد، بقول آنکه:

سر نوشتِ چو بد افتاد ز تدبیر چه سود
کس بناخن نکشاید گره از پیشانی

هر چند شاهزاده پایۂ مردی همت بلند پس از خرابیهای چندیطرفے سر بر آورده بمراد دل رسیده بود لیکن باقضا بکدام تقاضا هم کستے تو ان شد و باقدر چقدر هم پنجه توان گردید یکایک که باد ناگهانی می خیزد هیئت حجاز چون بنای گنبد گل و سر رشتۂ کاکل سنبل از هم میریزد و آن بانوی خاندان جهانداری که عشق پیچه گلستان دلداری بود بایک تختۂ چوب پیچیده گاهے غرق و گاهے برفرق گاه در غرب گاه در شرق رفته رفته بساحل در پیوست و از آنجا که راه پیش میگیرد درهمان باغ میرسید که بانوی اولیں در آنجا رسیده بود یکایک به یُمن قدوم فرحت لزوم آن سر سبدِ زیبائی گلهای موسم و غیر موسم در یک کسرت بشگفتگی می در آیند و خاطر عنادل ازقبیل اعما که بیک طرفة العین عین بنادریابد گلگلے شگفت و شگفت عظیم در چشمِ باغبانان در گرفت و بهرزورے که توانست دویده حقیقت حال بعرض رسانید سلطان قضا قدرت برقدرت قضا متعجب شده برای تماشای گلستان در رسید دید که باغیست همه تن شگفته امّا همیں شگفته پیکر چون غنچۂ ناشگفته در مغوله خاموشی بفکر حالتِ خود فرو رفته است هر چه از تبه حالی اش بمطالعه می افتاد:

آنانکه ز عشق رنگ و بوے دراند
در گلشن عیش آبروے دارند
چون غنچه بصد زبان خموشند ولے
در پرده بخویش گفتگوے دارند

لیکن تسلّی بادشاه خلایق پناه نمی شد و کوایف حال از ان پیکر تصویر و صورت خیال یار می پرسید و آن سُرمایۂ ناز تمکین از لبهاے نمکین نمک مهر سکوت بر نمیداشت

مگر اینکه بزبانِ یک گوشۂ ابرو به اشاره می خواند:

آشفته خاطر است گل و غنچه تنگ دل
در حیرتم که عیش گلستان نصیب کیست

بلسان گوشۂ ابروی دوم میگفت:

بهار باغ نمی آورد بحال مرا
شگوفه خنده سیر است در ملال مرا

حاصل که هر چند مخاطب سرزد حرفے از حاطب سر نزد لاچار این را نیز در همان خاموش خانه چون دوبت دریک بت خانه جادادند و شهزادۂ بلازده چون طفلان بے سوار به سواری تخته ازان قلزم زخار بادلِ خارخار و چشم زار زار بطمعه امواج بریک کنار افتاد وبعد از طے بسیار از راه در آن جزیره دریک انادانے رسید اتفاقاً بطرف دوکان بازرگانے که سر کشید رئیس بازرگان آن مدنبه بود از آنجا که آنوجیهه مقبول دلها واقع شده بشکلے که سگ و گربه بوساطت مناسبت ترکیب و موافقت رنگ مرغوب خاطرها تواند بود اگر انسان که جوهر بے بهاست از خوبیهای ذاتی وصفاتی و حسن های شکل وشمایل وبلاغت های گفتار و نزاکت های رفتار وشرافت های وضع ولطافت های طبع مقبول دلهای اهل دل گردد چه عجب بازرگان مذکور پس از معلوم اوضاع واطوار شاهزاده والاهمت که طبیعت مستطاب وهمت رفیع داشت از حالت نشست و مسافرت کعوبت وغروبت موجب نگرانی وباعث حیرانی بودند استفسار کرد آن اسیر پنجۂ تقدیر درد خود را علاج پذیر نیافته دربارۂ اسوال لب به پاسخ نکشاد نامبرده بر مزدوات افزوده گفت که اے سرو بوستانِ اقبال همچوتوی را درحین کلال وملال دیدن محض وبال جانست چنانچه که صایب می گوید:

از هجوم قمریان برسرو می سوزد دلم
دوش اے رضوان بزیر بار دیدن مشکل است

چون خلف خاقان بازرگان رایکی ازبزدگان مهربان و مهربانان همه دان دریافت بحکمی که:

اگر گوی غم دل باکسی گوی
که از رویش بقدر سودها کردی

از کمیت احوال من الاولی اخراج الٰی غایت حال مفصل در حد مهر آن خجسته روی مبارک فال شرح فرمود وجسم وسینه اش را از رقت و شفقت پر از آب واضطراب گردانید بلے صایبؔ راست می گوید:

سینه صافاں را غم محنت کشاں پیش از خود است
آب می مالد ازاں باری که برپشت بداست

بخانه خود مهمانش کرد و سیتلان وسیع بااقسام طعام درحضور پیش کشید واقمشه متنوعه واجناس متلون نظرش گزرانید ازبسکه شاهزاده عالی همت افتاده بود بهیچ چیز لطف نیاورد پس از التماس خاوند خانه مبیت اختیار کرد۔ بازرگان که ازبزرگان زمانه بود بشب بازوجهٔ یگانهٔ خود کنگایش درمیان گذاشت که دختری بالغ عمر بالغ عیار درخانه دارم آخر محض بطالع ماایں همائے رفعت جهانداری و عنقاءِ اوج شهریاری بکلبهٔ من نامراد فرودآمده است اغلب که درجلال ایجاد اقبال مناکحت فرماید فردا که صاحب تخت و دبهیم می شود از خویشی به همچو منی کم عیار عار عظیم خواهد آورد لامحاله صبحی که هنوز عروس اقبال از غرفه خاور نه برآورده بود بخدمت شاهزاده رسیده بتواضع تمام تکلیف ایں مناسبت کرد اگرچه آن حیرانِ دبستانِ آفرینش در صورت ایجاد که ازمنکوحه های پیشین مایوس بود و گردش گردوں رابرحال خود معکوس میدانست ایں پیغام فرحت جام را فوز قسیم یافت لیکن مصلحتاً بیک استغنا پنجهٔ التماس اورا برنگ اجابت رنگینی ساخت باهمال ساعت خطام فرحتی و شادی سرانجام وهنگامهٔ عروسه و دامادی برپا کرد مشاطه سحرآگین مارجعد مشکیں برعروسی حسن آفریں را

بقوت افسوں ساز بلادغدغه ازسر گرفت و گلگونهٔ صباحت انگیز بر چهرهٔ آں ملاحت آمیز که یک گنج حسن لطافت بود ترتیب داد و از غازهٔ شیرازهٔ تازه برنسخه خوبی وابست واز عطر گلاب بر سلسلهٔ زلف گره گیر گره وا گیست واز سنگ سرمهٔ بصری خنجر چشمان خویش رابیگمان بر فسان رسانید واز خط غبار مشک بر بیاض دندانش بهاے لعل خندانش ثبت گردانید خال متصل گوشهٔ ابرویش چوں تصویر زاغ بر گوشهٔ کمان در کمی می نمود وناز درغمزه وغمزه در چشمش چوں جوهر در خنجر و خنجر در آستین می بود گوشواره درهر دو گوش چوں مشتری وزهره بهر دو طرف ماهِ چهاردهم می درخشید و حمایل در گلوی چوں سلسلهٔ عشق پیچه بر نخله گل بلطافت گل می پیچید خلخالِ زرّیں درپاے زرّ نیش همانا مهر و ماه از خود تهی شده برپایش پیچیده و جلوهٔ سبزی حنا بر پنجهٔ چناریش گوئیا رنگ راوق گلگوں براباغ لعلیں دویده مراسلهٔ مروارید بر گلویش چوں قطرات مئی ناب بر گردن مینا وعرق خوش حیابر رویش چوں نسیم بر چهرهٔ گل زینت افزا دهنش را اگر نکتهٔ موهوم ندانم چه دانم و میانش را اگر عدم گاه نخوانم چه خوانم چنانچه بزرگے می فرماید:

یک موئے سخن نیست دراں موے میاں

دهنش یکسر موئی ایست دراں هم سخن نیست، حضرت شیخ سعدیؒ گویا هم بریش درازوانمودند:

هر عضو تنت صاف تر از عضو دگر بود
موئے که بر اندام تو دیدیم کمر بود

بندگی ضیاءؒ نخشبی همانا حضورش داشتند برنگاشتند:

چیزے عجب است آن کمر گاه
آوازه بسے و درمیان هیچ

باوجودیکه حسن خدادادش حلیه حلیه زیبایش بود آیا مشاطه محرم راز بطمع تماشاے ناز آں نازنین ناز بردار راز هفت گروه محسود معشوقان هفت اقلیم نمود چنانچه ایں گوهر بے بهار را در سلک ازدواج بادشاه زاده والا گوهر منسلک ساختند و کوس تهنیت بر نواختند هر چند آں عروس و داماد چوں سرو و شمشاد بایکدگر می گذرانیدند اما گوهر خاطر خاقان زادۂ بلند اراده از اجابت خانۂ دامادی تنگ آورده بتنگ آمد و آهنگ مملکتِ موروثه کرده از خدمتِ خسر آن خسرو زاده بمعه شاهد شیرین ادا نقدر خصت بکف آورد بضرورتے که بے تعمیر عبور از آں بحر قهر محال بود لامحاله بمعه اشیاے زرّیں و قماش رنگیں بر حجازے که از بس سبکی بدن چوں انبار مخلوج بر سینۂ دریا سبک سیر بود سواری فرمود قضارا اں انبار سنگ باردرته زه کمانچه قدرت حلاج قضای در آید و در لمحه اجزایش بخش بخش میگردد و آں ماه آسمان عروسی بسواری یک تختۂ چوبے چوں ماه سریع السیر برج حوت بپامردی توجهات عینے سربساحل بنوعی که کشید، کشید و از آنجا درهماں باغ مسکن محمولات بوجهی که رسید، رسید باغبان دید که بطفیل قدوم برکت لزوم آن مکتوم کتم عصمت یکبار اشجار بهار و بے بهار بار آوردند دویده درخدمت حضرت خلیفة الرحمانے وانمود که امروز خجسته قدمے دیگر وارد شده که بیمن قدمش درخت یکسر بارور شدند چوں طبع بادشاه شگفت ازسر گرفت براے طوافِ آں حرم حریم برکت خود بدولت رسیدند و پرسیدند که از که کشور آبادان میرسی و نتیجه کدام خاندان می باشی و سرو کدام بوستان میشوی که بطفیل قدمت درختانِ مختلف المزاج بے موسم بارور شدند مگر اینکه گوش از دو لب لعل نوشینت بهره ور نمی شوند باایں همه تکرار آن لعبت گل عذار زبان به نطق آشنا نکرد لاچار بحکم حضرت ظل سبحانی ایں را نیز درهمان خاموش خانه باآن هر دو یگانه هم خانه کردند و میگویم از حالت آن بادشاه زادۂ فلک زده که چون پس از تباهی حجاز سوای خنگ چوبیں در نشیب و فراز امواج کوه شکوه مهماز بر مهماز میزد به جنب کشتۓ مشیت

یزدانی درته کتاب کوهی رسید دید که اژدهاء عزرائیل دستگاهے ازبحر بسمت قلوان کوه صعود کرده که ذمش هنوز در آبست وسرش اسیر پنجهٔ قهرقادر ذوالجلال شده جسمش که بجانِ بوسیده غذاے جانوران کوهی گردیده استخوانش بمنزله زینه پایه ایستاده مانده لاچار یکبار دیگر برآمد کارندیده از طرف دم بیدرنگ علو بسمت کام نهنگ نمود بهر سختے که میسر آمد از اسفل السافلین شررها رسیده شکرانه بدرگاه جان بخش حقیقی بجاآورد هرچند هرچهار سو نالید اثری از عمرانیات ندید دران بادیه سدوان که مگس تنے نیارست کشید بملاحظه پیوست که سینهٔ بنده ازهم می ترخید سبزی سبزاء بجز سبز قدمے غولان بیابان نبود و سیاهی دود بدون سیاهی روی دیوانِ آتشی نمی نمود سواے از گردباد متردّدی دران وادی نمی دوید، غیر از بوم متنفسی دران مرزبوم نمیرسید، رفته رفته دودی از در نمو داری آورد، چون راه آن سمت سیر میکند می بیند که شهراست عظیم امّا چون جسم بیجان از عدم متنفسان خالی و خراب افتاد بمشاهده چنین آبادانی که ویرانه بران صد فخر داشت، اضطراب در اضطراب و حیرت بر حیرت افزود و درهیچ کوچه و برزن علامتے از مرد و زن نیافت الّا زنے که از بالاے بامی عالی مقامے چون پنجهٔ چنار ازهبوب صبا دست حنا زده اشاره بطرف خود می جنباند، آن عزیز مصر حیرانی این معنی را از فتوحات عالی دانسته خود را فایز سعادت ملازمتش گردانید و پرسیدش که اے مقبوضه مخدران چین و چکان و اے محسود شاهدانِ نوساوسنکول درین ویرانه پرغول سراپاهول که بر هرراه و مقامش صد نشید لاحول میتوان خواند باعث تشریف توچه باشد و درخور شریف ترا از اصل حوران بهشتی میتوان گفت یا از نسل موجودات انسانی میتوان دانست از قوم و قبیلهٔ کیستی و در اینجا ازبهر چیستی؟ گفت که اے اجل گرفته من خود آدم نژادازنهاد فلان سلطان گیتی نشان میباشم دیوے اجل اجلال عزرائیل اقبال خون عالمے را بجرعهٔ فروبرد و پس از خونریزیهای بسیار شیفتهٔ روے و فریفتهٔ موے ماشده مارا درین دیوخانه ویرانه آورده است امّا تو که ازیکمشت استخوان بیش نیمباشی بااینهمه

ضعف تنت بکدام نیت دیدهٔ و دانسته بپای خود در قبر آمده ای حالا جستن از کام نهنگ ازامور اشکال افتاد و جان بر شدن ازیں آتشکدهٔ عالم سوز از امر محال آمده طایر روح بادشاهزاده بمجرد شنیدنِ اینحال مستعد به پریدن شد و نبض ممات در ته پوست حیات بحرارت تمام در طلبیدن آمد و باخود بسر حساب رفت و گفت:

برسر خوانِ ملک شکوهٔ طالع کفر است

شور بختے تو دریں بزم نمکداں باشد

چوں خاتون خانه دید که رنگ بررویش شکست گفت که اے عزیز غم خونِ تو گریبان گیر حال من شده است غمخوار که آخر چاره سازِ بیچارگان ذاتِ کارساز حقیقی است هر چندآں دیو تشنه خون آدم و مردم آزار است.لیکن ازبسکه حقوق مداومت صحبت و مشاهدهٔ مکالمت مابرو غالب افتاد در زیر بار منت نظاره هاے گرانمایه که بالفعل برو معنے ارزانست پشتِ دوتا دارد و لِله الحمد که از سبب مباعدت جنس که آتشے را باخاکے مناسبت نباشد هنوز مهره عصمتم نشکسته مگر آنکه چشم بدیدار و دل بگفتار بمن فرابسته است انشاءالله تعالیٰ که بشفاعت ما آسیبے بحال تو نرساند امّا از حالتِ خود شرح بکن که سینهٔ تو شرح شرح از فراق کیست و چشم تو زارزار از بهر چیست؟ گوهر عالی از کدم معدن معدلت میباشی؟ و جوهر لآلی از کدام صدف خلاقی میشوی۔شاهزاده شرح احوالِ افتادن ازنظر حضرت والاشاهی وتباهی شدن حجاز اولیٰ من البعد آخریٰ وبدمست افتادن ماه جبینان حورلقا و انفصال پذیرفتن ازاں دلربایان خورشید نما بتفصیل صدر مشرح بخدمت آں محبوبهٔ زمان که مربّی وقت بود عرض نمود، ایں درجک سربسته گوهر خود را درخور رشته ایں جوان عالی نژاد معالی نسب یافته برتسلی اش افزود، درین بود که از ورود آں دیو خدیوِ دیوان، غریوِ عظیم در کوهستان برخاست و زلزله در زمین و زماں واگرفت، درخانهٔ خود ایں جوان را غذاے نرم اعتبار کرده بعیش تمام ازینسر آمدنش استفسار کرد آں آدمزاد پری نهاد در جوابش گفت که اکسر طبعِ خدامِ شه

کار دوست افتاده از تنهای های تنگ آمده این غلام بچه از مالکان حجاز که اتفاقا پاے کتان در خورده بود براے خدمت گاری و رفعِ بیگاری خود خریده ام امانش بخشی تا در شغل و سرورِ ماقصور نیفتد، لاعلاج آن آتشی زشت روی از خون آن حد کے پاکیزه خوی در گذشت روزانه عفریت به قصدِ خون مردم چون غمزۂ خونیں نگهاں بهر سو می شتافت، آن عندلیب شیدا در آغوش گل رعنا مل محبت بقدح انبساط می پیمود و آن قمری شوق اسیر براے سرو حسن انگیز بر هر شاخ وصل مراغه نشاط می نمود و شبانه که دیو بخانه میرسید آن هر دو ماهتابے تاب از هم جدا چون جفتِ سرخاب این روی و آن روی آب بصد پیچ و تاب میگذرانیدند و آن دو بیت قصیدۂ حسن چون ابیات مطلع و مقطع از هم متفرق بر اوراق رواق می افتادند از نیکه صحبتِ خاطر خواه نمیرسد بادشاه زاده با بانوی دل نواز مصلح بریں شد که قدر قدری بشری نباشد که باچنین دیو قوی هیکل هم پنجه توان شد مگر اینکه سر انجام مماتِ این بدسرانجام پس از معلوم باعث زندگانی بدرقه لطف سبحانی و تقویت جسمانی بیک محنت جانی می توان کرد مصلحت که از تهِ کار آگاه شوی، باشد که ازقوت حکمت خود از دیارش برآورده ترا باخود در مردم هم جنس رسانید تابقیه عمر بکام دل بگذرانیم روزے آن دلفریب شکیب ربا ازان عفریت بدنما به اخلاص تمام و توجه مالا کلام پرسید که اے مربّی غمخوار هر چند اشخاص مکنونات غذای آتش غریزی تو می باشد و ایدون موجودات هیزم کوزه اشتهای صاف تو می تواند بود لیکن بحکمی که 'کلّ شيٍ هالک الاّ وجهه من ربک' واقع شده آخر انجام هر کدام بیرنگ و تیر شده، الٰهی بر عمر و برکت شما بیفزاید منکه شریک دولت ابد پیوند شده ام اگر بمحرمیت راز ممتاز شوم زهے سعادت، دیو گفت اے پری پیکر جاں نواز بهتر از تو دمسازِ محرم راز که خواهد بود که سرّ خود را با او درمیان خواهم نهاد و حضرتِ آفریدگار، هم قوت و هم بازوے من، بر روے زمین دیوے و انسانے و طیورے و حیوانے نافریده، هیچ چیز جز روے تو وابستگی ندارم و هیچ شے جز موے تو دلبستگی نیارم مگر

اینکه اللہ تعالیٰ سلسلۂ زندگانیٔ من بازندگیٔ زنبورے که در فلاں ویرانه بر درخت خرما باحتیاط تمام در درجک مرصع مقفل گذاشته ام، وابسته است، صبحے چالاک از خانه برآمده بمشاهدۂ جمال آن زنبور بوستانے، سینه و چشم خود را مصدرِ طراوت و مطلعِ نورانی گردانیده، سربکارمی کشم خدانخواهد اگر دشمنے بجانِ بدخواهانِ آن زنبور سراپا سرور برسر مرگ برمن غالب آید والّا سوایے این اگر اجل رستمانه بذاتِ خود باما مصاحقه نماید دستش را چون پنجۂ زال ضعیف برتابم، چون بادشاه زادۂ سکندر طالع حکیم وقت بود بهر حکمتے که دست دادان زنبور سیاه را چون تخسم مکتب برآورده درته آسیای هر دو دستِ خود سائید، فی الفور آن دیو غریو سخت زده چون کوه دران کوه بپایے سر در کوهے هلاکت فرو افتاد و عالمے را از عدم جسم ناپاک خود پاک ساخت وشاهزاده بمزید قدغن بند بندش جدا کرد تامکرر دربند کمندش نیفتد، خاتون غم گذار پرسید که اے دوست دل نواز الحال اندازه طبع مستطاب تو چه باشد، گفت که هر چند 'حب الوطن من الایمان' آمده لیکن معبر کو که ازیں بحر قهر عبور تواں نمود، خاتون جان پرور که یک نسخۂ دانش و یک فرهنگ بیش بود نظر بر حال واحوال خود که دراں ویرانه مطلق از قحط الرجال خیلے پر ملال میگذرانیدند نشان داد که اگرچه آن عفریت افعی سرشت از خزینه دفینه انواع مالیت بهم رسانید است الّا یک تخت چوبیں چون تخت حضرت سلمان ازحکمی غصباً که کشیده آورده خاصه اش اینست هرجا که خواهی بے مددیگری از قدرتِ غیب بر پرواز بهم رسانده درهماں ساعت برساند وسواری اوسواری روح مجرد است هرگاه که بادبگردش نمیتواند رسید تابه پایداران دیگرچه رسد نمیدانم در چشمش از پرهایے پلک ساخته اندباترکیبش ازکلمحة البرق پرداخته شاهزاده ایں لطیفۂ غیبی وایں نعمت غیر مترقبه را فوزعظیم دانسته کلمۂ شادباش برزبان راند وگفت که حالا خاطر ازهوایے چنیں تخت بادپا جمع شد رسیدن وطن خود به اختیار خود کردند بالفعل ازعلم احوال آن محبوبانِ ماه جبیں که هر یک شاد درهماں برج

حوت گذاشته ام ونمیدانم که بعالم ناسوت رسیدند یابعالم جبروت درپیوستند رفع انتظاری می باید کرد چه باشد که بقدرت کاملۀ آن قادر ذوالجلال که به همیں اقبال لایزالش آتش سوزنده برمهر خلیل الله گلذار سراپا بهار شدو به طفیل فضل اجلالش طوفانِ بے پایان حضرت نوح یک دجله پایاب کرده ایں ماهرویان طناز نیز همدوش هروهم آهنگ نهنگ بسان من سخت جان بساحل پیوسته باشند و چه سود که بجنت تخیلات من ماخولیه مزاج سودای طمع اتصال شماهم باآن هرسه بانوے عصمت که هریک مصرعۀ برجستۀ دیوان بلاغت است اتفاق افتد وبراے دوست خوبئ ذاتِ شریف توبجاے بیت آخر بامصرعۀ چهارم باشد چنانچه درمحلے صایبؒ میگوید:

دررباعی بیت آخر میزند جنگی بدل

خط پشتِ لب بچشم ماز ابرو بهتر است

سپش بمعه جواهر قیمتی و امتعه منتخبه آں هردو بیدار بخت برآں تخت مربع نشِسته فرمودند که اے تخت جواں بخت اول به مکانی که از آنها کسی درقیدحیات باشد عبور فرما ازآنجا که گویم وشنوم چنانچه درساعت آں تخت صباسیر متصل هماں باغ خاموشاں فرودآمد قضارابحکم قضابراے حاجت آں سلطان زاده برگشتۀ ایام بیک گوشه رفته بود اتفاقاً طایرے چوں آفت آسمانی وبلاے ناگهانی برآں عزیزِ گل اندام ریح میکندوازسرتاپا بمرض برص نسرین فام میسازد بحدّی که ریم از سر مفاصل اعصابش میچکد وهرکه میدید ازدوری رمید درحیرت ایں حال سخت فرورفته لامحال براے اظهار صورتِ احوال پیش خاتون صاحب جمال رسید بااینکه از بفضل قدرت الٰهی مبانعت می کرد درصورتے که صورتش مسخ شده بود باستکراه کمال چشم ازو می پوشید ونطق نمی کردوهرچندآں بیچاره بتملق تمام می خواند:

در تب از کم حرفی لعل تنک جوش توام

من کباب آتشِ بسیار خاموش توام

میکنی یادم ولے یادت نمی آیم هنوز
معنی برجسته از خاطر فراموش توام

لیکن لطف نمی آورد ملک بکمال احانت وصخرت ازپیش خود می برداشت ومطلق التماس او را برَمحل افتاد واعتبار فرود نمی آورد لاعلاج آن فلک زده ازتن عریان وبادل بریان گریان گریان براے دریوزه گری سر به آبادانی کشیدروزانه درهر کوچه وبازار بانوحهٔ جگرسوز میخواند:

حاصل مامیشود آخر نصیب دیگراں
بخت برگشته چوسنگ آسیا درایم ما

اوشبانه باین رباعی تصنیف بندگی سلطان ابوسعید ابو الخیر مناجات بدرگاه حضرت مجیب الدعوات میکرد:

اے خالقِ خلق ره نماے بفرست
اے رازق رزق در کشاے بفرست
کار من بیچاره گره در گره است
لفطی بکن وگره رباے بفرست

حاصل که دمی نیاز امید و در فراق آن هرچهار زار زار میگردید بلی هر که میگوید راست است:

بسامشکل بود دل کندن از خوباں پس از الفت
هنوز آب از غم یوسف بچشم چاه می آید

آں خاتون عصمت همه تن تعجب وسراپا حیرت در هماں حدیقه وارد شد و به طفیل قدم رنجه آن کنج برکت اشجار اثمار ثمرستان بوستان بروقت وپیش ازوقت یکسر پخته شدند وسرخی وشیرینی ازلعل پوشش به استعارت گرفته باغبان رضوان خصال فی الحال صورت حال بمعرض بارگاه عظمت واجلال رسانید خدیوقضا قدرت برای مشاهدهٔ

قدرت ربانی در رسید دید که این همه خوارق عادت از تصرف همان نازنینِ جادو نگاه است و اینهمه استدراج از اقبال همان سحر آفرینِ فرخ فال است هر چند از حقیقتِ حال استکشاف فرمود آن فرد ورطه حیرت های زبانرا آشنای بحرِ تکلم نساخت بلکه آن بتِ سیمین تن در اصل بمسکن بدن شده خاموش بنشست اگرچه آنرا نیز درهمان محل خاموشان باهرسه خاموش همدوش نشانده معشوقه خاموشے راچار ابرو گردانیدند و آنهابزبانِ حال بایکدگر تکرار میکردند:

در صحبت ماسکوت دارد رونق
چون مجلس گل که بے سخن رنگین است

بادشاه نصفت پناه عالی طبع والا دستگاه درمعلوم این مقدمه محمول سخت فرومانده فرمود که منادی بدهند که تاهر که ازوضع وشریف گره ازسررشته این معما بکشاید واین هرچهار بت را کماهو حقه درنطق آرد مناکحت دختر سلطانی باوارزانی باشد درنیولا که ایام نحوست شاهزاده سپری میشودیکایک دریاے لطف الٰهی برحالتِ آن سخت کوش بلانوش که فلک درمقام گوشمالش بود درجوش می آید وبرخاطرش توارد میزند که این هرچهار خاموش سراپا هوش همانامنکوحه هایش باشند لامحاله بمشورتِ عقلِ دوربین خودرامعالج مرض خاموشی وانموده ورجوع به اولیای دولت آورد از آنجا که بادشاه در بهمرسیدن دری برای این کندلی درخیلی مکدر میگذرایند متصدیان مدار المهام امر عام دانسته آن بریص رانیز درآن خاموش خانه بردندفومودتا رداے درمیان اینکس وآنکسان حایل کنند وبتی را که اول ازهمه وارد شده باشد درپس پرده آورده نشایند بعدازان شاهزاده بکار افتاد سرگذشت خودرا تاکه دررفاقتش گذشته بود از ابتدای سوال والد والی سلطنت و جواب خلفِ گرفتار قسمت و درالتهاب آمدن آتش غضب بادشاهانه و اخراج ازممالک محروسه بمعه جانانه الیٰ غایت رسیدن بکناره دریای خونخوار و سوارشدن برحجاز سبک سیر صبارفتار و وزیدن باد صرصر ومتفرق افتادن ازیکدگر

مفصل بر معرض تفصیل گذاشت و گفت که آن شاهزاده بلازده از روزے چند دریں شهر رسیده است خاتون که سوخته مضمونِ ایں حکایت بود از اندرون پرده بسان سوختگان بانعره جانسوز سوال کرد که بلاگردانت شوم اے بریص رئیس شیرین کلامان زمان واے مریض مختارفرح والان دلان من کباب آتش خاموشی سوخته فراق همان مجسم اشفاق میباشم ان مرغوب القلوب را کجادیدی وایں سر گذشت اززبانش چهاشنیدی الٰهی اگر گفتار ایں شیریں کلام مقرون تصدق باشد همیں عصمت من مستورا مهجوره درمرض ایں مریض تخفیف شود چنانچه فی الفور چهارم حصه ازبرص البریص ازاله گردید نوبت دوم که بخاتونِ دویم رسید سر گذشت انرا نیز ازشروع وارد شدن شاهزاده بخانه .گلفروش ودیدنش ازبالابام ورحمیدنش بران خجسته فرجام وجشن انعقاد عقدنکاح بحشن بادشاهانه وگذران شبانروزے ان هردویگانه وتحشد برادران بدنهادوسواری اسپ عفریت زاد و رفتن همعنان احوال اجل تدبیر و آوردن گوش ودم ازهر نخچیر تانهایت رسیدن بردریاے حیرت پرواز وتباهی شدن ان حجازجانگداز به شرح تمام باز گفت و گفت که ان جوان بر گزیده از پرپرزور در اینجا رسیده است آن بانوے پرده نشین بمجرد اضعاے ایں لعل رنگیں پشت چشم نازک کرده بالحان شیریں میگوید که قربانت شوم اے بیمار سراپا اسرار که هزار صحت دریک گفتارتست من پر اضطرار قمری اطوار براے همان سرو جویبار شهریارے درحریم دل به ترانهٔ کوکو مترنم می باشم ازبراے خدا یکباردیگر بگو که آن جوانانِ زیبا شمایل را مشخص بچشم خود دیدهٔ ونام مرا تحقیق اززبانِ ندرت بیانش بگوش شنیدهٔ الٰهی اگر عفت و ریاضت ماقبول درگاه عالی جاه شده باشد مدعای منِ مهجور درحق ایں رنجور مغفرت شود چنانچه نضیج ازرنج ان اهل سلیج زایل شد بوی شیوع که آں بانوے شیوعی میرسد آن جوان یکرنگ که از نیرنگهای زمانه چون خنگ سمندابلق ازسرتاپا دورنگ شده مانده بود گاهے نرم وگاهے گرم قدم درفصلی تفسیر سوانح وقوعے واگذاشته بسرمنزل مراد رسید یعنی

تفصیل برآمدن آن درة التاج ازقعر بحر امواج و وارد شدن به دوکان بازرگان قدردان والامهربان اوباشد منبت گزیدن مهمان بدولتی به همان یگانه آفاق وضیافت نمودن میزبان بانواع نعمای متلون المذاق اتفاق مناکحت بادشاهزاده بادختران بازرگان بزرگ زمانه و گذرانیدن آنها چندی در خلوت خانهٔ خالی ازخلل بیگانه واختیار سفر بعزم موطن متولده وتباهی افتادن حجاز دران قلزم مخوفه ازبسم الله بختم رسانیده در خاتمه کلام گفت که دیروز آن شاهزاده سراپا اضطراب ازعالم خراب وبے تاب درین شهر وارد شده آن بی بی مجسم فراق بمجرد شنیدن این منقوله مملو اشتیاق گره گریه در گلو شکسته بر دودست بتواضع باهم بسته ازپس پرده نشسته بآواز مستمند انه بخدمت آن جوان دز دریای صحت افزای عرض نمود که ای هزار جانِ گرامی فدامے زبان مبارک بیان تو بادمنِ بیدل یکے ازدلداگان همان دلدار دلفریب که شرح احوالش میکنی می باشم وبفراق همان دل افروز اشک حسرت بر وجنات حال خود می پاشم خدایت برکت دهد راست بگو که این واقعه را در واقعه دیدهٔ یا فی الواقع مافی الضمیر میگوئی چون جوان فرخ فال بجرأت کمال متکفل وصال شد فی الحال آن پرده نشین صاحب جمال که یک پیکر خیال شده مانده بود دست دعاء بدرگاه ایزد متعال برداشته گفت که اے کارساز بنده نواز اگر شگفتگیٔ من شکسته باطن یک وابستگی بجناب اجابت بهمرسانده باشد التماس من بیکس فصلے درباب این بیچاره که چاره گربیچارگی ما آمده نافذ گردد تابفیض رسیده باشد چنانچه سه حصه سلج ازبدنش منقصے شد نوبت چهارم که بآن بانوی چهارمی که زخم تازه اوهنوز لب ازخمیازه نه بسته بود رسید جوان یکه تاز میدان سخن سازی زلف افسانه را بر چهرهٔ اظهار چنین تاب میدهد که عزیزی برگشته روزگار ازعمق دریای رخسار براه زینه پا به جسم مارمرده بالای قلّه کوهی صعود مینماید و از آنجا بشهر دیوی وارد شده باپری پیکر دوچار میشود و باتفاق همان محرم اسرار دور از دیار آن عفریت بدکردار برآورده به سواری تخت باد رفتار بمعه آن گلعذار درکنار این شهر

فرود می آید قضا را بعلت ریخ زیبای صاحب وبالی برنگ عقیقین آن جوان سرخ روی
برنگ بلّورین میگردد وآن زن که ناقص العقل که دوست پوست ناآشنایے مغزبود
ناگرفت ازونفرت میکرد چون سخن را تااینجا رسانید بی بی بسرپرخطر صورت حال
رامثل تمام درآئینه وآئینه دردست هوبهو معاینه کرده ازبس انفعالت دل می باخت و به
غلیان خجالت دست را شیون رنج می ساخت لاچار لب نویشن را در تهه دندان تاسف
گرفته گفت که ایے رهنمای گم گشتگانِ بادیه جهالت و ایے هادی وامانده گان وادی ذلالت
من همان شوربخت شوهر ناشناس میباشم که از تبدیل صورت شاهد معنی نتوانستم برد
الٰهی خانۀ چشمان من خانه خراب شود و مردم این خانۀ ویران غرق در آب کدام ساعت
منحوس بود که ازین چشم کور نشناختمش و کدام طالع داشتم که از نظر دور انداختمش
اگرمیدانستم که برهمان سرورعنایے من ازنحوست هوا یخ بسته است ازهوا داری آن
یگانۀ من قمری دیوانۀ مهرسرو نمی گردم وبااینهمه تلون بے تاب و پر اضطراب نمی مردم
یا حکیم مطلق ویا قادر بر حق اگر بعذر عدم وقوف حق بجانب ماست بحق عظمت قدرت
کامله صحت کمال نصیب حال این مردم خجسته فال که بیدار ساز من خفته بخت است
بفرما چنانچه بحکم حکمت بالغه آن حکیم حکماو آن تعلم علما حالت اصلی باصورت
طبعی طنازی وسازی آن سراسیمه روزگار گردید فی الفور شکر بدرگاه مسبب الاسباب
حقیقی بجا آورده فرمود که ردای ازپیش رویش مرتفع گردانند چون یکبار آن هر چهار
بااین شیرین گفتار چارچشم شدند بسانِ عندلیبانِ شیدا بر آن گلعذار رعنا هجوم آوردند
ازبس نشاط وبشاشت در چه چه افتادند و چون قمریان مجنون بر آن سرو موزون اژدهام
کردند و ازبس شوق و شغب زبان به کوکو کشادند یکی کبک رفتار
گردسروبلاگردانش می شد و یکی حمیده کردار بهردودست قربانش می گردید یکی
مشتاق سراپا اشتیاق ازسرطرۀ عنبرین گرد راه ازبست قدم مبارک آن مبارک قدم می
افشاندیکی دل سوزِ هوخواه ازمزوجه طاوسی مگس ازبالای آن خسرو شیرین خصال می

راند بادشاه زاده چون مرغ قحط سال ازبس اشتهای شوق دیرینه بران انبارهای حسن فرصت نظاره نداشت یکی را پرسش احوال میکرد و دیگری را اشکِ رومال می فرمود زلف آن یک کس از سرهای میداشت وبر دوشِ آنکس دیگر دست تلطف وا میگذاشت چون صورتِ حال از اهلیهٔ اولیں پرسید بعرض رسانید که اگرچه بتائیدات غیبی از میانِ افواج امواج سالم برآمدم لیکن طرفه در دریای فراق در آمدم که دگر خبری از خود ندارم گوهر که منصف باشد گویا که صاحب نصف من بوده‌ام:

ما بدریای غم افتادیم و پای برنخاست

خوش فرو رفتم و دست آشنای برنخاست

محل استفسار که بر محل دویمی رسید بر مطالعهٔ این فرد اکتفانمود:

سوختم از هجر و آهے برنخاست

دود این آتش همه خاکستر است

نوبت استکشاف منکوحه سیومی برسد میگوید

من چگونم از حالت من شاعری گفته است

چون میٔ تصویر از هستی است خالی جام ما

نیست جز پیراهنی موجود بر اندام ما

بس که دریادت تهی از خویشتن گردیده ام

بر زبانها چون مکین‌خالی است جای نام ما

اتفاق استدعاء تفصیل حال که بامعیت چهارمے می افتد میگوید:

در دوزخم میفگن و نام از گنه مبر

دوزخ بگر می عرق انفعال ماست

چون قمریان کوکو گفتار استفسار اخبار ازان سرو جوئبار خلافت که از خزان و بهار روزگار در چهار فصل واقف شده بودند نمودند اول از همه بامحل قدیم گفت:

چو دور افتادم از رویت نمیدانم کجا رفتم
بدریاها باتش ها بکام ازدها رفتم

بمرتبهٔ دویم باآن دختر ملک ملک فرنگ فرمود اگرچه قسمت ازان درباری پرشور برآمده عمری اتفاق رنگین افتاد لیکن بقول این فرد مزه برآن مرتب نشده:

بی روی خوشت گلها چون خاربود در چشم
بنشینم و خس چینم دیوانه چنین باید

بکرت سیوم باآن دفتر بارزگان بزرگ هم مکالمه شد و خواند:

هجر آمد و گرد فتنه برجانم بیخت
عقلم نشد و صبر رفت و دانش بگریخت
زین واقعه هیچ دوست دستم نگرفت
جز دیده که هرچه داشت در دامن ریخت

انجام نوبت کلام بآن پری پیکر که بحسن اتفاقش این جوان از قلزم آفات زمان بساحل سلامت رسیده و آن حورلقا از انفعال این حال که او را در لباس برص نشناخته چشم شرم برپاے ندامت دوخته است نمی افتد می گوید که اے سرمایهٔ شرم و حیا از اجتناب عدم وقوف که شناخت های جسمی موقوف برصورت اجسام آمده شرمساری مکش که من قایل برقسمت خودایم و قصور برطرف دیگری نمی گیرم چنانچه بزرگے میفرماید:

گر رود سر برنگردد سر نبشت
این سخن باید باآب زر نبشت

باید که ماهریک شکر بدرگاه حضرت جامع المتفرقین بجا آریم و انگشت بخورده گیری هیچ یکی بردرایم چون خبراین واقعه تعجب انگیز رقت آمیز که گوش زمانه مانند این افسانه عبرت پیرا کم شنیده و چشم زمانیان بمثل این هنگامه حیرت افزا کم دیده و اقعی بگوش بادشاه وقت رسید کلمه سبحان بقدرت زیور زبان ساخته پس از سجدهٔ نیار بدرگاه

قادر بے انباز عنان جنگ خاطر بسمت ایجاب وعده که بشرط و اکشاے گره از سر این رشته مسلسل نکاح دختر گره بسته بود منعطف گردانید و دوگانهٔ ثانی این عطیه سبحانی بجا آورد که چون تیر پیمان از کمان زبان بلاحجت این و آن بدر جسته بود هیچ صورت قابل عود نبود شکر خدا که همای اوج شهریاری شکارش گردید به منجمان سماسیر حکم اعلیٰ شرف نفاذ یافت که ساعت سعید برای این قران السعدین اختیار نمایند و به اولیای دولت امر ارفع رتبت نزول فرمود که موادِ جشن فریدونی و فرشِ بزم کیقبادی جشن، موجود و مُمَهّد گردانند از نیسایان لاجوردین چمن انجمن ساز سروستان سازند و از خنیاگران رنگیں ادا در گردش حلقه قمریان قرار دهند بجای گل گلعذاران گلبدن بگلگونه چهره آراسته بنشینند و بمقام عندلیبان شیرین الحان غزل خوانان داؤد دستان صف اندر صف کشند، مرغ کباب را ابراے همزبانی طوطیٔ سرین منقارِ رحیقِ مروّق که در قفص زمردین مینا به آواز قل قل غلغله انگیز چمنیانِ بزم است بر شاخ سیخ فولادین نواسنج نعرهٔ جانسوز نمانید و بطِ بربط را هم جنبِ باده که درعالمِ آب از غواصی بایٔ جبلّی گوهر قیاسِ اصلی از صدفِ زبان بیرون می کشند در دریاے سرود سردادهٔ عمق فهمید صوفیانِ صاف مشرب بگیرند بفکر معاوضه شبنم گلبرگ تاکه معشوقان گل چهره عرق بهم رسانند پیاله های لبریز میداده باشند وبتصور مقابله سلسلهٔ سبیل ختنی که زلفِ مومیانان دراز مو، شکن بر شکن بشکنند باعطر گلاب شانه می زده بهَوس تماشاء چترزنے طاوسان مرصع دُم به رامشگران سبک قدم اجازت کنند که در چرخ زنی درآیند و نجبال خنده تدروهای بوستان بمثال فردوسان رخصت دهند که لب بقهقهه گشایند بمنزله جلوس گلهای لاله پیاله های عقیقین را پر از شراب ارغوانی گردانند که نظر فریبِ هر صاحبِ نظر شوند و بعقل نظاره ها نرگس هاے شهلا مردم چشم خونان را بدمست سازند که بهر طرف غمزها ریز گردند وبذوق یارستان نار پستانانِ گلنار چهرا مر گردد که بانشایٔ رنگین، چهره بر افروخته قطار در قطار بنشینند و به اشتیاق اصغاء آواز نواسنجانِ

حدیقه بنوازنده های شیرین دست یکدست اشاره شود که زخمه های سراپا مرهم برسازهاے مسرت پرواز بزنند درحینے که باغبانِ زرّین لباسِ مهر که نخلبند به بوستان سپهراست از چنیں خیابانِ جنوبی پرداخته سمتِ چمنستانِ شمالی متوجه به پرداخت نورسیدگان عالم نباتات شد و ازآب ابربهار گردراه ازچهرۂ مسافران شارع نوالید فراشست وازجنبش های بادشمال کسل ماندگی ازسرمفاصل متروان وادی موالید برداشت مشاطه هوا خوره درمشکوی شهریاری بحکم خادمان محل اول دست خودرا بهفت آبِ گلاب شگفته درسی بستِ دخترِ زیباشکل رعناشمایل نشسته سنبله کاکل ازنرم نرم جنبش نسیم شانه به اهتزاز آورد وبرچهرۂ آنصاحب جمال پری تمثال که یک گنج حسن و لطافت بود از زلف عنبرین هردو طرف دو ماربچه بادوصد پیچ و تاب تعبیه نمود وبه چشمانِ آن آهو چشم که دوخنجر ذوالفقار آب بودند ازسیاهی سرمه، سیه تاب گردانید و ازگلگونه، چهرۂ گلگون را که بیرنگ رنگین بود ماهتاب تاب ساخته برصفحۂ عذارش خال سیاه واگذاشته نشان ازبوسه گاه درداد درمیانه دندانش مسی مشک آسیه بهای لولوی لاله درشکست قصه کوتاه هرگاه آن دوماه دو هفته هر هفته گرد گردن و گوش ازجوهر و گوهر بیاراست زهره برچرخ سیوم درحیرت و غیرت چرخ زدو درمحاذی کنیزگان نازک اندام که درخدمتش چابک خرام بودند حوران بهشتی دربهشت شرمسار گردیدند آفتاب دریں آرزوے سوخته شد که خودرا آفتابے وار متصل روے مبارکش گرداند و ماه دریں تمنا زرد ضریر گردید که کل چاندنی خودرا نثار تارک نازکش سازد و جماعت حور به اردۂ پرستاریش نقدجاں را بُزشوت در خدمت رضوان آوردتابه مهم سازی خودرا در حضور سراسر سروش رسانید و خیال غلمان بشوق غلامی اش ماخوذ شدند که نیم شب از بهشت گریخته داخل سلک غلامانش شوند مستورۂ از ازدرخانۂ خم به اشتیاق لعل نوشینش بجوش آمده و مخدره جنگ درآغوش نسوان چنگے و ادراک خدمت گرامی گوشش در خروس افتاد، پلنگ خاصه مسرت قدوم بهجت

لزومش از بسکه می بالید در حجره نمی گنجید و شمع شبستان در طپش شوق دیدار غمگسارش ازبسکه می افروخت چون پروانه می سوخت بهرحال چون مشاطه های بالغ عیار و پرستاران محرم اسرار از تزئینِ وتکمیل آن جمیل که ماه جمالش چون ماه ایام زاید النور در نور افزای و چشمۂ حسنش چون سنبل موسم بهار در موج زنی بود بقدر طاقت حوصله بشری فارغ شدند صرفیان دین و دولت حکاکان یقین وملت بحکم شریعت بیضاآن درة التاج خلافت را بااین جگر گوشه صدفِ سلطنت بسلک نکاح منسلک ساختند واز طنطنه شادی وغلغلۂ مبارک بادی کوس جهان وجهانیان را پراز درّ غررِ مسرت وانبساط خدیو قضا قدرت سپهر نه آئینه که سلطان زرین چهر مهر که خاقان هفت کشور سپهر است در ایاغ ربیع نواخلِ حدایق را بانعام خلعتِ گلهای رنگین مخلع سازد، اولیاے دولت وارکان مملکت را از سرتاپا درزر گرفت و به بخشش پوششهای رنگ رنگ وتشریف های تنگ تنگ همرنگ سرخرویان چمن ساخت وبرخنیاگران زهره جبیں ازدرهای آبدار آنقدر بارش فرمودند که تازانودر اب گوهر غرق نشستند و به رامشگرانِ طاوس نزاد از اقمشه های زریں بمنزله انعام کردند که درته انبار پرن وپرنیان گم گردیدند از سیم و طلابرمردم مفلوک بمرتبه رعایت شد که بجز فلاکت دران مملکت احدی مفلوک نماند واسپانِ تازی بمردم اهل بازی بحدے انعام فرمودند که بدون توسن طنبوراسپ در آنجا کمیاب گردید محتاجان تهی دست طلب بآبِ گوهر چناں شستند که تادیگر دست به سوال نکشایند و سوال از سایلان آنقدر روپوش شد که تاقیامت روی شوم خود ننماید و متعمدان رامش ومتکلفلان بازی در وقت رقص از هرطرف بنهایتی دستک نشاط زدند که طیور غم از اشجار عالم پریده بملک عدم رسیده بالفرض اگر ساحره الم به سحر و افسوں در آن محفل مسرت منزل در خوابی و خیالی بگذرد ازبس شادی شادی مرگ شور فی الفور غلطک زده بحکم مناسخ در وجود حوزی درآمده کرود جهاں برآمد۔ ای خامۂ سخن آفرین صد آفرین برسحر آفرینیٔ تو

اندکی گوش بآوازمن باش که بالفعل به امید خَتم کلام شیرنیت این هردو فرد شیرین خسرو زمان و شیرین خسرو خوبانست بادلها۔ مشتاقان معطل از رسوم شب زفاف نشسته اند اگر دمی ازین سفر سنجی و سحر پردازی دم در کشی هنگامه ناز و نیاز ان هر دو عزیز سر گرم شود، چون وقت خلوت در رسید دختران قبیله و نازنینانِ جمیله که از وقت طفولیت محرم اسرارش بودند و نوخیزان سمراز و هم عمر که دلسوزی های بے تکلفانه در کارش می نمودند گرد و پیش آن بدر فلک حسن چون صفت ستاره های درخشان حلقه بستند بعضی از آنها که کارگذار عالم زنان شوی بودند سر زلفش بسمتِ مشتاقش می کشیدند و تسلی اش بیفزود و چندی که از ناکار افتادگی آسودگی خاطر نداشتند بر هر خندیدگی می خندیدند باخودها تهلکه می بردند آن سرو روان بوستانِ حیارا که ازبار شرم بسته دوتاداشت بتکلیف اهتزاز نسیم تصالح بر اراده شاهزاده درجبش آوردند وبصد تکلف تواضع همدوش شرم و هم آغوش حیاتابه درخوابگاه رسانیدند و بهر افسانه و بهانه که میسر آمد جانانه را در آغوش یگانه خالی از خلل بیگانه گذاشته آمدند در حالتے که چراغ شبستان از شرم و جاهت آن مهر چهر غرق درعرق می شد و حسن از در و دیوار می بارید شاهزادهٔ بادشاه وقت گاهے سر رشته سنبل تر از چهرهٔ گلرنگش بسر انگشت خود می پیچید لیکن آن نازنین مجسم بیحجابانه نمی جوشید و بالایش نمی دید و گاهے پرده معجر زرین از رخ شرم کیش بطرف خود میکشید اما غزالهٔ ختن خوبی از پنجهٔ آن هم پنجه شیر گردون می ترسید و چون بید بر خود می لرزید هر چند آن عزیز ارجمند پیش او میخواند:

گل نیم شب شگفته شود در حریم باغ

تعلیم گل رخان بحیا این قدر بس است

لیکن فایده نمی آورد و مهم بانجام نمی رسید لاچار سزای کلید این قفل زنگ بسته رجوع بخدمت آن زاهد خم نشین که در دعوای شرم ربائی شیرین ادایان شرم دوست بریاضت

های سخت شاقه دستگاهی بهمرسانده که حیا بگردش چون زاغ بگرد کماندار پر نمیتواند زد و شرم بنزدش همچو سیماب نزد آتش آرام نتواند گرفت آورد چون همین نسیم همت همان درویش طے کش خانقاه مینا آن غنچهٔ شاخ شرم چون گل گلاب بیحجاب بشگفت و متوجه حال عندلیب شد آن بلبل بدمست که صاحب وقت بود وقت یافته بر غنچهٔ نهانی آن گل رعنا چنان منقار گستاخانه زد که لاباقے در سرخی فرونشت وقطرهٔ چند از عرق گلاب وا چکید هر چند بر سخنے نول آن شاهد شنگول قول لاحول میخواند و باابروی کج و چشم های اعتراض بینے باهم میکشید اینهمه کج بینی راست چون تیر بر نشانهٔ خاطرش میخورد و این شهادت را سعادت میدانست اے قلم گزیده زبان زیاده ازین دهنی نکشا و باچنین راز افشانی حرف واشگاف منما، در دوعزیز رفت انچه رفت و گذشت انچه گذشت یکه زمرد یش اقبال هنوز از آغوش زال سفید موی صبح نه برخاسته بود که نوشه شرم آموز حیااندوز بتکلف تمام چشم مخمور خواب آگین خود را از دستِ ادب باهم مالیدبیدار شد وتشریف بحمام آورد و آن سرگرم خدمت غسّال در خدمتِ عالی بادشاه زاده معالی منزلت گرم جوشی بکار برد و مقام تغسل ازقبل مردم لباسی پرداخته باگرمی صدق انچه در کیسه داشت نثار فرق مبارک گردانید هر چه گرم و سرد در گذشت از غایت عقیدت بر خود کشید خدمت شایسته بجا آورد و اندرون محل دختران هم سن و مشاطه های هرفن درخلوت گاه رسیده این گل منقارخورده و آن گلبرگ رعنا آزرده وآن گوهر منقب افسرده وآن خواب سنگین زده را چون بخت آن نوعروس بیدار بخت بیدار کردند بعضی نقاب معجرزرّین را از چهرهٔ آفتاب تمکین که یک حسن نمکین ملاحت داشت بر میداشته و چندی زلف برهم خود را که در کشاکش برهم شده بود درست میکردند و هم رازے بر شرم ورزی هاے سبیه حلبیه می آورد و آئینه بدستش میداد و هم عمرے بنظاره حسنِ چشم مخمور مسرّتے می اندوخت در توصیفش میخواند:

تشنهٔ خون کرد مست چشم فتان ترا
خواب سنگین شد فسان چون تیغ مژگان ترا

انجام کار ایام بهار ازهمیں قبیل و همیں اطوار باآن بر چهار دلدار قدیم و ایں یارِ غمگسار جدید چون عندلیب در گلستان و قمری در سروستان مرغوله سنج نشاط بوده مسرور الوقت گردانید و تابستان در رسید دریں موسم که غوکان لای سرشت از عدم آب بے تاب شده در آغوش ماران غوک خوار می خیزیدند آنها که ازبس حرارت هوا حواس قایم نداشتند میلے بطرفِ غذاے خاص نمی آوردند و چشم غلنوازان بلند پرواز که تقرب جناب آفتاب عالمتاب نصیب ازلی آنهاست بر منقل مهر بے مهر چون دانه های سپند چند در چندمی سوختند آن شاهزاده بزرگ اراده باخادمان محل در خس خانه هاے که اگر آفتاب بااینهمه تاب بر آن خانه بگزرد ماهتاب تاب گردیده سراپا آب شود و اگر اجگر با اینهمه احراق بوساطت حقه تباکو در آنجادر آیدفوری یاقوت بهمرسانده آتش کش گردد و برلب آن حوضهای که فواره ازباطنش چون مصرعه برجسته از شعر بلند و نشانی عالی از شراب شاه پسند جوش می زد و بجمعیتِ باطن و مسرت ظاهر میگذرانید و هر چهار طرف که در آن محفل از گلاب پاشیءِ ماء زمردیں گلاب پاشی می شد همانا که ابر رحمت بارش می فرمود قطره ماء گلاب که از چهرهٔ معشوقان گل بدن میچکید گوی که شبنم از گلبرگ می افتد و تقاطر عرق گل که از کلاله نیکوان می ریخت بدانے که لولؤ تر از مراسله شکسته میریزد و حالا هوای تعریف برشگال در سر خامه گهربار می پیچد و میگوید که چون نوشه زریں نقاب آفتاب در شهر خورداد بخانهٔ جوزا کتخدا شده ابر باران را بسواری فیل ابر رحمت که خرطومش سبح به اعصال طولے می انداخت و سوارش که نو عروس باشد باحورانِ بهشتی سرگوشی میکرد سیر گاهش فضاے روضۂ رضوان می بود پایمالش سبزه بهمرنگ فلک زبرجدیں می شد آب از چشمهٔ تسنیم بخرطوم میکشد و بر عالم ناسوت میپاشید و چون پهلو به کره زمهریر میزد از رفرف رعد حرقش میکرد و اگر قدم

برتارک کوه میگذاشت از آب خرطوم خرقش می نمود و صاعقه را چرخے دارش میتوان گفت و بارقه و برقش گجگ میتوان خواند در هودج عنت و مجفه لطافت باقرار تمام در شهر مرداد و برج اسد که دولت خانۂ خاص آن اسد گردون بود اورا شاهزاده کام بخش که مهر سپهر معاشرت بود باهر پنج خاتون که شخص شادیانے را که بمنزله حواس خمسه بودند سرهای دلخواه می نمود و تلافی ایام الام میکرد حس سامعه را بسمع سرودهای بهار و نشیدهای عصه و غراهای شیرین و ترانهای نمکین مستفید میساخت و چهرهٔ نوایے باصره را نظاره صبیحان، ملیح و ملیحان صبیح تماشاءان سرزمین و گلگشت طرب آفرین غازه شهرت حسنِ تازه می بست و قوای شامه را بمشامات ملایم طبع از عطرهای متنوع و لخلخه های مطبوع از عود و عنبر و مشک ازفر صاحب دماغ میکرد و قوت ذایقه را از مذاق ماکولات معدد و مشروبات معذب صاحب ذوق می فرمود و حس لامسه را از تقبیل وجهات مقبولان گلعذار و بادیه مباشرت نازک اندامان پری رخسار پرواز حس می نمود وقتیکه گیسوے مشکینِ دراز مویان موی میان را بطرف خود میکشید عرق ندامت در ابر سیاه به حبش می در آید ملک غرق عرق میشد چنیں که چشم خونی نگهان قادر انداز از عمرهائی شرق برق ریزش میفرمود صاعقه نالایقه خجل شده سمت الراس بر خاک مذلت می افتاد در تعریف چنیں موسم که از فیض رطوبت هوای نے در دست نے نواز چون نئے نیستان تر و برگ میشد وبطِ بربط به اهتزازِ هوا از غلبۂ قوت تموج پرپرواز کشاد مستعد به پریدن می گردید مینائے سبزفام از یمن ایام سرو باستانی شده بود و گلهای قالی از مدد قوای موالید مالش می نمود دانۂ تسبیحِ وظیفه خوانان در مزرعه دست می روئید و دانه خال مه لقان هم چنیں سنبله زلف میبالید نسخۂ گلستان و بوستان بیُمنِ اسم سرسبز می گردید و لفظ سبزه بتفصیل تلفظ چون سبزۂ دیوار باغ سر از خلد می برآورد اگر سبزه قلم در دست من متعرف نیزه نیشکر گردد چه عجب درون شیشه ساعت از غلیان طراوت آنقدر آب بهمرسیده که پیمانه ساعت در و غرق می شد و قرص روئین سطرلاب از فیض

رطوبت موسم بحدی نرم شده بود که کوبه چوبین چون منقار عندلیب در گل می درآید تاهرجا که نظر کار می کرد عالم آب بود مگر آنکه غواص مهر کلمه کل شئی حی الماء برزبان آورد سر بساحل مهر برآورد و عازم بدار الملک دی گشت حالا هندوے خامۂ من از حرارت طبع وحدت فهم از بت خانه سخنوری در آمده برای گرمی بتان معنی ناقوس سخن می جهانید اگر یاران سر گرم کار خانۂ سخندانی کوس آواز شوند سخنهاے چرب و شیریں گرم‌تر از حلواے تر سرکا در دهن کوس پر هوس ایشان برساند و یک ضیافت طبع براے خود هم ننماید میگویند که چون پیر مغان مهر که آتش افروز هفت آتش کده شهر است درباب باشندگانِ خطه خاک سردمهر شده بحدے سردی بکار بود که زمانه از طرف مهرش دل سرد نمود و زمانیان سرد اندر سرد شدند ملک ایں سیر گردون خود هم سرد گرم گردیده تابِ برآمدن از چشمه خاور نداشت و اکثر جوان پیران سفید ریش رعشه دار می برآمد مردم آفتاب دانسته روے بطرفش می آوردند او روی بطرف خود میکشید و لرزه در اندامش می گرفت مردم چشم آفتاب رویان باایں که خانه در آفتاب داشتند باپردۂ عدسے وعنکبوتے در خاکستر سرمه میخریدند و تدروان کوهسار در آن ایام برفتار جلوۂ آفتاب را جلوس ماهتاب اندیشیده بر رویش خنده قهقهامیزدند و برفتارهاے ناز آمیز رقص عشرت انگیز می نمودند برخوان فلک قرص شمس درنمود بیش که نان تندور نبود امانانِ سرد دانسته هیچکس آفتابش نمی فرمود سبترک از گرمی روزبازار منقار هر گل آفتابے نمیرود ذره از کساده بازاری متاع عجز رو دست انداخته برد کانچه نامرادی سرد دل شده نشسته بود سرورا از بارش برف سفید موے از سر دویده تاآن همه قد و قامت درعین جوانی پیری اش بهمرسیده و چنار که باآن پنجۂ رنگین به چنیں دیو سفید هم پنجه شد انگشتانش از کار رفت و رویش سفید گردید نرگس که آن دیده ناز بردار ماچنیں عفریت قهرناک قوی هیگل دو چار شد از حیرت چشم باز ماند و سوسن را که بان آن زبان ندرت بیان بمقابله چنیں دیو پرغریو همزبانی اتفاق افتاد از غلیان هیت

لسان لال گردید مرغان در هوا بعینه طایران تحریر می نمودند و حیوانات برزمین بمنزله صورت تصویر می بودند برودت هوا تا به این جا چند در چند نموده که آب روان منجمد و ماهی تخته بند بود زیاده ازین صعوبت سرای تا کجا تصنیف نماید که خامه مصنف از حجره مجره نمی برآید درچنین موسم سرای شاهزاده مجسم جوانمردی چون آفتاب فروردین براحوال مکنونات حرارت مشفقانه بکار برده در بارگاه جم جاه جلوس حسن جمشید برپانمود بگرم جوشی تمام عالمی را بفیض بخشی سرگرم کارخانهٔ حیات گردانیدو افلاطون رادق که بمشاهده شدت هوا از عمرانات بریده همه اعضاے خود را درخانه خم کشیده مانده بود بگرمیٔ الطاف شاهزادهٔ سکندر طالع چون افتاب از افق خرابات طلوع نمود دختر رز که بملاحظه شناخانه والا گذاشته در دولت خانهٔ یگانه مینا خریده بود ته میکند گرمیٔ توجه ولی عهد پای برعرصه ساغر گذاشت بطِ باده از ته برف برآمده در ساغر شراب که آب سیماب مزاج دارد شناوری آغاز کرد طایر بربط باافرع طیورها در دریاے سرود که بالے ندارد بنازکی پرآشنای کشاد ازیمن ریح روح پرور ارواح تازه دربدن ابریق رسیده و از لطف ابریق شفیق رنگ سرخ برروی ساتگین دویده درآن محفل سراپا مهر ازیار شناسان گلنار چهریک یارستانی غناسوز عشرت افروز بود که هر مردے روے بررویش کرد چون محاذے آفتاب تاب مقاومت نمی آورد از مغبچگان آتش پرستِ کافرستانی صبر رباصابر کش بود هر صابری که دوبدویش می گردید جان برنمی شد شراب درآن نواحے به یمن شراب دیوانه وش در جوش بود و بربط به تقبیل اسم بط در آغوش معنی خروش می نمود صراحی از عنایت عالی جاهے راز دل در گوش پیمانه می گفت پیمانه دیوانهٔ اسرار آن یگانه از خراباتیان زمانه می نهفت ساقی دربلندی نشاء از پامی افتاد مینا در جوش شراب بسر می غلطید مستان خم یارستان مے پرست بانشاء ذاتی مست در مست بودند اعکاس دیده مخموران صبوحی کش در پیاله های لبریز پیاله درپیاله می نمودند شوخی هاے نوخیزان شرم آمیز که در عین نشاء سرشاری بکار می

بردند در چشم ان نور چشم خلافت عمل خوشتر از توتیاء مصر می فرمودیے حجابی هاے نوآموزان حیا اندوز که در تسلط باده آشکار می کردند در دیده ها از نور دیدهٔ سلطنت تماشاے رنگین تر از گلزار می نمود شوخ چشمان عیار که همیں طرار می بودند از استیلاء خمار چشم بربست پاے می دوختند و نوعروسانِ شرم دوست که گاهے در دیده نگاه میفرمودند ازپے حجابی هاے چهرۂبے نقاب چون چراغ می افروختند رخسارۂ معشوقه بر رخسارۂ عشاق چون ماهتابے بر ماهتابے می غلطید و لب مطلوبه براے طالب چون لعل بر لعل منسلک می گردید نشاء بلند بر چشم بادامی چشمان بسان مینا بر ساغر می رسید و کلاله مشکین بر رخسارۂ خوبان چون سنبل بر لاله میبالید نازک بدنان سیمیں بدن چون حمایل بگلوی شهزاده حمایل می شدند و گلعذاران گل اندام چون عندلیبان بر گل بر آن عندلیب شیدا شیدا می بودند لبهاے باباده و باده بالب ها گرم جوشی می نمود و چشمها بانشاء ونشاء باچشم هم آغوشی می فرمود فی المثل اگر تقویٰ بالفرضانه دران محفل تقویٰ ربا بتماشاء میرسید از تقویت متفوی میشد و اگر بالفرض توبه دران جشن توبه شکن وارد وقت میگردید از توبه هزار توبه میکرد اے خامه سیه فام سیه مست خود در احتراز توصیف ایں آب سرفته گر که اسمش در نوشتهاے مکعوس افتاد ام الخبائث درمیان اوست بادو زبان دو صد توبه کناینده امابقول مرزا صایبؒ که سرخوشِ نشاء مضامینِ بلند است لب بندنمی کند:

از سیه کاران حدیثِ توبه جرم دیگر است
جامهٔ خود را هماں بهتر نشوید گل چنیں

اے قلم جادو رقم سحرآفرین من بهواے کلماتِ شیرین تو مرغانِ بوستانے که درهوای بهواداری تمام معلق ایستاده ترا از حال آن مشتِ پر چه غم لیکن که غمخواری بادشاهزاده که باراده عزم وطن مالوفه بانتظارِ احتام کلام در ملک بیگانه سر راه معطل نشسته لازم بل الزام است اندکے لب بر بند تازیں بر پشت بارگی عزم بالجزم بربندد حاصل که خلف شاه

عالیجاه دوازده ماه همراه آن پنجماه افلاک حسن لطافت در عیش و عشرت گذرانید لیکن اخر سال بقول این فال که گفته اند:

جب الوطن از ملک سلیمان خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف که بمصر بادشاهی می کرد
می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

رگ رغبت سر وطن در طپش آمد چون خسر خود را که خاقانِ وقت بود بر ارادۂ خود مطلع گردانید بادشاه گیتی پناه در پاسخ میفرماید که اے فرزند راسخ الاعتقاد اگرچه از مدت بر احوال کسیر الاختلال ملک و مال شما اطلاع حاصل است امّا بملاحظه ملالت طبع و کلالت خاطر گرامی اب بر زبان نیاورده ام همین دولت خانه مارا و این نعمتِ خانۂ خود اعتبار بکن و گوش باین حکایت هوش ربامده شاهزاده بمجرد اضعاء این مقولۂ حیرت افزای الحق در ته کفِ پا آمده گفت که خدا خیر بخشد انجام این کلام چه باشد بادشاه عالی نهاد نظر بر استمداد داماد تفصیل از حقیقت حال باز کرد که از تباین زمائن و انقلاب ادوار از گردش افلاک و بعلّت روزگار بهر اتفاقے که اتفاق افتاد والئ فلان ولایت بر ممالک محروسه شما تسلط آورد بلکه یکسر تاراج نموده احاد خراج قدیم را اخراج کرد خود بتجدید صاحب سکه و تاج گردید لاعلاج آن گزیده تاج آماج تیر بلا بوده بے رونق و بے رواج بسان مفلوکان سراپا احتیاج بنانِ جوین محتاج زار و نزار در مداین قرب جوار میگردد از استماع این اخبار پر اضطرار بیک ناگاه شاهزاده فروروِ ورطۂ حیرت شده از بس غیرت که حب کسی همت اهل توره میباشد سربلند کرد در خدمت خسر که خسرو زمان بود ملتجی کمک و اعانت شد لاچار شهریار و الاتبار بمقتضاے علو همت و قرابت تازه بدرقه بے اندازه مدد فرمود چنانچه شاهزاده باعساکر قاهره قصد ممالک موروثه مینماید کلکم که نیزه نشان این لشکر ظفر پیکر بود تفصیل معرکه بمعرض بیان

میگذارد که درهنگام سواری نقاره های ابر غریو که بربختان کوه کوهه بلندآور شدند همانا میغ برتیغ های کوهستان در غرش آمده و اقبال کوه تمثال که از دم تاخر طوم غرق در آهن بودند گوی کانهای فولاد بظهور رسیده از تهلکه آواز بوق عروق خرد جان در طپیدن شد و از هیبت غریدن گاو دم گاو زمین در حریدن افتاد از سهم سهل اسپان که در زیر غازیان ظفر کوس نشاط میکردند سیر گردون چرخ معلق می زد از دغدغه چاشنی های کمان که در دست بهادران قادر انداز جوش می نمود رنگ برروے قوس قزح می شکست از غلیان غبار آفتاب عالمتاب بصد حجاب روپوش شد و از ثقالت افواج گران آب در زیر زمین در جوش آمده از بس صداے صعب کرنابسان صور از اسرافیل سر شکاف بود مغز افیال چون آش نیم پخته در دیگ سیاه جوش میکرد و از غایت که راکبان عربده جوے گران رکابے مهماز برمهماز میزدند جگرسمندان آهنی سم درحیز انتهای رستخیز چون حبر لشکر کشی بر حریف رسید بحکمے که دو هزبر در رنگ مرغزار و دو شهریار در یک دیار باهم نسازند باافواج دریا امواج چون شیر زمان و پیل دمان در رسید گوی از جانبین دو کوه پرشکوه بااشجار آتشین وانهار خونیں بشدت تمام در جنبش آمدند یا ازطرفین ابر تیر و امرداد بابرق آتش افروز و صاعقه جگر سوز باهم آمیخته تقاطر تیر و تفنگ بارش نمودند مواکب انجم ثواقب و شمار افواج قلزم امواج نهج مرکب و کلک راست نیابد مگر آنکه سیاس از لشکر و قلم از علم استعارت کند تاقدرے ازاں بحظ غبار املا نماید از وفور دود آتش بازی و غبار عرصه ترکتازی درعین نیمروز شبِ سیاه می افتاده و شعشهٔ خنجر و شمشیر به بهادران هر دو جانب که تر ددنمایان می نمودند رهنمای میکرد در سیل آب تیغ غازیان کیش عالمے غرق می شد و اجل بذات خود از آشنای های قدیم دست وپازده هم جان برساحل سلامت میرسید از خون کشتگان دریا هاے زخار خونخوار جوش میزدند و شمشیر و تیر برنگ ماهی و سنگ پشت غوطه خوردند و مظفران نهنگ آهنگ ملاحی فرمودند و کشتی مراد بساحل شهامت می بردند و مردمان اهل چین دل

درباخته زورقِ حیات در عرقاتِ ممات مستغرق میساختند وز تیرهای فلک فرساء چرغ دولابی دزدیده شکم گردش میکرد و به چپقلشهاء فیلانِ قیامت انگیز زمین و زمان تزلزل می نمود از زخم گوله توپ در بدن فیل غار عمیق می شد و خون از زخش چون طوفان از تنور جوش می آورد خرطوم پیل که از ضرب سیف جدا میکردند گوی بلای سیه از آسمان فرود می آید و سوار فیل که از خوردن تفنگ بی درنگ می افتاد بدانی کلوخ از قله کوه برزمین می رسد تیغ از نیم دلاوران تیغ آزمادم واپسین داشت و خنجر از زبان خون آلود لب بستن بود از جوش چون شاخ گاوزمین گل سرخ بهار آورد و از ریزش خدنگ انداز غازیان چون ماهر همه تن خار شده و تیرهای پرآن که از سر بهادران بی پاک معلق گذشته ویا در پهلوی می نشیند شهیدان معرکه پر پرواز بهمرسانیدند و شمشیر برآن که از اسپ ترکان ساده انراک صاف گذشته دو نیمه کرد سپاهیان یک اسپه دو اسپه میشدند و از گرمیٔ شست تیر اندازان سوفاره تیر لب وا رهانده و از هر گوشهٔ کمان کلمه زه برزبان آمده از بس که کمان چون ابروی خونیں نگهاں مردم را در خون می نشاند از یُمش تیر در خانهٔ او آرام نمی گرفت و هر دم بدر می جست و ترکش باوجودیکه از پیکانهای تیر سینه خارا سیر داشت لیکن بملاحظه جان ترکش نمی گرد و قربان از دور قربان می شد ایدون که معرف در تعریف تیر افگنان قلم گیر می شود کلک خامه در موشگافیهای مضامین کلک بتر میگردد دراں نبرد مرد آزما غیر از سپر کسی پشت نمیداد و بدون تیر احدی ازجگر نمی گذشت غـرض که بحدّی کارزار در جوش بوده که منصف راه گریز فراموش نموده آخر کار بعد از تردد بسیار بفضل حضرتِ وادار شاهزاده نامدار کامگار بر غنیم لئیم برگشته روزگار غالب آمده اکسری رابدار البوار فرستاده بعضی ها آواره دشت ادبار شدند فی الحال شادیانه فتح و اقبال بلند آوازه ساخته دوگانه شکرانه بدرگاه حضرت متعال بجا آورد و از بس رسوخت اعتقاد و بزرگی همت پدر بزرگوار خود را که بمثل شاه ابراهیم تارک التخت و الدهیم بود از اکناف بلاد با حشم بادشاهانه طلبیده بسانِ فرزندان

بر خوردار استقبال نموده آورده بر تخت سلطنت نشانده خور ولی عهد گردیده و هر پنج محل را در محلخانه فرزندانه بادبانه ملازمتِ والدین کنانیده هر چند بادشاه مغلوب تدبیر ناآشنایے تقدیر از تصور بے انصافیهای خود که ناکرده تقصیر فرزند صغیر خود را که در اعتراضهای کثیر انداخته اخراج از ممالک محروسه ساخته بود چشم انفعالت بر پشت پای ندامت می دوخت لیکن شاهزاده بزرگ اراده ازبس که طبیعت مستطاب داشت و بر حکم ازل قایل بود ازبس حقوق شناسی والدین خدمت مادر و پدر سعادت نشاتین می دانست و گاهے ماهے زبان را آشنایے دریای شکایت نمیکرد۔ اے دل دیوانهٔ قادری که شاهزاده را از تصدیعات کارزار وتکلیفات کوهسار و بلیات بحر ذخار و آفات عفریت خونخوار که تفصیل اضطرار یش هزار در هزار است سالم بر آورد پنج گوهر یتیم از جدید وقدیم درسلک ازدواج او منسلک ساخته صاحب تاج و تخت و مالک مال گردانید البته فکری از کشایش حال و رفاهت احوال توهم کرده باشد ترقی هایے زمانه را تنزلی درپیش است و تنزلیهای فلکی را ترقی از پس چنانچه بزرگے می فرماید:

دلا دلا زچه حالے بهیچ حال منال
یقیں بداں که نماند زمانه بریک حال
کدام محنت و اندوه گان بماند مقیم
کدام دولت حشمت که او نشد بزوال

کشایش سیوم از حالت آن سلطان زاده سترگ اراده باشد که در فراز و نشیب حجره دوازه گاهی در قبض و گاهی در بسط گزرانیده پس از اشکال دوازه سال احوال اصلی رسیده وآن اینست که بادشاهے جم جاهے یکتا پسری داشت گوهر یکتای از صدفِ خلافت که این هم پس از قطره ریزیهای بسیار در دریای مناجات نیم شبی و غوّاصیهای بیشمار در امواج مراقبات سحری بکف افتاده بود و شهری دلپذیر تعمیر ساخته که قلعه اش چون جدول شنجرف ازهر چار طرف دامن انداخته و ایوانش بسانِ بیت مطلع سر به بلندی

افراخته بیت هایش چون بیت هاء قصاید استادان مشکل پسند و مردانش مانند مضامین چند درچند۔ راستهٔ بازارش چون بیاض بین السطور و ترادُفه و کاکنیش چون مناسب الفاظ درظهور قرینه، عمارتش بسان قوافیه قصاید بیک آئین واقمشهٔ متلونش همچوتماثیل متبوعه رنگین شاهزاده که بحلیه تهذیب اخلاق و ترغیب اشفاق وعلو همت و بنمو رفعت و داعیه بزرگ و اندیشه سترگ متجلی بود، مقرر فرمود، وهرمسافری که بتحدید وارد آن شهر مینونهر شود اولیای دولت ابدالتیام بتواضع های تمام مهمانش کنند واگر حکایتی عجیب و غریب از اطرافِ بلاد نقل نماید بعرض رسانند بلک نقال را بنظر گذرانند اتفاقاً سیاحی سباسیر که اکثری بهار گلزار هر دیار بپای چشم طے نموده وارد وقت شد وبشانه زبان، گره ازطره حال این مقال که یک مخدّره صاحب جمال درپس پردهٔ اقبال باچندین اشکال است میگشاید که اگرچه رنگ های گوناگون درین زمانهٔ بوقلمون دیده می آید لیکن درفلان خطهٔ خطیر حکیمی تقدیر تدبیر درعرض و طول دوازده دست یک حجره عجایب سراپا غرایب تعمیر میکند که تفسیر تماشایش در تحریر و تقریر نمی گنجد هر که درومی درآید پس از دوازده سال می برآمد و نقلهای که می نماید بشنیدن ها راست نمی آید تابدیدنها چه رسد، بالفعل دوازده هزار اشرفی هدیهٔ رونما، آن شاهد یکتا که بشکل حجره برپا است مقرر نموده اگر ذوق تماشاء غرایبات باشد زین همت بربارکش ارادت بفرمانید تابار دیگر شوق مشاهدهٔ عجائبات دست باناخن آهنی در آغوش دل نکند شاهزاده بلند ارده بمجرد اضغاء این منقوله در آرزوی طواف آن خانهٔ حکیمانه از شوق بے تاب شده برای انجام این مرام پر پرواز از طیورِ لوام میگرفت و سرعت سیرازصبا مرابحت میخواست چون خدیو کیهان برعزم خلفِ خام طبع وقوف یافت ندماء عقیدت کیش عاقبت اندیش که بمتانت فکر ودرایت رای مستشنئ وقت بودند صددفتح این اراده پیشِ شاهزاده فرستاد هرچند ندیمان هوشیار بتفصیل بسیار درمکنونِ مواعظ درصدف گوش آن سخن گویش ریختند لیکن اقبال نکرد

وترک طعایم نمود لاچار شهریار بلااصطباء سراپا اضطراب دیده پر آب پیش فرزند دلبند رسید و فرمود که ای جانِ بابابلابرین غرائبات خورد که بامید تماشای نسِیۂ که تا ایدون هیچ برحسن وقبح آن اطلاع ندارد بنقد چنین دولت و سلطنت را پشتِ پازده و من پیرنشانه تیر تقدیر را که همگی در شبستانِ خلافت یک شمع تو می شوی و در تمامی کارخانۂ بصارت یک نور دیده تو می باشی در فراقِ خود نیم بسمل گذاشته بپای خود در ملک عدم میروی خداداند دوازده سال زنده که باشد واین دولت دیدار غمگسار تو نصیب که شود چون بهیچ صورت نصایح بادشاه آفاق در دل آن که رفتار اشتیاق پذیرائی نشد وسودنیاورد لاعلاج شاه مراجعت بمقام اصلی نمود وزرای زرین رایے بعرض رسانیدند که ازبس احوال استعمال دوازده سال بحکم حکمت لایزال یک احتمال ضعیف برزندگانی میتواند بود امافی الحال که شاهزاده تارک الطعام شد ممکن نباشد تادوازده روز جان بر شود بهتر باشد که حضرت ظل سبحانی بتوکل تعالی اللہ بر رخصتِ او راضی شوند چنانچه حسب الصلاح ندما هدیه تماشای آن مکانِ عدم نشان سر انجام داده شاهزاده رابمعه فوج عالی شان حواله امان حضرت داوار جهان فرمودند و حق دوازده سال پیشگی بمردم سپاه رعایت نمودند که محافظت آن خانه در ویرانه می نموده باشند سلطان زاده والا گوهر که بمقتضای این فرد در وطن غریب بود:

روشن گهران در وطن خویش غریب اند
در پشتِ صدف گوهر شهوار یتیم است

غربت بر غربت اختیار کرده پس از طے مراحل وقطع منازل بمنزل آن حکیم وقت که بقراط وسقراط پیش او خودرا به انحطاط مراتب میگرفتند و ارسطو وفلاطون برای تعلیم فنون در دبستان حکمتش می رفتند فیساغورث و بزرچمهر یکے از شاگردان ابجد خوان او و حلاج و لقمان یکے از طفلان کج زبان در رسید و نذرش که باخود آورده بود گذرانید و از حقیقت سیر آن خانه بیحجابانه باز پرسید که بسیار آن سیر گاه تا دوازه سال چه خورد

واوقاتِ خودرا چگونه بسر برد گفت هر که بیند بداند و اینکه نداند چه داند شاهزاده تاب صبر نیاورد سران لشکر را بوعده صدر متعهد مهمات محافظت نموده بذات خود بسان سلطان سکندر در ظلمتِ آب حیوان قدم درون آن مکانِ ظلمت نشان گذاشت دید که بمنزله کاکل کج کلهان بجز تاریکی در تاریکی و پریشانی در پریشانی دیگر هیچ به نظر نمی آید لاچار نظر بر قولِ صایبؔ فی الفوز فاسخ آن اراده راسخ میکرد چنانچه که میگوید:

این قدر دلبستگی صایبؔ بزلفِ یار چیست
نسخهٔ خوابِ پریشان گرنباشد گومباش

اما همین که قدم بعقب میکشید پالغز کرده در نشیبے می افتد و ازان نشیب در نشیب ثانی چون گوی بے سرو پاغلطان و افتان مسافر اسفل السافلین میگردد و پس از دیری دریچه تاریک و تنگ که چون حلقهٔ زلفِ محبوبانِ ملیح محیط قدرے روشنی بود بنظری دار آید و بسراغِ آن دریچه براه دریچه های متعدد مبلغی راه طے کرده سر بمیدان که میکشد فضایش مصفاتر از سطح سینه بیمن منان صاف سرشت اما سمت نامعلوم و وجودهای معدوم لاعلاج سر به هوا برداشته چون گردباد بهر طرف گام میزد انجام بعد از سه روز روزی آفتاب طالع طلوع کرد ایوانے بلند از دور بنظرش افتاد چون درویش رسید دید که بوستانست مطبوع بسان کتاب بوستان و خیابانش دلکش چون حکایات گلستان لطافت کاریرش مانند تناسب و بخامنیش کارستان و مکالمت مرغابش به از مطالعات سحر بهارستان ذکر قمریان آن آبسال از قیل و قال نکات ساقی نامه همه تن رنگین و ذکر عندلیبان آن گلبن همچو تعلیقات طوطی نامه سراپا شیرین و سروستانش مانند مصرع های برجسته وسنبلستانش چون غزلهای بحر شکسته سرهر که بنفشه بسان بحر طویل خوشنمای سبزه ریحانش همچو سبزهٔ نوخطّان تمکین ارای بهر صحن که نظر وامیگمارد سراپا گلزار است و بهر چمنی که چشم وامیکند همه تن بهار و بعضی صحن که مخلوط بگلهای

سفید و کبود معاینه میکند گوی که تخته هاے خاتم بند چند در چند حُسنِ تربیت یافته وچندیں چمن که پُراز گلهاں سرخ وسیاه نظاره می نماید همانا محذران روم وزنگ دریک بزم حسن تزئین پذیرفته اگر تخته که حوض و حاشیه لاله ونافرمان بمشاهده میدرآید بدانی که نازنینان گلچین معجز سوسنی برسر کشیده وبعضی خیابان میانه کرانهٔ بنفشه و گلاب که بنظر می افتد بخوانی که محبوبانِ گل اندام بمعشوقان ملیح فام در بر گرفته بهر صحنش درمکانهای متعدد طعام های گرم گرم و فرشهای نرم نرم شراب های اضطراب سوز وغالیه های دماغ افروز مهتابست لیکن وجود صاحب حدیقه درمیان نیست شاهزاده که از سه روز بجز اسم حضرت جهان منان مزه از نان برزبانش نرسیده بود بلاتحاشیے چندیں پیمانه باده پیموده در تسلط جوع رجوع بطعام آورد و بهر زوری که دست داد شکم سیر شده از بس کسل ماندگی استراحت فرمود حاصل که تایک هفته بانشاء بلند و ماکولات دل پسند ومشامات بهجت افزای ومشاهدات مسرت پیراء شیرازه بند اوراق حواس پراگنده گردید روزی ازتنهائی ها بتنگ آمده به سیر باغ برآمده بود قضارا قدم از آحاطه ایں بیرون می گذارد آثاری ازآں چار دیوار بجانمی یابد بهر طرف که می بیند خوبستانست وسیع که بملاحظه وستشس دل تنگ می شود و بمشاهده بیششن یابرسنگ می آید غولان بیابانی ازغلیان یبوستش گوشه گیر بودند تابحیوانات چه رسد ودیوانِ آتشیے از حرارتش کناره گیر شدند تا از انسانات چه کشاید سایه از شخص وشخص ازسایه چون سگ ازسگ می ترسید جگر درسینه و سینه درجگر همچو برگ بید میلرزد نه یاراے که در آنجا تواند ماند نه پای که از آنجا تواند راند لاچار چون اسپانی کرده بجان کندن تمام هرسوگام میزد درحین راغبے بیفراغے پس از سه شبانه روزے روزے نظر برقلعه عالی بنیاد که درش کشاده بودمی افتد و به یمن دیدنش باغ باغ میشود چون بطلبِ انسان وتفحص همجنسان درونش می در آید معاینه می نماید که خانهای خلوت وکاشانهای جلوت و مشکوهای عصمت ومحلهای عفت بفرشهای خسروانه و

مسند های بادشاهانه و فواره های پر جوش و پلنگ های باپلنگ پوش و میوه های شیریں و طعامهای نمکیں و سبزه های تازه و عطریات بے اندازه و حوض ها پر از آب و میناهای مملو از شراب حسنِ ترتیب دارند و برهردر در پرده حریرین و در هرنشیمن فرشهای زمردیں بسان موسم بهار تاهر جا که نظر کار میکند سبز در سبز است و اثری از خانه خاتون خانه بنظر نمی آید بتفرس تصور بنماند که شاید ایں محل یا ایں شیرینی های مطرا و سبزی های مطهر مقام اهل شهادت باشد، نباشد که بے ادبانه دست بطعامی یا جامی دراز کنم و لطمهٔ تیغ بیدریغِ شیهداں شوم باوجودیکه اشتها صاف داشت لیکن مصلحتِ وقت دراں می بیند که بالفعل بر پشتِ بام در بنگلهٔ بلوریں که مشرف بر صحنِ باغ است محفوظ و مکتوم نشسته تاکه جلباب جهل از روی معشوقه نامعلوم مرتفع شود و سر کلادهٔ مطلوب بدست افتد بپای نظر بر گلگشت مینو فریب قانع آید و از دست نظاره بر گلچینیءِ گلبن فردوس زیب اکتفانماید چه بند که طوطیان بسدین منقار شیرین گفتار در آں گلزار جنت بهار بجای خاتونانِ سرخروی شرم آمیز در خودها گفتگوی عبرت انگیز دارند و طاؤسانِ منقش بال نگارین حال در آں آبسالِ تمثال بمنزله رامشگرانِ نابع عیار رنگین ادا رقصهاء متنوعه مسرت افزامی نمایند سنبل از رسیدن مژدهٔ مسافر و قصه دراز تر از زلف خود پیش گل اظهار می سازد و گل نوید وارد شدن مهمانِ تازه به بهجت های بے اندازه باعندلیب درمیان می آرد و سوسن باصدزبان طرار توصیف تماشای عالم آب پیش سرو میخواند سرو قد آراسته بر قمریان عشق افروز و فاخته های نوآموز سایهٔ فیض میگسترد و صنوبر وشمشاد چون عروس وداماد دوش بدوش بے تکلف استاده بید مجنون بمشاهده بیحجابیهای آنها سر بزانو نهاده بلکه بلبل بر روی گل درعین نشاء محبت بوسه میدهد وغنچهٔ شیریں ازبالای کاخ شاخ تبسم میکند صبا به باد کشی های مناسب، خوشامدِ نوعروسِ باغ مینماید دماغ از غایت فراغِ مشاماتِ متنوع انعام می فرماید انجام که شاهزاده بتماشای حسن گلهای که باهربے سخن در خودها مجلس رنگین داشتند و

باصفای آواز مرغانِ چمن که در پردۂ زبانِ خود ها به نشیدِ عاشقانه میخواندند روز را بشام آورد همیں که حورِ زرّین چهرۂ مهر داخلِ مسکوی مغرب شدبعینه مواکب کواکب ثواقب که از شاه و شاهزاده از سوارِ دنباله چه شاطران غزالیں جست و چه نوبت نوازانِ شیرین دست چه نفیر چیانِ خوش آواز و چه کرناچیان غلغله انداز و چه باندازآن دبدبه افزا و چه نقیبان ادب فرماتا هر جا که نظر میدوید همه مونث بودند با چراغه بسیار که هزار شب قدر پیشِ او قدر نمی آورد بلک بدودش نمی رسید، در رسید یکمرتبه از دیدن عالم مونثات از بالای بنگله هوش گم کرده چون شاهِ نسوان پناه داخل همان محل که محضِ خاص او بود شد بمجرد زینت بخشیدنِ مسندِ خسروی حکم فرمود که ازفلاں بنگلۂ بلوریں عزیزی را که تازه وارد شده باعزاز تمام و تسلی مالا کلام آورده حاضر سازند چون کبک رفتارانِ چند آن ماه جبیں را که از مُحاق حیرت رنگ برروشکسته بود بحضور آوردند بادشاه عدو گداز مسافر نواز اول بر أو سلام فرستاد و سپس دست بوسی فرمود مباهات بادشاهانه و توجه مخلصانه نزدیک مسند خود جا داد و فرمود که بحکم حضرت آفریدگار دوازده هزار شاه پری را شهنشاه پری میباشم در دین و آئین مازیاده از خاطر آزاری عذابِ عظیم نمی باشد تا بمردم آزاری چه رسد وقت خود تازه ساز و رنگ برروی خود مباز از لوحه پیشانی تو علامت شهزادگی هویدا است و از ناصیه حال تو آثار بلنداردگی پیدا، این خانه را دولت خانۂ خود اعتبار بکن و بهر ناز و نعمت که میل خاطرت باشد تفرج بفرما در خانۂ کسی که مهمان وارد شود در عالم ما تناول طعام بے او حرام است اندکی کرم نما که طعام گرم سرد نشود بهر حال حواس مسافر از گرم جوشیهای مقیم قایم شد و چون مجلس ساغر درمیان آمد دوچار ساغر زده دماغ بهمرسانده بقدر اشتهای چندیں لقمه از طعام برداشت و به تکلف کسل راه برخصت دراز کشی نمود شهنشاه پریان دو شاه پریِ حور نژاد که در حسن و لطافت یکتای وقت خود بودند بخاطرِ هم زبانی و رفعِ نفسانی که از جمله لوازم زندگانی و لابده اوقات آن نیست بشرط مهمانی در خدمت

شاهزاده حواله کرد و مقرر فرمود تا که این مهمان سمو امکان میزبان نواز است دو تا پری
از نسل سلاطین که چهاردهم ماه تمسال و درچهاردهم سال باشند شبانه بنازکی
درخدمتش حاضر شوند درینجا خامهٔ تماشا بین من بپای دستم می افتد که مطلعش
دهدتاماجرای خلوت شاهزاده وپری زادگان برفراز ابراز گذارد و من بپاے قلم خود می
افتم که اسرار بازان خصوص راز شهر یاران درخور تفصیل نباشند بنابرازین هنگامهٔ بے
جابگذر وبگذار که بادشاه عالیشان بخدمت شهنشاه پریان رسیده اداے شکر مهمان
نوازی و مسافرپروری نماید اختتام کلام صبحی که پری ززین نقابِ آفتاب پر پرواز برآورد
آن عزیزمهمان از صحبت پریزادگان آزاد شده درخدمت میزبان مهمان رسیده مهراز
سردرجکِ شکروثنای واکرد چه شد که شهنشاه پری ازنازهایش خواب شیرین
برخاسته جبین گلفام را بهفت آب گلاب شسته متوجه بحلیه پوشی نشسته است آنگاه که
پرستاران سمن بر آئینه حلبی برای مشاهدهٔ روی برویش میسازند ازبس که چهره اش
بحسنِ لطافت صاف تراست آئینه در چهره و چهره درآئینه هوبهو می نماید وقتے که
خدمت گاران وقت پرست حمایل گلهای رنگیں بردوشش مبارک می اندازند چون
عروس درحمایل وحمایل درآغوش میکرد مراسله مروارید بے بهایے آب روشده بگلویش
می افتد و خلخال قیمتی بے قیمت شده قربان پایش می شود سرمه به امید بندگی جناب
چشم خونی نگاه و الاجاهش شبانه خاکسار شده درصف بندگان مژگانش جای یابد و بیره
برگ تنبول به تمنای اتصال لعل شیرینش درمقابله شئے دوسیاهے سپیدپوش شهید
اکبرمی شود بمشاهدهٔ کفِ دست حنازده گل درگلشن آشفته خاطر میشود وبنظاره
سرانگشتانِ رنگین غنچه در پی غوله تنگدل می نشیند بحکم پرستاران خاص حسب
الاشارهٔ مبارک ملک زاده را ملک زاده اعتبار کرده برفراز مسندش جادادند و خودها
چون حوران بهشتی مستعد بحکم پرستی ایستادند خدمت گارے که مروچه طاوسی
برسرش می جنبانید همانا که طاوس نیرنگ رنگ را به شمشاد برقص می آورد و

پرستارے که بیره هاے برگ تنبول درپاندان مشبک میگذاشت بعینه طوطیان زمرد فام در قفص زریں می نمود لخلخه ساز نگاریں دست که بدست پیمانه های رنگین میرسید گوی گلهای گلبن در اقامت شاهزاده مشامات خود ها در پیاله لاله بمعرفت سروروان فرستاده اند محرم راز خجسته قدم که باساغر پر از مے می آمد بدانے که دختر رز از شرم حضور همه تن آب شده بدستگیری ساقی براے ملازمت لبهای مبارکش میرسید شیشه شراب برای ناطقه طوطیانِ باغ خاموشی شیشهٔ سجنجل شده تامحاذی اش هر یک بقدر حوصله بفراست حرف تواندزد و پیمانهٔ باده بجهتِ وزنِ طبع رنگین و ساده و آماده آمده تاهر کدام بمقدار ظرف وهاضمه تواند برداشت درتندی دوآتشه هنگام تجرعه که بزبانِ نازک سرشت پیشانی بسر که می اندودند ازچین جبین آنها موج از آب حیات بظهور می آمد و به تمنای نقل آن تمکین لبان شیریں ادا مرغ دل بر آتش غریزی بصدتب وتاب کباب میشود کاکل مشکین که درعین سیه مستی بر چهره گلرخان پراگنده می گردید بخوانی که مشکناب بر گل گلاب ریخته شد و در کاهے که کمند عنبریں ازپیشِ رخسارِ ماهتاب تاب برمیداشتند همانا ابرسیاه از صدر بدرتفاصل میگرفت دارن محفل مغرور کش ساقی دروصف باده میگفت:

قطره گر گوهر شود آرایش گوش است وبس
ور شود مے از سراپا حسن را زیور بود

ودران مجلس مستغنی الاوصاف مغنّی درتعریف نغمه می خواند:

گوینده جان ز نغمه بقالب در آمده
در پرده گفته اند همیں نغمه جان بود

رامشگرانِ طاوس نژاد که درعرصه رقص بزمی زدند حسن و ناز از در ودیوار میبارید وخنیاگران قمری سرشت که دادِ سرود میدادند سوز و گداز از صحن سقف مهرتخت وبعضے اوقات که شاهزادهٔ سلیمان منزلت باپریزادگان شکیل براے تغسیل داخل حوض

میشد حوض از بس تسلط همه‌تن فواره میگردید و عرصه آب بااین جماعه سراپا نور ظهور
آسمان بهم رسانید و پستانِ پریانِ نوخیز بحسنِ حباب بر آن آب نظر فریب بودند و ناف
غزالانِ ختن خولے بمنزله گرداب غرقاب می نمود پس از فراغ تغسیل زچوبِ غسل از
درد مهاجرت بدن گل بدنان نازک اندام آب دیده میشد و آن جماعه جمیل سراپا نزاکت
چون شاخهاے نازک نسیم خورده صاف و شسته می بر آیداے حمامه خامه تاکے در هوای
اوصاف پریان پر پرواز کشاده و چرخ معلق میزنی پریزادگان همچو پر نبردگان در
حیرت هنگامهٔ تماشاء تومژگان باهم نمیزنند آنهایکه در سرماهتاب رنگ آفتابے بهم
میرسانند در عین آفتاب بے تابے ایستاده اندادکے فرود بیاکه رعایت عظیم زیاده ازیں در
حق آنها نخواهد بود انجام که شاهزادهٔ ذوی الاحترام شبها باآن جشن بروز آوردو روزها
بااین جشن شب رسانید از آنجاکه بسیار طلبی خاصه نسل سلاطین است روزے آن
شاهزاده شهریار برگشتهٔ روزگار بلاحجاب در عالم شراب در خدمت شهنشاه پری که
بری ازملوثات نفسانی بود مستدعی باستدعای معاشرت و ملتجی بالتجاء مباشرت
گردید در جوابش میفرماید که اے ملک زاده کفران نعمت با اینهمه سرانجام که نیز
نیامده انجام مهام تو چه خواهد بود در اصل ایں طایفه طیبه بادو فساد لذات شهوانی ندارد
والّا دیوان قوی هیکل را که باآن روز بضرب زور بسته می آرند انسان را بااین ضعف نیست
برائے ضیافت طبیعت خود آوردن امر محال نباشد اینهمه رفتگی که باشما نمود آمد محض
ازراه مهمان پرستی بوده است الحال اتصال باهیچ صورت ترا صرفه نکند و مهم بکفایت
نرسد چون شاهزاده استبداد از حد برد لاچار به افراخ و استکراه کمال افتاد مردود یمن
که بوسه بر لبش میدهد در اولین جرعه لعل نوشنیش از غشیان مدهوشی چون کبوتر معلق
زده از فراز بخت سخت برزمین میخورد وپس از دیرے که چشم و امی کند اثری ازان
درعالم پیدائی نمی یابد بهرطرف که می بیند ریگستان است فراخ که مردم چشم در
سیرش جبینے بزانو فرو میروند تابمردم دیگر چه رسد آن حیران هنگامه قدرت الهی فردے

بحسب حال خود یاد می سازد و بهر طرف می تابد:

هوشم بنگاهے برد جانا نه چنیں باید
یک جرعه خرابم کرد پیمانه چنیں باید

رفته رفته سپس هفته سر بشهرے میکشد که همه باشندگان آنجا طایری از اقسام طیور که غذای طایران شکاری تواند بود بر سر و کتف خودها گذاشته ایستاده اند پرسید که این هنگامه چه باشد گفتند که در ملک ماقاعده مستمره چنیں است که پس از وفات والئ ولایت، مردم کسیر در آنجا جمع میشوند و از بلندی بام خاص و عام که جائے تخت بادشاه بیدار بخت میباشد شهباز به پرواز می دهد ازسر شخصی که شکار میکند شهریارش میگردانند درهمیں انداز که آن بازهما پرواز پرواز می نماید بحکم قادر بے انباز بی شاخ ودراج بر سر آن درة التاج سلطنت سایهٔ فیض می گسترد و چنانچه درهماں زمان بادشاه زاده را باتوزک بادشاهانه و حشم خسروانه فیل سوار ساخته شادیانه شهانه نواخته در قلعهٔ مبارک آوردند چون زاده خاقان اداب خاقانی و قواعد قهرمانی خود مطلع بود بهر رنگ زیب افزای اورنگ شد و بهر فیل زینت فرمای اکلیل گردید اولیای دولت را ولینعمت جوان بخت بتازگی میسر آمد و عروس خلافت را نشهٔ جوان بخت جوان طبع در آغوش رسید و آن یگانهٔ زمانه دوگانه شکرانه بدرگاه بادشاه حقیقی بجا آورده و هنگام شام خواجه سرایان محرم اسرار شرف ازاستعاد ملازمتِ خسروِ وقت دریافته بمعرض عرض رسالیدند که مخدومه ماهمایون و صبیحه خاتون و نازنو خانم و ملجا بیگم و خاتونے بنفشه نام و محلے زعفران فام و پنجم لعل محل که محل خاص میباشد در خدمت حضرت سلام میرسانند و بفضل الٰهی هر شانه برنگ اسم خاتون آن خانهٔ رنگین و خدمت گاران هر مکان برنگ مکین همگان همرنگ و بانویان عصمت برنگ اسم خودها از زیور و ملبوسات واز فرش و ماکولات برنگ یکرنگی امروز بهر محل که تشریف ارزانی فرمایند اشاره شود که حسب المرضی خاص یکباره فرش و فواره بتازگی توزک گردد اتفاقاً آن شب

شبِ چهاردهم بود ماه نیز چون کاسه پیر صاف بر طلوع میفرماید و کوچه های شهر چون جویبار شیر جوش میزند بر کلبه هاء گدایان چون رواق بادشاهان از فیض ماهتاب سفید کاری میشود عکس جلوس نذر در آب روان باهتز از نسیم بسانِ زر خالص در دستِ رعشه دار جلوه می نماید و ستارگان آن لیلة الصُبح درخویش ماهتابے چون برنج اندر شیر درمی آمیزند و طبق فلک بر سفره روزگار یک خوانِ شیر برنج میگردد تا باحتیاط مشاهده چنین ماه و جبین ماهتابے اول از همه ماه بانون را که از در و دیوارش صافی و سفیدی دربارش بود بنور قدم مقدس منور فرمود خاتون خانه که دردانهٔ صاف و سفید بود با پرستارانِ سیمین تن که هر یک بحکم بانوی خود بلباس صندلیں ملبوس و بحلیه گوهرین منجلی بودند اندرون در پرده در هفتم شرف از ملازمت اندوخت بهر طرف که شاهزاده بادشاه وقت مے بیند بفرشے چاندنی از ماه تا ماهی سیاهی نگذاشته اند و کاکل مشکفام از سر شام بملاحظه اهتمام ماهتابی بصد اضطرابی پناه بر پشتِ مه جبینان برده و زلف عنبرین از تهلکه جان بصد شگفتگی درپای ماهرویان افتاده اگر سرمه در حمایت مردم چشم آهو چشمان نمی خرند احوال خود معلوم میگردد و اگر خال درچاه ذقن چه ذقنان نمی افتاد قدر خود میدانست احتیاط ماه و شان سفید پوش که گردن و گوش به گوهر های آبدار آراستند گوی پروین و ثریا سلاسل خود را نثار قمر میگردانید و حمایل گل چاندنی که سرخ و سفید این نسرین بدن بر دوش کشیده بودند بعینه که ماه بشکل گل متمثل شده خود را بگلو می اندازد دران شب ماهتاب اگر ببوی کلاله مشک ریز رهبری نمیکرد و رشته طره دراز بدست نمیداد اگر صبیحان صندلیں ساعد مع زیور لولوی لاله باصافی و سفیدی هوا چون آب در آب باسیماب مضمحل و محلول می باشند ندای خامه سیه جامه از آمیزشِ توصیف چنیں مقام تهلکه بپرهیز که شبے تاریک ازیں مجلس جان بر نباشد قصه کوتاه شهنشاه عالیجاه در آن شبِ ماه درمحل ماه بانون که اسم بامسمیٰ بود بابشاشت های تازه و مسرت های بے اندازه استراحت فرمود و صبحی که داورِ هفت کشور

سپهر از خانهٔ خاور بر ملک گیری عالم بالا کمر عزم بمیان بر بست بادشاه زمین و زمان بر تخت خلافت نشسته زمان و زمانیان را از فیض نصفت و عدالت مستفیض گردانید بوقت شام که نوبت محل ثانی رسید قلم زیاده گو بهانه جوئی من جای سخن یافته برای گرم بازاری هنگامه سخن زبان تیز کرد که تفصیل جداگانه هر هفت محل از نعائیل و سماشل و تلاخیف تر ادیف به سرح مشرح شرح دهد گفتمش که اگر اینهمه سخن پروازی بخاطر طباعان گل مزاج نازک شر ست ماشد میگوید:

ای عندلیب شیدا دم در گلو گره زن
گوش گل است نازک تاب فغان ندارد

و اگر اینهمه غلغله اندازی بواسطه هوس جاهلان خورده گیر تغافل گوش است:

امروز بهای هیزم و عود یکیست
هم مرتبهٔ خلیل و نمرود یکیست
در گوش کسانیکه ز غفلت نشنید
آواز خرو نغمهٔ داؤد یکیست

بهرحال بر این اقوال قایلش کردم که سوایے از ماه باتو که محل اولین بود در هیچ محل دیگر بادشاه وقت رامخلد بالطبع نگذارد و در محل لعل محل که محل سخاوت همان تواندبود رفاقتش بنماید تاخداچه می خواهد چون نوبت محل مرقوم رسید شاه مستانه عندلیبانه بسمت این کاشانه که چون گنبد گل همه تن رنگین بود تشریف فرمود خاتون خانه که گلفام و گل اندام است۔ این رباعی در شان اوست:

قدت درنازکی شاخِ گل نورسته راماند
رخ خو کرده ات گلبرگِ شبنم بسته را ماند
کفِ دستت گل است و غنچه هاسر های انگشتان
چو دست از آستین بیرون کنی گلدسته راماند

بابسیاری خدمت گاران گلچهر که از سرتاناخنِ پادر حلیه لعلین یکرنگ رنگین یکرنگ لعل بودند اندرون مشکوی عصمت شرف از ملازمت دریافت وتاهرجا که بلبل چشم شاهزاده پرواز نمود بر فرشهایے گلبدن و از معشوقان گلعذار آبدار گلزار بهار اندربهار دیدآیادرخانه خلوت که شاه دست آن گلدسته خوبی میکرد، ازصحبت شهریار چون گل از خار پهلوتهی مینماید که از عهد پیشین باسمِ محل خاص نشو ونما داشتم وآن شش محل دیگر درصورت ومعنی ازخیل پرستاران مامی باشند هرگاه حضرت قدرمارا از روز اول نشناخته نقد وقت خود را باخدمتگاران چند درباختند درخورشان مانباشد که لب به پس خورد دیگران بیالایم برایے صحبت همزبانے بذات خود حاضرام وبجهت رفع نفسانی پرستاران چند باخود درام و فرق نمیکنم هر چند بادشاه وقت عذر عدم علم درمیان می آرد فایده برآن مرتب نمی شود وتن بهیچ صورت نمیدید درصورتیکه سماجت و لجاجت ازحد گذشت گفت که آخر ترا ملاقاتِ ماسود ندهد چون ازیں مبالغت در دل شاهزاده که کار افتاده بود انکار شاه پری خله آورد از آن اراده بازایستاده دست ازو واکشید و بر صحبتِ پرستارانش قانع شد خدمتگاران لعل محل که پیش سرخروی آنها گل گلاب رنگ برروی می شکست وقتی که باده گلابی درایاغ عقیقین می نمودند گوی عرق گل رادر گل مستردمی سازند ویاقوت لبانِ نازنیں لباس که ازلعل نوشین آنها قدر لعل درکانِ بدخشان ارزان افتاده درآبے که ماه چهره خود رابه نشاء رنگین می افروختند بدانی که ماهتاب را آفتاب میگردانند درباغ صحن باسایر ذی بال طوطی بسدین منقار ازسرخی روی خود سخن چرب تر می نمود وعندلیب چرب زبان رنگ مجلس برنگ دیگر دیده درآغوش گل میخیزند پنجه چنار که بارنگ محفل همرنگ بود سرو شمشاد بااو دعوی هم پنجگی نداشتند و گل گلاب که گل سرسبد گلهای گلبن است بدون گل لاله گلی بااو یارای هم سالگی نمی آورد خاوند خانه در گلگشت چنیں گلستان سررشتهٔ کاکل گلعذاران را ازدست نمی داد تادر گلزار کم نشوند وجادو نگاهان از نشاء شراب ارغوان

حنا برپای مردم چشم می نشیند تا در خور در سیر آں محل رنگین توانند شد ای خامه طرار چرب گفتار در تعریف لعل محل اینقدر هفت محل بتدریج نوبت سلطان وقت با صحبت های محل خاص وقت خود تازه میداشت اما در محل لعل محل که بادشاه بود از عدم اقبال اتصال خله از خاطر خطیر نمیرفت چنانچه که تا نه سال کامل حکمرانی آن مرز بوم متعلق به وجود مبارک بود و در عهد معدلت مهد او غزالان شوخ طبع کاشانۂ شیران زبان را تخته مشق حث قرار داده بودند و اهل کاشانه ناز برداری میکردند و گو سفندان ساده دل خانه گرگان زمانه را دولت خانه خود میداشتند وصاحب خانه مهمان داری میفرمودند خرگوش ازدم حمایل دوش سکان سخت کوش میکرد وآنها حلقه بگوش میشدند و کلنگ پادرنگ باباز هم پرواز میکردید دانا به تمام نیاز اغماض می نمودند بدون از مردم چشم خونیں نگهان فراق و رهزن برروی زمین نمی نمود و غیر از خط و خال معشوقان قرب دام و دانه درمیان نمی بود در خلافتش جگر گوشه بجز صدف کسی جدا نمی افتاد و سوای سنگ چون در دل کسی احدی گره نمی بست در سلطنتش به تسلط عدالت مضمون از شعر نذروی نمیرفت و به غلبۂ استغنا معنی در عبارت بر اشعاری نمی آوردند در عهدش همه ها آزاد وقت بودند الّا عبارت توصیفش مسلسل است در وقتش همه کس ها آسودگی داشتند مگر خانه معرفش فرسودگی دارد چون مدّت مرقومه فی الصدر بر تخت خلافت و جهانبانی کامرانی فرمود دانست که این واقعه مقریست انتقالی نباشد و این هنگامه واقعت از طلسم نبود بدل گفت که شاید حادثۂ پریان در خواب دیده باشم نباید که بر ترس خواب وخیال ازوصل چنیں صاحب جمال محروم بمانم قضا را در وقتی که به آغوش ابر سیاه شاهد برق هنگامه ناز ونیاز گرم داشت و کم قطرات مطرات بر رخساره محبوبان گلشن بسانِ شبنم نم می نشست و نرم نرم بادشمال عطر استمال جشن نوعروسانه میفرمود و شمایل بر شمایل مستمایل می شد در عین بلندی نشاء سرشار تاب تماشای لعل محل که همه کس از مخدومه و خادمه یکرنگ سرخ پوش بودند

نیاورده گفت که تماشای از ابر مسکین و مجلس رنگین به تفاوت زمین و آسمان بنظر می افتد در احاطه چشم خوبی تو علی الاتصال در رنگ محل بلا تصدیق از صبر بے صبر الحال تغلبه شوق از طاقت طاق شده ام و تابِ فراق تو ندارم سعادت خلافت جاودانی پیش جلوس مسرت مانوس تو بیک جو نه ارزد تا بدولت سلطنت فالے چه رسد بهر وجه حسن نهایت نیک ذاتی سینه بر سینه بگذار و لب بر لب من بنه و ما جان بلب رسیده را زندگانی از سر نو عطا بفرما و الاخون من بروز جزا مانند زلف دامنگیر تو خواهد بود هر چند آن سرخرو راست میگوید که بلا گردانت شوم که ترا وصال ما صرفه نکند برای مست سریع الزوال این ندرت بطبع الزوال را از دست مده بفضل خدا هفت محل بادشاهانه در تصرف داری و همه کس موی میانی و اینه دانی برای خود داشته اند هریکی پنجه آفات و ماه تاب باشند هیچ در خدمتش دریغ ندارم بسان زنان زمانه وقت حسد نمی آرم خود را درین امر محال میفگن و باعث و بال خود مشو شاهزاده برگشته بخت میداند که این طناز سراپا ناز درپیشین سرفراز و ممتاز بود ازان حفظ مراتب که خطا روز اول است اینهمه غضب می خورد مبالغه سنگینش را به نیم جو وزن نیاورده بر ساق او سراپا سنگین شد لاچار آن پری رخسار چین بر جبین زده گفت اگر خواه مخواه کمر بهمین امر بستهٔ و ستماً این ستم بر ما و خود روا میداری:

صلاح ماهم آنست کان صلاح بتراست

اما بشرطیکه اول خود را درین حوض بآبِ گرم از ملّوثات کنیزان چند پاک شود بعد ازان گویم شنوم چون خلف خاقان درآن حوض غسل نموده سر از غوطه بالا میکشد بیند تا هر جا که بصارت یاری میدهد عالم آب است و اثری ازان شهر و آن پری چهر در اظهار نیست هر چند از درد دلی به های های بگریست و از اشک زار یک آبے دیگر بر آن بحر زخار خونخوار افزود اما سود نیاورد از آنجا که چاره ساز بیچارگان کارساز حقیقی است ناگاه یک منزل سفینه بے ملاح چون مصرعه برجسته دران بحر طویل پیدا شد و از

تخته پهنایے اش کلمۂ لاتقنطوا من رحمت الله بمطالعه افتاد شاهزاده شوریده آن زورق پوشیده را درآں طوفانِ نادیده و ناشنیده بسانِ کشتیٔ نوح اندیشیده لامحال دویده بر او سوار گردید و رسن رفتار آن شتربے مهار حواله قاید تقدیر نموده از تحادف امواج هر دو چشم باهم پوشیده خیال احتمال زندگانی از هم بریده بر تخته سکان خریده بنشست چنانچه ایں معبر مرغابی نهاد پریده پریده در عین دریا بپای یک قلعه مختصر میرسدو شاهزاده که از تراحم وتراکم امواج هلاک آمده بود چالاک بر خاسته در آن جا داخل می شود که شاید بوی از عمرانات بدماغش ببوید و جه سند که مکانیست نامطبوع چون جسم بیجان اثری از انسان ندارد وجای دلچسپ نیست بدل گفت که ازیں خرابه خراب صحبت ماهی و سرخاب بدنخواهدبود او که بپایمردی این سفینه سوارے مهتر الیاس ازیاس وهراس بر آمده سر به آبادانی میکشم بالفعل دریں ویرانی بحر حیرانی و پریشانی ما به تحصیلے دیگر معلوم چون باز نه در قلعه میرسد اثری ازاں همشکل ماه نو بنظر می افتد گوئی که به تحت الشعاع رفت و بهر چار طرف بحر زرف محیط است لاعلاج ملک زاده شمس اقبال خود را غروب غرب ادبار یافته مکرر چون مهمان ناخوانده در همان ویرانه می درآید تاشام اندرون دروازه قلعه وبیرون ازخانه که مقفل بود چون فلک زدگان ستم وبسر حیران هنگامه قسمت می نشیند وبوقت در آمد شب می بیند که از جانب جنوب زالے رستم انداز که سامر سحر پرو ازیکی از تلمیذان ابجد خوان او باشد بشکلے که موے سرش راست چون تیر ایستاده و استخوانِ پشتش بسانِ کمان دوتاافتاده اجزای وجودش چون اعضاے چرخ باهم جنبان و دندان درازش بسانِ دندان کراز برفراز نمایان چشم خونیش بمثل آتش چیره وبسیره بومش وتیره دود تیره بر سر سلطان زاده چون آفت آسمان وبلای ناگهان بزن بزن گویان خورنده درنده وارد شد هر چند از حالش می پرسید لیکن آن بلازده چنانیے حس وحرکت شده بود که خبر از خود نداشت تاپاسخ چه رسد چون بسیار برسرش خفت آورد بهزار زاری درپاے عفریت خوی سیاه رو افتاد و گفت که منم

بیکس غلام بادرم خریده تو بهر طرف که میروم دریائیست لاعبور زمین سخت آسمان دور درهمیں کاشانۂ پرنور و در حضور موفور السرور شما هر چه باداباد بقولے که:

ملایمت کن و فارغ شو از ملامتِ خلق

که نخل موم ز آشوب تیشه آزاد است

آں دیو لقا بدنما دندان سا از سر او در گذشت و قفل کشاه اندرونِ خانۂ خود در آمد چنانچه شاهزاده تمام شب باخوف غالب و رجا ضعیف بر خاک مذلت افتاده ماند به صبحے که آن زال بدمآل می بر آید قدری شیر برنج بایں مرد سراپا رنج میدهد و بر در خانه قفل سنگیں زده سربهوا برداشته میرود غرض که تایک هفته هر صبح و شام همیں سلوک درمیان میداشت بعد ازاں بخاطرش میرسد که مظلوم مرقوم های آن ندارد که از آنجا بدر تواند رفت بر حالش رحمیده اندرون خانه می برد چه بیند که همگیں درآن خانه چهار حجره میباشد و بدون دوتا کادمیش متنفسّی بنظر نمی آید و زال مذکور هر روز چهارتاقاب شیر برنج تیار کرده دو تا در حجره و یکے بمشاز الیه و یکتا خود تناول مینماید چون شاهزاده رفته رفته در چشمش اعتبار بهم رسانید اکسر کلید هرچهار حجره حواله کرده میرفت بوقت شام رسید خبر طعام هر کدام میگرفت روزے شاهزاده والا دانش از راه تفرس تصور میکند که درین دو حجره هر روز دوتاقاب شیر برنج که می برد اغلب که بے جاندار نخواهد بود و الابدون ماکولات که غذاے ذی حیات باشد درمحل خالی مغالی ندارد چون بسم الله گفته عقب آنزن (کذ) که فرتوت و مهبوت دریک حجره که وامیکند چه بیند که یک ایوانچه آدمیانه دریک باغچه مختصر حسن تعمیر یافته در آن نشیمن عشرت افزاے یک نازنین حورلقا مخلع بخلعت شاهانه و معجلے بحلیه خسروانه نشسته است ودو پرستار ماه رخسار درخدمت اوایستاده اند این معنی را بادشاه زاده ازنعماے غیرمترقبه میداند و سلطان زاده را آن پریزاده دولت غیرمترصده می یابد چنانچه هردو آدمی زاده بمجرد دوچارشدن در خورنالیده باستفسار حالات یکدگر تسلّی افزاے

جانبین میشوند چون زاده شهریار از اظهار احوال خود فارغ شد آن گلعذار پندار سر طیله حالاتِ خود بر گرفت و گفت که من دختر فلان بادشاه گیتی پناه می باشم این گفتار ساحره روزگار برموی ومیانم که کاشکے تاریک وباریک نمی شدند شیفته شده بمعه این دو خدمتگار برداشته آورده است غذای ماهمان شیر و برنج و گذران ماهمه در دو رنج این پرستاران بیچاره حوصله مصاحبت از کجا هم توانند رسانید و بے مصاحبت ادا فهم عمر چطور بسر توانم برد لله الحمد و المنة بهر صورت که صورت تست ملاقات همچو توئی که این فرد در شانِ تست:

ترادیدم ویوسف را شنیدم
شنیده کے بود مانند دیده

دست داد نفسے چند که از عمر مستعار باقی است روزانه همین جایکجا باید گذرانید و شبانه بعد از رسیدن آن آفت زمانه بحکم ضرور بادلهای رنجور از هم مهجور می باید ماند شاهزاده میگوید:

چو آشنایے تو شد دل زمن رمید آری
کسے ترا که بدست آورد مرا چه کند

شکر خدا که درین صحبت ماهم چو تو جانا نه فرزانه دست بهم داد خلوتے که در شبهاے تار بعروس و نوشه پس از هزار شعبے دست دهد بلطف حضرت مسبب الاسباب در روز روشن بآن دو بیگانه که از دل یگانه بودند بلاتعب تردّد میسر آمد چنانچه شش ماه تمام در آنجا باهمین سرانجام بانجام رسید روزی در خاطر خسرو زاده میرسد که آیا در حجره دویمش چه باشد چون که میکشاید می بیند که اسپی آهنی سم و ابریشمی دم آگنده سرین افراخته سر ایستاده است چون دست برسر و ساغریش برد فراوان تلطف در کاوش فرمود اسپ از زبان حال بسخن در آمد و گفت که من اشهب دریای می باشم و این گفتار مرداز عبث ما را در پیش و بسر بسته داشته است اگر کسی پایداریم بفرماید در ساعت بر پانصد

فرسنگ میتوانم رسیدو از دریاچون بادصبا میتوانم گذشت اما به سمتی که آن زال پیکر زوال میرود ترک سیر آن سمت می باید کرد چرا که او هزار فرسنگ می دود سلطان زاده این فرس را از عطایات عظیم حضرت کریم المعروف دانسته بر واقعه حال آن پری تمثال اطلاع داد در مصلحت فرار باخود باز گردانید و در حجره سیوم را که میکشاید از آنجا جواهر که در هر دو سلطنت بنظرش نه افتاده بود می برآید بحکم ضرور مبلغی جواهر بے بهار از آنجا بر داشته بمعه آن گلعذار و آن هر دو پرستار بر آن اسپ او هام سوار میشود و در ساعت آن چابک خرام بحر آشام بر ساحل دریا در شهری میرسد که متوطنان آن شهر مینو بهر مستغنی الوقت و ساکنان آن مکان جنت نشان مرفه الحال رفتگی و مدارا در طبع آنها چون بوی اندر گل و مسافر پروری و مهمان نوازی در طبیعت همه ها چون نشاء اندر مل شاهزاده شوریده بخت بر گشته ایام بر ساحل رسیده به تشتُت تمام استعراب ورزیده گفت که هنوز خدشه تماشاے حجره چهارم از خاطرم نمی رود که آیا در انجام نعمای عجیب خواهد بود هر چند آن لیلیٰ وقت دور اندیش با خاطر پریش پیش آن مجنون کیش میگوید که بلا برین عجایباتش خورد برین هوش و دانش هر عجزی که تا امروز کشیده و هر آفتے که تا حال دیده هر آئینه سرای کج فهمی تو بوده است اے خانمان خراب جنونت مآب اگر معاشرت میخواهی صحبت همچو منے میسر اگر دولت میطلبی چنین لآلی متلالی موجود اگر شوق به سواری میکشد همچو تکاور پر توزک و باساز و اگر قبل مداین باشد چنین مدینهٔ معمور و مسافر نواز زیاده ازین بذی حیات چه می نماید که هنوز در باطن تو خله مینمایدمی شاید که دران حجره باعث هلاک جان تو بوده باشد لیکن شاهزاده که بدولت چنین آزاده به اینجا رسیده بود اینهمه اظهار یار وفادار برخاطرش مقرون بصواب نمیگذشت و بر آتش شوق تماشائے حجره چهارم چون دانهٔ سپند از جاے بر می جست چون بهیچ صورت تسلی اش نمی بست لاچار مهر چهر مصلح برین شد که اگر خواه مخواه راضی بخون خود میشوی وبهای خود در گور میری بذات خود برو

شهزاده میگوید که اگر تنها میروم و اتفاق مبیت می افتد بوقت شب که کفار عفریت کردار بیاید و ترا نیابد یقین که مرا بجان میکشد باید که امشب دیگر ما با همه کس در آنجا اقامت گزینم فردا ببدرقه قادر قیوم پس از معلوم احوال حجرهٔ چهارم بپایمردی همین خیلی سبک سیر در ساعت همین ساحل خواهم پیوست هر چند اشک آن نازنین تا بگوشواره میرسید و معجر زرین از سر پاره میکرد و گل چهره را از طمانچه شاخهٔ سوسنی میساخت و بجان این بیجان بهای های میگریست چنانچه ایدون سینه خامه ام می ترقد و ورق در دستم من از سواران سخت دل سخت کوش ناترس خدا فراموش باز همه را بر پشت اسپ انداخته درهمان قلع که بقلعه و قمع می سزد آورد خود باراۂ تماشایے در حجرهٔ چهارم کشاده اندرونش در آمد چه بیند که در آنجا یک زینه پایه برای رفتن پائین گذاشته اند چون زینه ها پیش برفت بجز تاریکی چیزے دیگر بنظرش نیفتاد لامحاله از ظلمت مهمز ن اول یاد گرفته ارادۂ صعود نمود درهمین بود که نردبان مفقود شد لاچار چون مار در سوراخ های تیره و تنگ به تنگ آمده پس از چند فرسنگ سر بروشنی بر آورد دید که حوضیست ملتب پر از آب زلال بهر حال غسل زده کسل راه از سر مفاصل بر داشت سپس برلبش دراز کشید در ساعتے که چشم وامیکند علامتی ازان علامات بحال نمی یابد ملک بیش از خواب و خیال نمیداند و نصایح محبوبۂ ماه مثال از بر کرده برای آن براق باد رفتار و این آدمی زادگان پری رخسار زار زار می گرید کاشکے چنین طول امل خام طبع در تن درد جان میداد تا قلم من از وقت معاودت آنروی آب و اضطراب آن خاتون زهره نقاب در تب و تاب است۔ خوشوقت شده بحالش می خندید، آخرها بعد تضرع بسیار و توزع بیشمار در آن خرابه دریک خانۂ خس که چون دل عشاق از غمزه ترکان قادر انداز سوراخ سوراخ بود وارد شد دید که دختر چهاردهم ماه مانند در چهارده سالگی چون جوهر بے جا در آنجا نشته است چنانچه آن ماه برج مروت یک فرش بوریا و یک کوزه آب تواضع کرد چون مسافر جهان نورد آفتاب بازو بسته خود در رباط مغرب فرود آورد زالی

سفید موی مبارک روی که رقت و شفقت از هر بن مویش فواره میزد قلبه بر دوش و دو خرماچه در پیش در رسیده و از احوال آن مسافر باز پرسید و قتِ شب بقدر ما حضر بقولے که در خانه هر چه مهمان و هر که ضیافتش کرده گفت که اے لویم تا که عزم سمت نانے بتو مصمم بودیکه هر چه نانِ خشک وتر، یک کوزه آب گرم و سرد دریغ نخواهد بود همین کلبۂ گدای مرا کاشانۂ شاهی تصور بکن و بالفعل روزی چند ازین مکان که دار الامان پر بیرون منه آن بلازده درین سفر از عدم وقوف انقدر ندامت و محنت کشیده بود که تادو ماه حواس قائم نداشت پس ازان که خود را جمع آورد روزی بحکم تنهای و بے حیائی تکلیف انسلاک آن گوهر پاک که هنوز ناسفته بود نمود گفت که اے بے حیاترا از کدام ولایت ویران بپرسم که باوجود اینهمه حقوق نعمت نظرِ فسق در حقِ من داری تا که مادرم را از خود رضا مندنکنی و استحباب شرعی درمیان نیامد دیدن چهره بیحجاب نقاب برتو حرام تابچشیدن چاشنئ آب نوشین چه رسد لاچار شهر یار زاده از صبحی برای خدمتِ قلّه رانی بخدمت این پیر که مجسم مهربانی مستدعی شده هر چند زال صاف باطن ارشاد دلی میگفت که محن مهم مهمان نباشد ستماً بر تصدیعه خود راضی مشو لیکن بحکم آنکه:

رنج راحت شد چو مطلب شد بزرگ
گرد گله توتیای چشم گرگ!

آن جوان خود کام بالتجای تمام متکفل کار قلبه گردیده چنانچه پس از شش ماه در خاطر مادر آن مهر سپهر خوبی میگذرد که دخترش بالغ شد آخر بحکم شرع منیرم بعقد نکاح شخصی منعقد میباید ساخت آثار بزرگ زادگی از چهره حال این جوان هویدا است و در محنت کسبی که لازمه این روزگار است بحکم این گفتار که گفته اند:

اهل دنیا راز اسباب تعلق چاره نیست
تابود سر مست دستارے نمی باید کشید

کاهل کارهاست، خوبست که دِر یتیم خود را بسلک همیں والا گهر منسلک سازم چون همچنیں کرد بعلت آنکه درآں ویرانه و دران خانه گدایانه برای شبانه خوابگاه علیحده نبود شهزاده فراخ حوصله از تنگی خانه بتنگ آمده بمنکوحه میگوید که آیا جاے باشد که شبها در خلوت خالی از خلل دیگری بتوان گذرانید در جواب گفت که وطن مالوفه ما دیگر میباشد درینجا مادرم شرکاے خود غصب خورده سر کشتکار دایره اختیار کرده است اگر نجانه اصلی توانم رسید مکان متعدد مصنوع مهیاست چون آن مهربان بر اراده این جوان واقف شد فرمود که من خود بالفعل در برادران نمی روم الاخانه خود براے شما ارزانی داشتیم و هر دو خرماچه را بجهیز دادم، زود برو و بمنکوحه خود هم نیز فی الفور، آن خسرو زاده بوالهوس بهوس خانه خسرتاب صبر نیاورده بریک خرماده بآن زال زاده سوار گردد دست بدمچی خرماچه ثانی درازمی نمود که ایں سخت پشت سخت کوش گوشی فراهم آورده چناں لکدموکد بر سینه اش زد که از هوش به پرداخت و بریک قطعه کوه برانداخت پس از دیری که با افاقت هائی می آید اثری ازان رفاقت بر ظهور نمی یابد از ضرب لکد خرماچه مذکور که حالت خردیکی کره های رضع او باشد استخوان سینه و پهلویش چناں نرم شده که از طاقت طاق گردیده و زندگانی بر او شاق آمده لاچار افتان و خیزان اشک ریزان بهرطرف تردد میکرد و درین بود که از درویشے مسن که موی تارکش چون خطوط شعاع ماهتاب نورافشار و عمر مبارکش همچو چراغ صبح دم نفس شمار شکنج چشمش بدان ماند که گوئی پس از گذشتن سیل جوانی علامت امواج بررنگ وجود بوجود آمده و رعشه سرش بداں سرو که بدانی ایں سرای فانی را جاے امن نیافته سرجنبانی درو پیداشده و ایں فرد در شان اوست:

رياضانش به قوس قزح بندد حلّه تقویٰ
زهے در گوشه گیری قصه تندی توانای

بنظرش می افتدوآن درویش تلطف کیش ایں دلریش ناعاقبت اندیش را احتیاطاً باشاره

دست پیش خود می طلبد و میگوید که اے بابا خیر گذشت که خود دریں مکان محظوظ
رساندی و الا سیمرغان که بالاے این اشجار آشیانه دارند آدم خوار واقع شده اند من خود
بزور ریاضت عمر دریں جابسر می برم و چون دنیا سرای فانیست اگرچه همچو منی
منحنی طعمۂ عقاب اجل گردد چه مضایقه اما باید که بسان توی جوان نوخیز محظوظ
حفظ حافظ حقیقی باشدتا که قسمت تو وفاکند پا ازیں احاطه بیرون بگذارو فواکه
خشک وتر که ازیں ثمرستان بالیده برای خود می آرم باتو قسمت کرده میخورم چون
روزهای چندبگذشت و استخوان و جودش درست شد بر خاطر فاطرش میگذرد که این
درویش هم آخر آدم زاداست هر روز که براے زاد میرود و شادمی آید شاید که آسیب
سیمرغان حرفے ابله فریب بوده است در عقب درویش راست گفتار که آن زادۂ شهریار به
هوس سیر مرغزار پا ازان احاطه میگذارد سیمرغی قضا چنگ اجل آهنگ برنگ آفت
آسمان بیدرنگ برو ریخت و در چنگ برداشته سربهوا زد قضا را یک سیمرغ دیگر در
عرصه هوا هویدا شد و پرسید که این طعمۂ لذیذ را کجا می بری گفت که بادشاه وقت از
روزے چند نقاهت دارد معهذا این غذاء مباهے را که در خود خوراک خواقین است برای
مجراے خود می برم انشاء الله بقوت اکل انسان سلطان زمان بقوتِ پرواز هزار فرسنگ
بهم خواهد رسانید مارا در خلد وے این تحفه بابسته خدمتی شایسته خواهد فرمود و
برمراتبم خواهد افزود آں سیمرغ خود خواه حیات پناه میگوید که براے بادشاه اتحاف از
هر نواح میرسد خوب است که ماوتو این شکار خوشگوار را در خودها قسمت کرده
بخوریم تا قوت پانصد فرسنگ در هر دو بهم رسد از مسافت دور دست انسانے دیگر
آورده بشاه بگذرانیم چون از اختلاف اقوال شعله غضب در هر دو سیمرغ مشتعل
شد در کش مکش این مجسم عیش از پنجه اش خلاص یافته در غارے که روے نداشت می
افتد آنگاه چون معهود سال دوازدهم که وعده مقرری تماشاے این حجره باشد بانجام
رسیده بود بفضل جان بخش حقیقی دست و پایش پاش پاش نمی شود از سرنو راه تردد

پیش میگیرد تا گرفت اژدهاے عظیم که بمشاهده اش جگر در پهلو آرام نگیرد دهن کشا از مقابله میرسد بحکمی که بکام خود در کام نهنگ میتوان رفت شهزاده چون گوی بے سر و پا از صدمه صولت آن اژدر که چون عصاے موسیٰ هم چوگان و هم اژدها بود غلطان و افتان میرفت و آن بلاے اجل ادا طبق النعل بالنعل میرسد از اتفاقات حسنه دری از دور که همان در اصل بود بنظرش می در آید و جان جوان جان بلب رسیده هولگی خورده خود را ازان در بدر میزند در پس که می بیند اژدها مفقود و بر پیش که می نگرد لشکرش موجود چون آخر روز سال دوازدهم همین روز بود سالاران را موکب سواری خسروانه توزک کرده بر در حجره منتظر و مضطرب ایستاده بود یکایک شهزاده را از جمیع مقیمان یافته شادیانه شادی دران وادی بلند آوازها ساخته خاقان بخدمت خاقان زمان رسید تفصیل تماشاے عرض و بسط و بست و کشاد آن مکان گردون بنیاد شرح شرح بمعرض بیان نهاد تعجب افزاے جهان و جهانیان گردید دیوانه هرگاه که حکیم مجاری حجرۀ دوازده دستی درپے هر بندے کشادے تعمیه کرده است دلی مبار و جام همت از دست مده چنانچه حضرت خواجه می فرماید:

هاں مشو نومید چون واقف نۀ برسر غیب
باشد اندر هر چه بازیهاے پنهان غم مخمور

کُشایشِ چهارم از حالت رایزاده باشد که به یمن ارادۀ بزرگ پس از احتمال چندیں اشکال صدر نشین چار بالش غرر و اقبال شد و آن اینست که برهمنے مرتاض که چون زنّار خود خشک و باریک شده بگلوے ریاضت پیچیده بود از آنجا که فقر و فاقه لازمه عبادات شاقه افتاد، اهلیه آن اهل باطن از عسرتهای به تنگ آمده، در خدمتِ شوهر که جو هر دیگر داشت عرض نمود که اے فروزندۀ آتش خودی گداز و اے پرستنده صنم بے انباز و اے واگُسَستۀ سلاسلِ سود و زیان و اے سر آمدِ سر آمدهاے زمان از تنگدستی ها کارد به استخوان رسیده بلکه ازیں تاب صبر نمیتوان آورد اکثرے راے زادۀ والاهمت که ولی عهد

این والئ وقت است بهمیں کوچه عبور می فرماید اگر همچو توئی برهمن ریاضت کیش که امروز برهمه بید خوانان جهان از معتقدان و دلدادگان تو میباشد اندکی ناقوسِ زبان در دبر سوال بجنبانند، بتِ سنگین از رقت و شفقتِ حکم پرستی ترا سعادت خود بدانندتا بچنین رایے زادۀ والا شکوه که بشایستگی هاو پابسته و باتشنگی هایِ شایسته مهینی وقت است چه رسد برهمن که به یمن ریاضت استغنای ذاتی بهمرسانده بود لب بپاسخ کشاد و گفت:

سلطان خودم منت سلطاں چه کشم

از بهر دونان منت دونان چه کشم

نفس بدمن سگست و من سگبانش

از بهر سگے منت سگبان چه کشم

منکوحه اش می گوید که مستغنی الوقت:

گیرم که غمت نیست غم ما هم نیست

هر چند طبع مستطاب تو ازواج استغنایے بحضیض مسالت فرود نیاید لیکن بخاطر ما مشت ضعیف اگر یک سوالی ناکرده طور بکنیے رحم عظیم در حق این کله کور کرده باشی گفت دو بیت مثنوی:

گر بخارد پشت من انگشت من

خم شود در زیر منت پشت من

همت کوتابخارم پشت خویش

وا رهم از منت انگشت خویش

ممکن نباشد که سوالی از جناب مقدس خالق بر حق شرمندۀ سوال هیچ مخلوق شوم اگر شماتاب توکل نمیتوانید کشید بحکم رازق حقیقی یک مصرعه مصدر و مولد هزار نسخه تواند بود نوشته میدهم بپیش را یزداه ببر اگر بقیمت لکه تنکه بخواهد بفروش و

صرف ما یحتاج خود بکنی و اگر حوصلۂ خرید بکند چنیں متاع بے بهارا به بهای ارزان برایگان از دست مده و آں مصرعه اینست مصرع گررود سر برنگردد سر نبشت آخرها که برهمن زنے ایں مصرعه برجسته را دست آویز ساخته برقع بر رخ انداخته سر کوچه از دور برامے زاده میگذراند دانست که ظاهرا مستغیثی باشد چون بر مضمون رقعه وجه قیمت وقوف می یابد آنصاحب وقوف این جوهرِ عدیم المثال را بچنین قیمت ارزان منعم یافته نقدبهایش بنظر بایع گذرانید وقتی که خبراین اصراف بعرض والا پدر بزرگوارش رسید اعتراض فرمود و آن پسر عالی همت والا بهمت بحکم اینکه:

طبع نازک سخن کس بتواند برداشت

نظر بر مضمون مصرع نوخرید بطالع آزمای خود را از دایرۂ وطن پاک بدر زد رفته بر آب آبے که در زیر سایه اشجار بسان آب حیوان در ظلمات اختفا ورزیده بود رسید برامے غسل رخت از خود بکشاد موی سرش چون کمند در بند دستارش بود تاسرین خور هِشت، صیاد اجل اکستاب ازان روی آب بقوت متخیله خیال میکند که شاید غزاله مشکین یا طاؤس نگارین بر آب از التهاب طپش رسیده قضا را تیر بندوق می اندازد که صاف از دو پهلوش میگذرد و تا که صیاد ازاں روے آب عبور می نماید سیمرغی آن همای اوج حسن را که شکار افعی آتشیں دم شده بود بمنقار برداشته دریک جزیره میرساند و از فیض آب وهوای ایں سرزمین در سه روز زخمش اندمال می پزیرد چون پس از ادامے شکر الطاف حضرت جان بخشِ حقیقی قدم به تردد نهاده بر چاهے مسافر پناهی برسد که درختے طوبی وار بابرگ و بار برسرش سایه گستر است و بریک لوحچه سنگین نوشته در آنجا تعبیه کرده اند که هر که قطره آبے ازیں چاه و یا برگے ازیں درخت بخورد تاهفته محتاج به آبخورش نماند رامے زاده این نعمای غیر مترقبه را از فوز عظیم یافته روزے چند بیاسود چون برامے رفع بیکارے محتاج شغل شد چه بیند که ریم طلاء خام اکسری در آن خطه بهم می رسد ایں لویم کارطلب سونش طلا در بوته های گلی گداخته بکالبد های

خشتے ریختہ از خشت ھای طلا تودہ نمود و بر ھر خشت اسم خود ثبت میکرد و ھمین شغل روز را بشب میرسانید روزے حجازی تباھی شدہ بساحل آن جزیرہ می رسد رایزادہ رمزہ از ابنای جنس یافتہ بہ نشاط در خانہ نمیگنجد فی الفور خود را بحضور صاحب حجاز رسانیدہ ازین گنج طلا اطلاع داد و گفت اگر مارا بمعہ این گنج گران سنج باخود بردارید نصفے بہ شما ارزانی باشد بازرگان میگوید کہ میتوان برداشت ایا درین جزیرہ کہ بوے از انسانات و عمرانات نباشد چطور بسر بردہ و فکر قوت لایموت توچہ تواند بود جوان خفتہ بخت بر کیفیت آن چاہ و درخت نشان داد بحکمی کہ:

چون غرض آمد ھنر پوشیدہ شد

صد حجاب از دل بسوی دیدہ شد

بازرگان ھمپایش در آنجا رسیدہ آن عزیز مصر حسن را بطمع گنج کہ بلارنج سھم و شریک تواند بود تغافل زدہ در آن چاہ انداخت و خود تودہ طلای خالص را در جحاز (جھاز) انداختہ روانہ سمت مقصود شد کیف ماینفق دران چاہ نزدیک آب طاقت تعمیر ساختہ بودند این نور چشم بطاقت یک دو غوطہ زد چون مردمک در چشم باچشم در آب زد دران طاق محفوظ بنشست و در ھمان وقت نھنگے اجل آھنگے از آب سر برآوردہ پھلوے آن یوسفِ ثانی صعود بغلو نمود و از دیدنش لرزہ در اندامش افتاد ھنوز دُمش از آب نہ برآمدہ بود کہ کثر دمی قھرہ زھر در ظھور آمدہ نیشے بر آن نھنگ میزند و در ساعت گوشت و پوست و رگ و ریشۂ این اجل پیشہ گداختہ در آن چاہ می افتد چون آنعزیز تمیز نمود کہ آبش غلیز شد و زیست بے آب محال افتاد استخوان وجود آن نھنگ را زینہ پا اختیار کردہ بالایش برآمد و بر آن درخت برآمدہ در تفحص جایے کہ در انجا اوقات بسر تواند برد بھر چھار طرف طایرِ نظر را بہ پرواز آورد از دور عمارتے بنظرش افتاد را یزادہ پس از بسیاری راہ بھر تعب و تردد کہ میسر آمد خود را متصل آن عمارت رسانید و در آنجا قلم برادرِ صغیر استقبال قلم فقیر نمودہ بمعرض عرض نھاد کہ مکانیست موطن

پریان و من قلم ترکش باغِ صَحنَش بوده ام چون دست گرفته این جناب می باشم آنچه میگویم دیده میگویم امید وارم که معروضهٔ مرا بمحل صدق فرود آورده۔ درین حکایت داخلِ کشایش نامه نمایند و مکرر قلم مبارک در سواد توصیفش بفرسانید که اینخدمت را در حق تعلیم تواضع مینمایم خامه ام که از کساد بازاری کالای هنر و سکنج پیشانی مشتریان جوهر ناشناس ذوقِ نطق ندارد و دعاء برخور دادی بحالش گفته یک قلم نیاسود و قلمش میگوید که رایزاده ایوانی دید چون پیشانی نیکبختان کشاده و تختهٔ در چون دو مصرعه برجسته بمجهر ایستاده نوابان رضوان خصال پیش ازانکه چهرهٔ سوال بگلگونهٔ نطق بیارایند لب بپاسخ کشادند و بشاشتِ تمام بگلگشت آن گلشن فردوس رشک اجازت دادند اندرون که در آید جهانے دید بنقش و نگار و عالمی یافت گلگون و رنگین کار احاطه اش چون حلقهٔ انگشتری طلا که بر نگینه بے بها از چهار طرف دامی انداخته و کنگره هایش بسانِ انامل حنازده بر دست لعل عذاران بجلوه افروزی پرداخته عمار اتش یکدام عبارت متین ستوده شود و منزلهایش یکدام مضامین رنگین حمیده آید هر نشیمن مرتفع که به نظر آمده بمشاهده آن نقش دیوار گشت و هر مکان مشرف که ملاحظه شد بدیدن این پیکر تصویر بر سقف منقش نمونهٔ فلک زبرجد و هر سطح مفرش انموذج سپهر محذر فرشِ زمین از پیوند کاری سنگهای متلون چون کاغذ ابری وصل حسن پذیرفته و نطع عبر الاصغای اندام چون آئینهٔ مصقول صورت انواع معنی روشن کرده در هر طاق منقوش غرفه موزون چون چشم جادو نگهان با ابروی پیوستگی یافته و از هر دریچه مشک دل بافتگان سینه چاک را رخنه در دل نشسته شمسه کاخ آسمان پیوندش آفتاب جهانتاب رشته پیوند درست داشت و تابدان مشکوی بلندش از روشنی دل در پرتوه بخشی علم انوار برمی داشت ستونش را از راستی و ثابت قدمی سر بفلک رفته و محرابش از احرام احراراز تواضع کوشی بر سر آمده راحت در حجره های قرینه گنج در صناديق رسیده و فراغت در ایوانهای طنابے رو به طناب کشیده چبوتره صحن دلکشایش از لطافت اندام پالغز نظر

بوده و بنگله بغرور حسن ترکیب نسبت بر روی فلک نموده برج مثمن از مساوی الاضلاع باهر اهل پهلو سخنِ هشت پهلو گفته وباره مربع باهر چهار ابرو رباعی تفوق خوانده سپیدی چون تباثیر فلق همه جامنشتر وسرخی چون گلگونۂ شفق در هرجاظهر چهره کسی آئینه داری میکرد و شاد کاری خدمت گاری می نمود آبگینه های حلبی که در خانه های خلوت به دیوار محاذی وقفای حسن تعبیه تافته جام جهان نمای جم اگر نامش نهند لایق واگر آئینه راز گشای اسکندری نشانش دهند مناسب بے شایبۂ اغراق درخلوت جلوت و درتنهای وصال از آنجا میتوان دید در آن مکان پیرامون هر طاق سیسه که از طلای خالص طلا گشته معاینه برچشمۂ نسیم زعفران کاسته واعکاس گلهٔی زر و نقره که براطرافش از قلم استادان بالغ عیار درسامان کامل مرتسم گردیده روکش آژرنگ بانوی گفته اند وصف تالاب میانه محل را بکدام آب قلم بند کند از بس که از آب خوشگوار بلب مانده باآب بوجه الماس از هر ضلع لب ریز روشنی بود هر یک تخته بلور نظر فریب براهل نظر گنگ را از بس رشک سپیدی به تن دمیده و جَوُن (جمنا) ازغایت رغم سیاه فام گردیده صربطے در ورطه تالاب چون کمر برمیان صنم سیمیں تن دلبرمایا چون قشقه پیشانی بت سیمیں اندام غمزدایان از آب روان نقد نمایان درکیسه دست و آب از بس غرور پا در چشمش میگذاشت آب از چشمه هایش چون غمزه شوخ چشمان از روزنه طاق گداز میفرمود وخار سینۂ او پیش هر موج آب چون صدر عاشقان از تیر نگاه معشوقان مشبک میشد زینه پا از هر چهار طرف بمسعودی طالع به بلندپایگی رسیده لب برلب نهاده وماهیان بشوق دلی حلقه بگوش شده زبان بستایش کشاده خامه هرچند غواصی کند حوض در وصف حوض نمیتواند کرد اگر بتواند کارش به ده دهے کشد آخر اسپ من شاهد طناز است که بر چار بالش لطافت مربع نشسته همیشه باآب میباشد کوثر در شیرینی اثر ازو گرفته وسلسبیل بر سبیل مغیلان قطره غدوبت از ان بکام دل چکانده فواره از دل آن تسنیم زلال فیض بخش از صورت الفاظ معنی ابدار برآمده یاچون خطوط بصری ازلی

دوربین بیرون شتافته طرهٔ اقبالے آن چون گلهای نیازی ریزش بصارت فرموده وقطره افشاری او مانند نیسانِ بهاری بارش گوهر نموده در آسیای عالم آب از مدهوشی عمامه پریشان داشت یابرندبادیه سیرابے بود که درفضای طراوت قطره زنے میگردد وترنج طلای بدن که برروی فواره نشست وخاست مضطربانه میداشت بسانِ بادفرزان زرین قبا دل نشینانِ خورشید لقا در قعود و قیام دقیقه کامل نموده گهی چون اندیشهٔ والا خردان بلنداندیش چه تصایت تصاعد ببالا میکرد گهی چون فکر کوته نظران پست بیں مایل بائین میشد از انجا که پیشتر رخت در ابسال جنت رشک فردوس فریب در آمد هر طرف چمن دلکش مملوء گلهاے رنگین و هر جانب تخته ها آن روح بخش مسحون نهال های فرح آفرین در هر جا سبزه مطرح از اهتزاز هوا نزهت پیرا و بهر سو صبا بخرامش ناز لطافت افزا سنبل چون کاکل جانان پریشان و مشک ریز و ریاحین چون زلفِ نیکوان مسلسل عطر بیز حلقهٔ سنبل خم اندر خمش چون دود از باد بهم میپچید یا چون جعد جفا در از آن وفا کوتاه گره در گره شکسته اگر سلسله های مجانین ریاضی نامند می شاید و اگر حلقه در پای سر کشان باغی دانند می باید دامیست همرنگ زمیں که صیّاد چمن براے قید صید دلهاے دلدادگان کسیره الّا غزل باز کشتیع دربحر طویل استادان گلبن بجهت تلمذان گل طبع بر صفحهٔ غبرا نشسته ریاحین بخط ریحان سرخط تازه براے مشق نوخطانِ ریاضِ تحریر در آورد یا بخط شکسته مشق نادر بواسطه خوش قلمان باغ درست کرده هر جا که ریحان و شقایق همردیف گشته چون کلاله کاکل مه جبینان بر رخساره گلگون لطف انار یافته و جائے که سنبل بالکل برابر افتاد لعل بافیروزه قران بوده در یک خاتم حسن نگین پذیرفته لاله چون لالایان هوشیار مغز پیاله بر کف نهاده و سرو بسانِ ساقیان ثابت قدم و مینا در دست ایستاده سرو از سرخوشی بادهٔ نشاط در عین نشاء سرشان کلاه از آزادی بهوا انداخته و لاله از تندی مدام و درد کسے راوق گلفام داغ در سینه نشانده کار سهی از بلند همتی بر همه بالا آمده و روزگار شمشاد در ارشاد اوج گرامی بر مراد بر آمده صنوبر در هر

تار طره خود نغمه جانفزای داشت جای سرو و شمشاد چون عاشق و معشوق بر چار بالش حسن جلوه ناز بخشیده و مقامی سهی و صنوبر چون طالب و مطلوب به بستر راحت هم آغوش گشته سمن و سوری از هبوب نسیم راسخ سور و حصور بمشام خوش دماغان زنده دلی رسانده و نسرین و نسترن در رنگ آمیزی و چهره افروزی طعنه بر دیبا و پرن زده سوسن باوجود ازاد گوهری بده زبان رسته بوصف چهره افروزان چمن باآب موزون تاب داده شاهد گل مانند مخدّران گلبدن قبای گلبدنی و جامه لعلین در بر کرده بتکلیف شمال بر شمایل مشمایل گشته، بمساس هوا و اهتزاز صبا شگفتگی به تن شگفانده بسراپا شادی همه تن خنده گردید، نرگس شهلا از بسکه نظر برحسن سرشار گل دوخته مستی ومدهوشی ازو گل کرده وعبهر ازاینکه درنظاره صدبرگ دیده برهم ننهاده، یکقلم زردی دیده اش دویده، جعفری بدستور رنگین ادایان در دلبری و دلفریبی دستوری یافته، داؤدی حسن راز را درپردۀ تار باآهنگ تازه برخوانده نافرمان شده، رعونت درقفاو عشق پیچه حلقۀ جنرن درپا، اقبالی نالی دگر برزوی کار آورده وعباسی شاهنامه احتظاظ بروز مره اعراق ادا کرده از اقتباس انوارِ گل چاندنی و دلربان چشم لبریز نور و پنجۀ رنگین پنجۀ مرجان می تافت و تاک باخوشۀ انگور عقد پروین در نظر نمی آورد، از شگوفه شفتالو شگفتگی هاء باطن ظاهر میشد و به روغن حسن غنچۀ بادام دماغ چشم اهل بصیرت تازگی میگرفت، انجیر به دل بستگی و تخته کاری و آینه حلاوت در مزرعۀ دل کاشته وانبه راغدوبت اصلی به رگ و ریشه پیوسته، مبتدی بسان حلّه پوشان خلد انبای مولا پرست سبز پوشی اختیار کرده و منتهی بکردار صوفیان دل مست زردی به تن شگفانده لیمون را در جنب آینه از حیرت ترس، بدهان و کُنار راخار بحر دریا، صبا سبک پاو نسیم عطرسا از حسن اهتزاز و لطف هبوب ساخت چمن و ثمر شان را چون مجلس شادی معطر و معنبر ساخته و پیش خلد خرامان عرصه نور سے بیاد کسے پرداخته آب انهار خوشگوار بر سبزه مینا کار الماس برزمرد چسپیده با شعاع ماه دوهفته برنیلی طاق سپهر همه جایکسان

دویده باخود چنین گوید که سبزه بر چهرهٔ معشوقان از زیر پرده تنگ اندام جلوه استحسان بخشیده یا چنان خواند که سلاسل سطور الفاظ آبدار از پس پشت قرطاس نازک حرم مرئ شده فروغ راستی بر سوار دروغ غالب آمده بآبهای بنها ریزدجای لیل طریان گشته مناسبت باآن وارد که تارهای طره سحر کاران جادو نگاه بمرواربد غلطاں در گرفته باشند یا خود مشابهت بآن خورد مشک ازفر در آبگینهٔ کافوریت محلول گردیده بپای هر نخله سایه کشی آب از روشندلی خود بلاگردان گشته و در قطعه گلبن از دهانهای فلالے رگ ابر کشوده بر خیابان از آنکه کابر آب روان بود چون نیکو کاران راست کیش صفای باطن از بالای سینه ظهور میکردی و ازینکه گلهای رنگین بر اطرافش سرخرو برآمده چون امواج بحر اخلاص ازهر کنار پهلوے این سینه صاف تموج نمود قمری بربالاے بلند سرو مشغوف بود طوق اطاعت در گردن دل انداخته و فاخته شوق طلب شمشاد بکسوت خاکستری تن در داد به نعرهٔ کوکو مترنم گردیده و بلبل از ساتگین گل مست باده نشاط گشته چهابه چه چه سوز انگیز مرغوله پیمای شوق بوده عنادل برالحان مستانه درس تعشق به یاد برخاستگان چمن میداد چنانچه هر نو اسنج نعره کشے آن حدیقهٔ ارم رشک افسون دلفریبی بگوش معنی پرستانِ حقیقت نیوش میدمید بفهمیدمن در خلد برین غلمانِ ذکی الطبع ابجد نشاط ازبر میکند یاصوفیان صاف مشرب در ضبط آسهای اعظم طوطی خوش لحنِ زبان را شکر شکن میگردانند غرض که در هر کنج و کنارِ باغ مواد عیش قلبی وردخانی و کالاے طرب جسمی و روحانی توده توده و زخره زخره آماده مهیابود هر قدر که دست چشم یاری کرد گدهای نظاره چید و هر مقدار که دیده دل مدد فرمود تماشاے غریبه دید و زین بود که پریان حورلقا که خورشید رویش نقاب بے حمایتی حجاب جسم بر جمال نظرتاب آنها نمیتوانست کشود و قمر زرّین قباب بیک دیدن حسن گلوسوز آنها تاب نیاورده از بس خجالتِ همه تن آب می شد بسواری گلگونهٔ صبا شتاب و سبک تگان نسیم سیر که بهنگام جولان علی الاتصال و سینه دم آنها قرین قضارا

کیش به آن خو بیٔ مشک افشان گشته تو گوئی طاوس نگارین بال مرصع دم آنها در چنین رقص چترزنی و گردن کشی از آنها آموخته و گلرخانِ سنبلین مو در وقت جلوه دهی خوشخرامی طرّه کشائی از آنهایافته وپرهای کلکی در پر خانه آن آفراخته سران ریخته یاسر آمد تاج هدهد آمده و بجهت کج کلهان سر بلند بالادست نشسته بگران رکابی وسبک عنابی داخل هماں باغ شدند سیران سیران بر سروقت مسافر تماشاے هنگامے تقدیر رسیدند رایزاده باوجود عدم سوابق باده گلگون آشنا نگاهے در ساغر بادامی چشم آن رنگین ادایان در گردش دید و باده صهبای دلدهی در منضبطه شمایل آن نمکین نگاهان بخم اندر جوش ازاینکه بیک نگاه درنگاه پریان در آمده از طریان بحرغش برطبعش طاری گشت و شگفتگی بر خاطرش ساری سبوسبو عرق از جبینش روان و ذره ضعف پیش چشمش دوان گاهے این واقعه را در واقعه می پنداشت وگاهے در عالم رویا روا میداشت نگاهِ جان ستان راست چون تیرقادر انداز برنشان می خورد و پیهم کرشمه درست چون تیر صایب در دل می در آید هر چند آن هدف ربایان تنگ انداز بمروت جبلی بران مردِ مسافر دست کشیده شست میکشادند اما چون خدنگِ عشوه از دو کمان ابرو رهامیشد از در پهلویش می نشست بل صاف بران میگذشت سینه اش چون دام صیاد همه تن چشم گشته وچشمش چون دهانِ سوفار لب بازمانده نه آبی که در آنجا قیام تواند نمود نتوانی که از آنجا کام تواند برداشت صورت فانی را کفل او معنی نیک بر آمده ونقش نگیں را بانامش نسبت درست شده به پیکر تصویر همرنگ گشت و به صنم تراشیده و هم سنگ چنانچه از حرکات و سکنات عاطل مانده از احساس ومساس عاری از دید چنیں حال پرملال یکے ازاں روح پروران مهربان منش طلسم مهرسکوت از سر گنج نطق برداشته لالی شهوار سخن درصدف سمعش فرو ریخت دوستانِ نواسنج زبان را بدین داستان ندرت بیان نبات شکن گردانیده مراعه پیمای تکلم گشت که ای رسیدۂ این دیار کشور گیتی وچنیں غریقِ لجه تحیر ازبهر چیستی اگر سیر باغ آرزو داری بخرام که

تانسیم وار بر گرد هر غنچه و گل نگردی خطے نبری و تا که صبا کردار بپای شوق پیرامون
هر سرو و شمشاد نه برای لذتے نکشی متردان عرصهٔ هوا داری پای تمنا بدامن صبر
نکشند و کام فرسایان جادهٔ هوس رام آرام نگیرند و اگر چشم آرامیدن در سر است بیارام
که تابیک نیرنگ در قطره زنیے لمحهٔ به سایهٔ درختے یا بپایے دیوارے زانو خم نکند
بمنزل مقصود جان به سلامت نه برد و تا مرغ نیک پرواز در پرواز بلند لحظه های بانوک
شاخی فروزد ابر سالماً به اوج ابدار فایز شود اینطور غریبانه ایستادن و مهر سکوت بر لب
نهادن از آئین شگفته خاطران بعید منیماید امروز تکلیف هوا اقتضای این نمیکند که غنچه
آسادل رسیده این مکانِ مینو شان در گرو انقباض منقبض باشد مجنون وار پای خاطرش
مقید سلاسل اندوه و ملال ماند رایزاده که حیران تماشای نرگس حیوانے آن گلعذار
رنگین ادا شد عبهرِ بوستانے ازیادش رفت و بس که مستغرق مشاهده گلهای مطر العل آن
نوشین لب گشت گل گلستانے فراموشش گردید گلهای چیده از دامن انداخته از دست
چشم به چیدن گلهای نظارهٔ این طناز مجسم ناز پرداخت جعد مشکنیش چون مار طلسم
بر گنج خس نشسته و کاکل عنبرینش چون زنجیر عدل از قلابهٔ بناگوش فروهشته زلف
عنبرین نازش چون دود بر گرد شمع پریشان گشته و از کلاله مشکبارش خون در دل نافهٔ
تاتارے گره بسته پیشانیٔ مصفایش گره از لعتبان چین کشاده و ماه و خورشید را کلفت
ومحاق نهاده از آبروے زمر فرمایش هلال در ملال کاسته و قوس از خانه بر آمده و خالی
ابروش در گوشهٔ دلبرے بند و در کمین بود و تاریکے بر طاق مقوس جلوهٔ ظهور می نمود
یاچون اختر بر پهلوی هلال معلوم یا چون اسم استاد در گوشهٔ کمان مرقوم یا ملاح ملیح
بر کشتیٔ آبنوسیں در دلدهیٔ مسافران پراخته یا کوکبهٔ عنبرین بر کنار محراب زمردین
آویخته چشمش چون چراغان عرس علی جلا پذیرفته یانشانِ گلهای فردوس بااعصیان
طوبا شگفته ایاغ باده چش باید گفت و بادم نخله مراد شاید خواند نرگس اکبر گوید دور
نیست و حجره اگر نامد مشهور است ناز در چشم بسان جوهر در خنجر دویده و مژگان

باسرمه ازّه لبوهان رسیده دیده از تار چون کشتیٔ باده تموج باده نشاط میکرد مزه باسرمه شیرازه برمسلسل می بست، غزاله چشم در دست دلبری از غمزه جست برجسته میزد و تیغ مژگان بدستِ برگ چشم سیاه گشته از سرمه سیه تابی زلاب میداد چشمِ فتانش باخمار نازگران خوابے می نمود وپرده پلک از حسن لطافت بیدار بختی میفرمود رخساره اش لوحچهٔ لعلین متجلی کرده یا دو آئینه آهن صیقل ساخته بینی چون الفِ سیمیں برلوح بلورین کشیده یا چون گل کنجد در کشت زریں شگفته، لعل نوشینش چون قطعان یاقوت هم چهره گشته یا چون برگین شقایق باهم نشسته هر دو لب را اگر قندمکرر گوید می سزد و اگر تکرار نبات خواندمی ارزد و سخن صاف در لب های شیرینش نغمه از نبات برآمده یا حیوان از قند تراویده از تنگیٔ دهانش غنچهٔ پاره کرده و میم در کتاب خریده از چاک دهانش گریبان گل تابدامان رسیده بلکه در انفعال زغم جامه برتن دریده دندان در لب گوی تخم برق درگل کاسته ویاخونِ عقد پروین در شفق نموده گوهر شاهوار درحک یاقوت درخشان یا الماس آبدار ظبیده لعل نمایان رنگ بر دندان چون شنگرف بر دروخنده بر روی چون نور برخور از سرخیٔ عذارش لاله داغ در دل نشانده وزصفائی رویش آمینهٔ دست ستون برنج مانده از ریح مدور سیب در آسیب و اززنگ چهره حسنِ گل پا در رکیب بیاض گردنش یاسپیده صبح صادق دم مساوات میزد از خط گلویش دم در گلوی فراخی گره میشد پنجهٔ دستش از چنار دلبری رسته وبخط دستی هم پنجهٔ آفتاب گشته حنابر بنایش سرپوش عقیقین برقلم یا منامک لعلین برعلم، ناخن درحنا انجم شفق درخشان یا گوهر در لعل درخشان، پستان برسینه حبابِ ناز در دریاے حسن خاسته یا حبه مراد در طبق تمنا آراسته یا برجین حصار دلبری بمقابله گنبد گرفته باتو درین انوار در میدانِ تارکی حسن قرینه پذیرفته گوئی از چیزی است درحال سراسیمگی برخاک مذلت غلطیده ونار پستان از غیرت سینه بررشک دریده، ناف را اگر گرداب چشمهٔ لطافت گوید درست و اگر ورطه لجهٔ نزاکت خواند راست از مضمون کمر عجب معنیٔ باریک

روشن گردیده وازان تارموشگرفِ نغمه در پرده دل جوشیده عنقا در هوایش پرواز بے نشان گیرو کمیاب در آرزویش کمیاب جانجهان گردد، پارا در اثبات حسن برات تصدیق ثبت گردیده ودعوی محکم باثبات رسیده، در وقت رفتن قهقهه قهقهه بررفتار کبک دری میزد و بهنگام خرامش تدرو کوهساری را پابرسنگ می آورد اگرمی آمد هوش از دماغش میرفت واگرمیرفت جانش برلب می آمد چون می نشست دود از نهادش برمی خاست و چون میخاست دلش درمغاکِ حیرت فرومی نشست از دیدن چشمان سیه مست گران خوابش دم در گلوی روحش گره می بست و بنظاره رخسارهٔ نور بار مهردیدارش چاک بر گریبان خایسی میخورد۔ اگرچه راے زاده در بادی النظر بمشاهده این مجلس فرو درورطهٔ حیرت شده بود لیک از گرم جوشیهای آنها حواس قایم کرد چون وقت شام در رسید شاه پری از بس انصاف پروری بهم شیر خورد که با این مسافر بشوق تمام همکلام شده بود فرمود امشب مهانداری این جوان نورسیده بر ذمه تست فردا گویم وشنوم در اینجا خامهٔ ما رخصت خامهٔ آن برادر علام مینماید ومیگوید که تو قلم نرگس همین باغ پریان می باشی ونشاء بلند از باده مضامین چند در چند در دیدهٔ خمار آلود نار آمود توبه مشاهده می در آمده رایزاده که مرد مسافراست از افشاے راز بامردم قصباتے و خراباتے احتراز دارد خداداند که دردل شب دزد و دلدار چه بگذرد و کدام مطارحه و کیکایش درمیان افتد صد آفرین بر سراغ نمای وسخن پیرای تو زیاده ازیں بتصدیع خود راضی مشو وبگذار که تا ازینجا من محرم قدیم همدم وهم قدم این تماشای هنگامهٔ قدرت الٰهی بوده باشم به بینم تاچه پیش آید چون اتفاق مبیت در شبستان آن پری نیک نیت افتاد گفت اے غفاے رفعت غنیمت امشب بعلاوزی طالع قوی بدامم افتاده غم فردا معلوم ترغیم حقیقت که نصیب که میشوی و کسے در حق توجه می اندیشد اخلاص مامست مخالف اغیار رانمی شاید مگر منکه بخوی تو خرسند وبموی تو دل پسند شده ام دریں صداقت ماقصوری نخواهد بود بیاتاترا بجای برم که در آنجا هرگز گذر پریان نبود محلاء

بطبع تمتع از صحبت جان نوازت توانم برداشت رایزاده که بملاحظه طیشِ مخالف جان باخته بود از دلسوزی جانانه که مشفقانه بکار برد جان تازه دریافت در کِ رغبتش بجنس آمدآن محبوبهٔ خیرجو هدیه گو گفت که از اینجاست که کاسه از آش گرم‌تر گفته اند اے دلبر بے خبر فردانقل مقام مهمی عظیم در پیش دارم و ضابطه طبیعی چنین افتاده که وقتی که قوم پری مقرون به اقوام انسانات شود از پرواز باز ماند نباشد که فردا این اراده بلند معطل باشد انشاءالله پس از سر انجام این مهام صحبت های دلخواه دست خواهد داد یکی امشب سنگ صبر بر سینهٔ قوای سهوی میباید گذاشت چون صحبتی محذره خورشید از چشمهٔ خاور رخسارهٔ زرین پاک ششته بر آمد شاه پری بمعه اهل بزم عزم غسل بآن سروقد که تالا بیست مشهور جای عبور اهل نور سوار شد آن پری مجسم دلبری از همه راه مسافت که پانصد فرسنگ درمیان بود به بهانه فراموشی رخوت غسل چون تیرباز گشتی باز گشت و راست برآماج مراد یار خورد یعنی دلنواز خود را دربر گرفته بقوت جناح عجالتهٔ دریک جزیرهٔ گمنام رسید و گفت تا که پریان در تفحص ما و شما مایوس شده بادر جامهٔ اصطبار و اکشید در این مکان دار الامان محمول و محجوب مانده سر صبر بعمرانات خواهم کشید تا رسیدن بر آبادانی به حظوظ نفسانی نمی باید پرداخت این جوان به هوس تاب جوش نیاورده سرپوش از دیگ شهوت بردمست و ار بسکه اشتها صاف داشت از نیستی وقت نیندیشید و قاشق چند بهم زد چنانچه بطبع هردو گوارا نیاید بلکه نقصان کمال آورد یعنی بعلت صحبت انسان پری از پرواز باز مانده و آن جوان بے پر که برپری پرواز میکرد پر مضطرب گردید دید که در ساحلِ آن جزیره صدف بسیار پر از در غرر افتاده اند برای رفع ملالت بیکاری برای خود شغلی بهمرسانده از گوهرهای آبدار و درهای شاهوار خروار زد قضارا حجازی تباهی شده درآن نواحی رسید آن عزیز عاجز رجوع بوالی حجاز آورد و گفت که اگر ماهردو نامراد رابر حجاز نشانده بساحل مراد رسانید این تودهٔ دُر مکنون نصفی ازان تو باشد بازرگان این دولت عظمیٰ رایگان یافته

همچنان کرد ناخدای ناخدا ترس خدا فراموش افسونے هوش ربا در گوش سودا گردمید
که این جوان را که این نعمان غریبه نه در خور او باشد درین دریای عمان می اندازم اما زوجه
اش از ان ما باشد و امتعه اش از ان تو بقول اینکه "بدوزد طمع دیدۀ هوشمند۔"
ناخدا و کتخدا حجاز بصلاح یکدگر درپئ قصاص آن بے تقصیر شدند آخرش ناخدا که
خدا خانه اش بود خراب کند به بهانه تماشاء دریای آن یگانه بیگانۀ بازی زمانه را پیش خود
طلبیده چندی پیمانه باده خیر دریا پیموده آن کم هوش را مدهوش ساخته سمت الراس در
قعر دریا انداخت اتفاقاً ماهی آن یوسف ثانی را از حلقوم فرو می برد آن ماه چهار دهم به برج
حوت می در آید در همان ساعت آن ماهی بدام رای عالم آرای که والی بود می افتد، چون
سینه اش می شگافند این دریتیم بدست می رسد، آن عالی نهاد که نادیده او لا دبود بر حال آن
جوان رحمیده سر و جسمش ببوسید و از حقیقتِ حال باز پرسید اما رای زاده که متحیر
هنگامۀ قدرت قادر بیچون بود تعب تحیر را وسیله سکوت یافته تفصیل احوالی خود را
موقوف بر وقت دیگر گذاشت رای عالی تبار آثار سردار زادگی از ناصیه حال او معلوم
کرده دختری که داشت به ازدواجش داد به بخانه دامادی اقبالش فرمود در ایزده که ولی
عهد شد بگذریانان دریای شور قدغن نمود که تا که ناخدا و کتخدای حجاز بنظر بگذرد
رفتنش ندهند چون رفته رفته والی هر دو حجاز بار خوردند قرقش نمودند آنها بتفرس
دریافتند که آیا تخم افعالِ آنکسان سر به سمر برآورده است، بازرگانان جبال باقحبۀ
صاحب جمال که رای پسند بود ورای عالم آرای ورای مرضی اش کاری نمیکرد و بحکم
تعشق بر هر کار رضایش مقدم میداشت در خورده متاعی غیر مترصده بر سویش دادند که
تا اظهار خدمت والی وقت نماید که این پسرک را که ناپرسیده و به لیم احوال نارسیده
ولی عهد فرموده از غلام بچه نو خرید مامی باشد از آنجا که قرار قباله بود قضا را ماهی فرو
می برد و چون می بر آید آن غلام بد سرانجام مشرح از حال خود وامی نماید ایا نمی باید که
چنین بد گوهر با چنین گوهر پاک هم سلک گرد و چون آن مکاره بطمع دولت کبری،

همچنیں کرد رای سست رای بمجرد اصغای این نوید بی جا از جا رفت فرمود که بدارش کشند دخترش که در صحبت چند روزه محرم راز شده بود بخدمت والد پیغام کرد که کاشکی بر چهرۂ ماه عصمتم این و صمت عبث عظیم نمیگذاشتند لازم که در حضرت بحضور طلبیده بر کوایف سر گذشت آن جوان پاک سرشت واقف شوند چنانچه نفری بر آید مفر از سر خلاف نمایان می یابد بر آورد و اگر غلیز به تمیز می در آید دامن حالتم که به لوث صحبتش ملوث است مارا نیز باو از وجود عنصری می باید پرداخت تا پیش خواتین عصمت خجالت نکشم چون رای بر رای دختر رای نوازان رایزاده صحیح است استفسار نمود کماهو حقه از حقیقت حال باز گفت و بر صدق مقال خود خشت های طلای را که بر هریک نام خود ثبت کرده شاهد معتبر گرفت و پری خور چهر را که آن ناخدا قهر زدۂ خدای عزوجل بتعدی در تصرف آورده بود بتجسس کشیده رای شرمسار آن هر دو بازرگان را با آن ناخدا و آن قحبه واجب السزا بدار کشیده به دار البوار فرستاد و بر اعزاز و نیاز آن مصدر الطاف الٰهی دو بالا کرد و بعد ز تقصیرات متعذر گردید چون رایزاده شنید که در وطنش قحطی افتاد که بایں حد مردم رو بفرار نهادند و باطراف عالم متفرق افتادند از بس عاقبت اندیشی سیلانِ کرم چنان فراخ کرد که از هر سمتی که مسافر وارد شود مهمانش کنند و بنظرش بگذرانند و قتی که ایام فراق والدینش سپری شد کیف بانفق که آن هر دو قحط زده چون برگ حیران از باد صرصر درپای چار دیوار جمع آیند در شهری که آن رایزاده بلند اراده رایت فیض بر افروخته بود و امیر سند بافرزند دلبند که دو چار شدند در لمحه از حیران عین بهار گردید فرزند بر خوردار از خدمت والد بزرگوار و مادر مهربان سعادتِ جاودان دانسته از جناب خیر خلق خود دستوری یافته از سر نو مکان مولده آباد ساخت ای دل دیوانه درهیچ حوادث زمانه تعب اضطراب بیتاب مشو که آب و هوای خاکدان ظلماتی که مکانیست تنگ و تیره بهریک تنگ و تیره نباشد انشاء اللہ انجام سر انجام هر مهام باشد چنانچه گفته اند:

ز رنج و راحتِ گیتی مرنج اے دل مشو خرم
که آئین جهان گاهے چنین گاهے چنان باشد

کشایش پنجم کشایشی است ازحالت آن زناردار پسری که در آرزوے تماشاء تقدیر عقدہ مشکلایش ازچندیں کشمکش بتوجه قادر قیوم روزی بکشایش آورد۔

که زناردار ی بیدخوان پسری داشت که دایهٔ دهر نافش از حربهٔ عبادت بریده و مادر گیتی شیرش از پستانِ ریاضت داده، پس از رفع ایام رضاعت از وقت پیِ سواری زینِ تقوی بربارگئ همت فرابسته، عزم سفر ملک دار العبادت بالجزم کرد۔ پدرش هر چند برسرورویش بوسه میدهد و میگوید که اے جانِ بابا اقبال کاری بکن که تقاضای عمر توبوده باشد احمالِ این بارِ اثقال برین سن و سال امر محال است، بنا ازین آزاده بگذر و داغ محرق بر سینهٔ والدین نگذار، الابحکمے که چاشنئ معرفت معانی در مذاقے که رسیده باشد مزه لذات نفسانی برآن ذوق مذهد، مزه شربتِ نباتِ عرفاں که بکام آن پیوسته بود شیرینئ گفتار والد بزرگوار که تلخئ تاهل و تعلق دربطن داشت ذوق افزاے ذایقهٔ اجابت نشد بقول اینکه مصرع سیل بهار را که عنا گیر می شود برهمن حصر ارادهٔ پسر صغیر را علاج پذیر نیافته زاد توکل علی الله درکیسه اش گذاشته بر رخصتش دل سخت کرده درضمن حصول آزاده چنیں پسر سعادت پزده سعادت خود میدانست۔ آن طفلِ دبستان تعشق جزوی از عقیدت قلبی در لعل و تحیة از همت در دست گرفته، رفته رفته بر لب آبے مکانِ عبادت اختیار کرد۔ از صبح که سیاح خورشید از حجرهٔ خاور می برآید این پسر مرتاض به پئ ریاضت دراں دجله می درآید در جائے که آب تا بحلقوم می رسید تا آخر روز بیک پاایستاده عبادت شاقه مینمود، پس از هشت ماه که ماهِ اجابت از افقِ وصل الٰهی طلوع فرمود، آوازِ سروش از غیب بگوشِ این سخت کوش میرسد که اے کوچک بلانوش از آوازه این ریاضتِ صعب مسامعهٔ کروبیان کرشده و چشم روحانیاں متحیر گردیده، درانیوقت که برحالت استحقاق اشتمالت دریای لطف الٰهی در جوش آمده هر

آرزوی که ازیں عبادت مرکوز باطنت باشد، بخواه، که وقت اقبال است، آن ارجمند مشکل پسند ناگرفت در مناجات میگوید که یاقادرِ مطلق میخواهم که تماشای قدرتِ ترا ملاحظه کنم، در همیں که پسرک بشکر اجابت عبادت سر بسجده می برد از غوطهٔ که می برآید چه بیند که ریگستانیست وسیع که علامتِ تموج آب از فضایش چون استخوانِ پهلوی عاشقان در ظهور است و شوشه های ریگ برفرازش چون قلعه های کوه پرشکوه در اظهار۔ از ملاحظهٔ ایں احوال هوش گم میکند و همدوش اجل پا در تردّد میکند از دلش از هفته بجای میرسد که در آنجا صیادے و جلادے که هر دو باهم سر رشتهٔ تودد مربوط داشتند و بشرطی که هرچه شکار شود بایکدگر قسمت کرده بگیرند، دامهای متعدد در آن خنادقے پیے هم نصب کرده، خودش از ملاحظه رمیدنِ وحوش وطیور در کمین گاه خزیده بودند۔ این عزیز که بجز دانهٔ دام دام و دانه از دهری نظرش نیفتاده بود سرشام قابورِ وقت خالی از خلل غیرے یافته چون مرغ قحط سال بران دانه و غل دل در باخته دست بچیدن دارز کرده آن صیاد بدنهاد بمعه جلاد اجل نهاد آن پسرے اهورا آهو یا طاوس گمان کرده از کمین گاه برسرش ریختند دیدند که قضارا عزیزی انسان نژاد که همای اوج سعادت توان گفت بدام افتاده است از احوالش که میپرسند آن حیرت زده تعب تردد را وسیله خاموشی یافته لب بهم بست چون شرطِ شکار از قرار بالمشافه است در بر دو ساعدین شخص صیادے و جلادے درمیان بود برین شکار ندرت آثار حصه قسمت چنیں انقسام پذیرفت که صیاد لاولد بود و جلاد والد دختر، آن صید گیر این پسر تماشاے هنگامهٔ تقدیر را بمهر پدری پرورش فرمود و آن کناس خیانت اساس به دامادی اختیارش کرد پس از فراغ کتخدای که صاحب اولاد شد در سالے شعلهٔ وبادو بالا گردید و تمام قبیله صیاد لقمهٔ دهن اجل شدند زپس بایک فرزند سربسوی خانهٔ پدر کشید و این حیران هنگامهٔ قدرت الٰهی اوقات بگدای میکرد اتفاقاً روزے که آفتاب طالعش از مطلع اقبال طالع می شود پیش ازطلوع شمس در شهری می در آید که والی ایں شهر عازم دار الملک

فناشده بود وارث تاج وتخت نداشت ارکان دولت نعمتِ سلطنتی را درمذاق حوصله خودها گوارا نیافته متفق الفظ بر آن شدند که شخصی که یکه تراز در درآید افسر سلطانی سزاوار فرق مبارکش گردد۔ آن بیدار طالع که صبحی بدست اولیاے دولت می افتد دست بدست برده صدر نشین چار بالش حکمرانی میگردانید چنانچه تا هشت سال زمام نسق ونظام و کلید رتق وفتق آن مرزبوم در دستِ تصرفِ او میباشد۔ اکسرے دختر از رایان عالی تبار در احاطۂ مناکحت آورد، والد اولاد گردید، زنِ قدیمش که براے استعلام خبر شوهر می برآید کیف بالنفق که درشهرے شوهرش شهریاری میکند واردمی شود و سرشکار باشوهر دوچار میگردد ازبسکه حیای زنان شوی دامنگیر حال شدو الفت پدری در جوش آمد بغرور دولت سلطنت احدے راهم جنب خود خورده گیر نیافته آنرا نیز داخل حرم خانه فرمود و پسر را در رایزادگان برگزید چون محلهای جدید که دختران قبایل بزرگ بودند اتفاق صحبت خود را باجلاد بدنهاد معلوم کرده ازبس عزت انباز همه جمع آورده نار برافروخته همه گل اندامان حیا اندوز چون پروانه های چراغ دویده در آن آتش عالم سوز افتاده راے زادۂ وقت را که ازدیدن این هنگامۂ عبرت افزا حیرت وخجالت و الفت یکباردرمیکرد فی الحال جست زده در همان آتشکده می اُفتد از احراق آتش جسمش وامی شود چه می بیند که درهمان دجله که عبادت گاه او بود ایستاده است من کل الوجوه در استکشاف این مقدمه فرورو گرداب تحیر بود افتان وخیزان برساحل برآمده گاهی این واقعه را در عالم خواب میدانست و گاهے از معاملت حال اعتبار میکرد وزین بود که درویشے منحنی لاغر اندام که رگهایش چون رشته مِسطر کهنه از هم گسیسته جزم شکم بابسته پشت چون جلد بر جلد باهم بسته بود دررسید چون از علت لاغری استفسار نمود باز گفت که اتفاقا چندے از وظیفه خواران والی فلان ولایت بودم در حالتے که ثالیے بحال آن والئے از نسل جلاد بتحقیق پیوست منکوحه هایش خودرا در آتش محرق فرا انداخته و آن راے وخیم العاقبت سربراه همان آتش زار بجهنم رفت چون کراهت وظیفه خوانیء جلاد

منحوس سخت درباطنم گرفت چندی فاقه و ریاضت شاقه برخود قرار دادم که تااثری ازنان ونمک آن نحس در گوشت وپوست باقی نماند درصورتیکه پسر برهمن این واقعه راوقوعی حال خود درمی‌یابد بلاامهال درتفتیش این سرگذشت بشتافت اولاً در شهری که صیادبمهر پدری بعمارتش پرورش کرده رسید، دید که هرمکان بلاتغیر تبدیل بجاست از آنجابرای تحقیقات شهری که در آنجا سلطنت میکرد متوجه شد، در سوادان شهر منکوحۂ عهد جلادے بافرزندش زار و نزار نشسته بود از دورشناخته بمعه پسر سویش دوید و گفت که اے شوهر بدجوهر بچگان خودرا بااین حیرانی گذاشتن مقرون بکدام غیرت است؟ برهمن زاده که کار افتاده بود فرصت راغنیمت دانسته قدم از بادیه دام گرفته بگریخت، و آن زنچه بمعه بچه اش بسان سایه بی سروپا گریان فریادزنان تعاقب کرد چون والی وقت سوار بشکار شده بود ناگهان بسر وقتش وارد شد و سرهنگان شدید فرستاد، آن هر سه را کشیده طلبید، چون از حقیقت حال نار پرسید برهمن زاده خودرا از نسل براهمنه براهین میگرفت و زوجه اش از ابنائے جلاد بفریاد میگفت، چون رائے مسند آرائے منصف وعدالت، برائے تحقیقات این مقدمه مجمع ضدین لازم می‌آید کسان معتبر از وطنِ مدعی ومدعا علیه طلبید، استفسار نمود، برایں همه بحجت های قوی برهمنش وامی نمودند و جماعه کسناس بازن و فرزندش جلاد میگفته والی عهد درحل این عقدۂ مالاینحل استغراب ورزیده فرمود که این مردنامُشخص رادست وپابسته درآتش سوزان فرااندازند اگر در قومیت نجیب و شریف خواهد بود نخواهد واگر در نسب خسیس دارد حیف میباشد چنیں بے غیرت هم آتش جهنم مهتر است۔ جماعت کسیر از صغیر و کبیر فریادزدند که این کسناس ساحر مقرری است، سالے چندقبل ازین نخست قسمت والی این ولایت شده بود چون لباسش برملا افتاد و دختران خاندان شرافت از بس استکراه که بغلط اتفاق صحبتش افتاده بود چون شعله در شعله باآتش مشتعل فرا آمیختند این ساحر مقلد نیز از بس خجالت خودرا در همان آتش مطلق زده بود الحال سالم بهمرسانده میتوان

دانست که سرشت این خیلے از بناے سمندر است باسرشت جسمی تاثیر ندارد چون والی وقت قصه کار چند در چند دید فرمود که سروریش این خبیث که ابلیس بر تلبیس صد لاحول میخواند، تراشیده به سواریٔ خرماچه بشهر نموده بدر سازند، درین وقت که بران برهمن پاکیزه سرشت پر اشکال افتاد از سوال خود براے مشاهدۂ قدرت الٰهی شامل شده بود نادم گردید و براے عجز و انکسار بجنابِ مقدس آمرزگار حقیقی فراشود از آنجا که مکالید کشایش هر قفل زنگ بسته تدبیر بدست کار فرماے کارخانه تقدیر است، هاتف غیب آوازِ بلند درداد که این برهمن مرتاض از ملوثات لباس منزه است، خفت او موجبِ تخریب جلادی خواهد شد، خسروِ وقت بر تصدیقِ شهادت غیب آن بیچاره بے عیب را ممتاز و معزز گردانید اے دلِ دیوانه اینهمه اضطراب محض بعلتِ عدم علم مشیت یزدانیست هرگاه اسرارِ ازل بر چنان مرتاضِ مادرزاد که آزاد اصلی بود متکف نشد، در خور دریافت گرفتاران عام تعلق نباشد لیکن درپیچ اشکال دست از فتراک فضل فیاض حقیقی مکش که گفته اند:

بسا قفل کآنرا نیابی کلید
کشایندۂ ناگه آید پدید!

کشایش ششم: کشایشی ست از حالتِ آن زنِ خوش رو و پاکیزه خو، باشد که از منصوبه انبازانِ دغل باز چندے بازی اش برخ مانده عواقب بتوجه رخ بادشاه حقیقی روبکشایش آورد و آن انیست که رای بی همتای برای یکتا فرزند پشت عجز کج برین ساخته بود لیکن هیچ یکی گل مراد نمی آورد، ثمر امید نمیداد، درین آرزو چها تعب که نمیکند و چها تردد که بروی کار نمی برد۔ روزے صددشکار آهوے مشکین ابلق تند خرام سرداده و آن پدرام خود کام چون چشم عشاق در نظاره معشوق آهو نژاد خود سر شده از لشکر جدا افتاده در صحراے در آمد که در آنجا بوے از عمرانات نه بود در روئ از ذی حیات نمی نمود رفته رفته بجاے رسید که در آنجا زیر درختے دخترے چهارده ساله که از رَغم

فروغش ماه در ابر سیاه میخسرامد و از شرم رخسارش گل چاک به گریبان می زد، بنظرش افتاد و خطابش کرد که اگر انسان گویمت انسان بشکل پری نباشد و اگر پری خوانمت پری بمشابهت انسان نبود اگر حور زاده میباشی راست بگو که در آفرینش بنی آدم چطور تناسخ گرفتی و اگر آدم می شوی پنهان مکن که چگونه به هیئات حور متمثل شدی بااین همه شکل و شمایل که شاخ طوبیٰ مینمای بچه علت بیرون از احاطه بهشت افتاده ی و بااین حسن و لطافت که به بدر منیر می رسی بچه سبب بر خطه خاک رسیدهٔ؟ گفت الحمد لله که از نسل و نژاد آدم می باشم اما حالم اینست که چون کوره وطن مولد بآتش طوفان خوی زد و هر وضع وشریف را چون خس و خاشاک در ورطه هلاکت انداخت والد بزرگوار که از بازرگان روزگار و تیماری مشمولان زمانه بود بااقبال وعساکر طعمه تیغ اجل گردید مادر مهربان از بس مهر مادری از آن آتش عالم سوز منِ سخت جان را که در عمر هفت سالگی بودم بآغوش برداشته همدوش مرگ درین خرابه رسید و شیرے قضاپنجه برسرش ریخته بیک طمانچه از هستیش پرداخت و من اسیر شهربے مهر بحکم تقدیر بیکس افتادیم بحکم قدرت آن کس بیکسان و آن چاره فرمائے بیکسان بیچارگان بیکسی‌ام در دل آن درنده اثر میکند و از خون من معدوم مظلوم میگذرد چون باستعداد حوصله مشیتے تردد نداشتم لاچار همین درخت را مربی وقت انگاشته بوقت شام خوراک طایران که برائے بچگان می آرند و پس خورده آنها بر زمین می افتد رازقه خود میسازم و عمر مستعار خود را بسر حد موعود میرسانم و عمرم که به چهارده سالگی رسید از بس هفت سال درین قحط الرجال امروز شمارد چون هدیه ناخواسته و مهمان ناخوانده یافتیم و الا بعلتِ چند شیرزیان آدمی درین وادی نمانده و متنفسی بنظر نمی افتد، رائے میفرماید که ائے گوهر بے همتا در اینجا که بیجا افتاد ایام طفولیت به تنهای گذشت محتاج به مسایل مصاحبت نبودی الحال به بلاغت رسیدی بیاتا ترا در سلک ازدواج منسلک گردانیده خواتین عصمت سازم، هر چند که آن پری نهاد از یمن صحبت

خوش لباسی التباس انسانی نداشت چون آهوے صحرا ازهم می رمید لیکن از گرم جوشیهای محافظت مخاطب چنین رفاقتش اختیار کرد، چنانچه راے عالی آن گل اندام را چون حمایل گل دربر گرفته پس از طیِ مبلغے راه سر به آبادی کشید و آن مهر چهر را نجانه برده هنگامۀ حسن و غرور زنهای سابق چون گرمیٔ بازار چراغان فرو نشست و چون رونق صف ستارگان برهم زده از آنجا درد انبازی در دیست جانگداز اینهمه از کساد بازاری خود هافرو روِ ورطه حیرت بودند باتفاقات حسنه آن نو نخله ثمرستان عفت حامله ثمر امیدشد و شورشے تازه درنهاد انبازان بدنهاد در گرفت در خودها سر مطارحه رفتند که اگر گوهر شاهوار از شکم این صدفِ دریاے حسن و لطافت جلوه حضور می افروزد البته درة التاج سلطنت میشود هیچکس را وقارے و اعتبارے که نمانده است نخواهد علیٰ هذاالقیاس همه ها متفق اللفظ در ینمعنیٰ شدند درخلوت بعرض رای سخت راے رسانیدند که محل نو را که گنج خوبی داشته از خرابه برداشته آورده اند در جنس بنی آدم نباشد، باشد که عالم جنان است انجام صحبت آتشی بمزاج خاکی گوارانشود، حاکم وقت که بحکم تعشق محکوم محل مرقوم بود هر چند که در مبالغه جماعه کسیر استغراب می ورزید لیکن ترک صحبتش نمی توانست کرد رفته رفته وقتی آن شد که از و بچه حاصل کرد انبازان دمدمه ساز منصوبه پرداز بادایه بهم ساختند که در وجع برای شعور شناخت که افاقت یابی هر آینه از ان حامله باز آیٔ ناکار افتاد سلب جوارش پس از حصول بچه به آواز بلند فریاد بزن که طفل به شکل خوک متولد شد، آن دایه سرمایه از گفته انبازان منصوبه باز در وقت نیم شب که فرزند برهنه چون ماهِ غزه از مطلع حمل آن حاملٰه ناز آمود طلوع نمود برارادہ آنها حرف زد همه گفتند که مامک محرم راز از برای خدا کدبانویان مشکوی جهانبانی را بدنام منما و این بلای شوم و مذموم را از اینجا برداشته در محلی گمنام دفن بکن تابار دیگر انگشت نما نشود همه باتفاق پیش راے ابله رای رفته چهره نمای این حکایت شگرف کردند و عرض نمودند که نمود ماسوای از صدق نبود از نهالِ مغیلان شمر اچه

چطور افتد و از عالم اجنه انسان چگونه بوجود آید بر رای رای ساده فهم این سخن راست

خورد هر چند مقتضای شرم وغیرت ازخانه اش اخراج نکرد لیکن از نظرش انداخت

چنانچه آن گل سر سبد بانوی در خارزار کنیزانِ کم وقار زار و نزار میگذرانید کیف که دایهٔ

بدبخت آن وارث تاج وتخت را سخت دل نموده چون دز یتیم ازان صدفِ عصمت

کشیده در قماط پیچیده بر گلخن می اندازد وسحر که کلال درپی جمع آوردن خس و

خاشاک برمیخیزد آن گوهر خس پوش بدستش می افتد چون فرزند نداشت آنرا بمهر

پدری در آغوش گرفته رفته در دامن منکوحه همچو نعمت غیر مترصده انداخت و گفت

که ایں ماه نورا که زاید النور است بمهر مادری پرورش بده وقتے که بکمال میرسد کلبهٔ

گدائی مرا پرانور می سازد وروزگاری که بدین بگذشت وان نتیجهٔ خاندان ریاست بقوة

نشوونمای تازه گرفت بحالتے پیوست که در طفلان نئے سوار بسواری چوبیکه چابکے

نموده برآن چاهے که ازاں چاه آب بمحل منکوحه خاص آن رای عالیجاه میرسید میرفت و

می گفت که اے خنگ چوبین من آبکے بخور زناں آبکش در جوابش میگفتند که اے پونم

نوسوار آخر از نسل کلال باشی که اسپ چوب را آب میخورانی طفلک بحجت راسخ

بپاسخ پرداخت که اگر از شکم نسواں بچهٔ خوک بوجود آید عجب که اسپ نے هم آب

نوش باشد چون کنیزان که متکفل خدمت آبکشی کلام زبان آن کودک ندرت بیان در

خدمت خادمان محل نقل کردند انبازان افتراپرداز که در حیله انگیزی انباز نداشتند تقِ

لباس خود را نزدیک بدانحراق یافته بعرض رسانیدند که طفل فلاں کلال ازبسکه بادهان

شوخ وشنگ پیش می آید زبان بدشنام میکشاید تادیب چنیں باید تاسد بیان همان بے ادب

لازم آمده احدے ترک ادب نتواند نمود امر شد که محبوسش گردانید، در خلال اینحال

بحکم قادر ذوالجلال دبیلے در دنبال رای بلند اقبال بوجود آمده معالجان وقت وحکیمان

زمانه در معالجه آن دست بر نج ماندند آخرها منجم سماسیر احکام شناس حکم کرد که این

عارضه درساعتی عارض حال والی وقت شده که اگر زنے مجمه عصمت وپیکره عفت که

سوای از شوهر نفس از دیگری درخواب هم بخیالش نگذشته باشد بزبان خود لیسد شفامیتواند پزیرفت بخادمان محل اجازت شد که هریکی درپیٔ معالجه شوند چون مهم از هیچ یکی بکفالت نرسید وفایده بر آن مرتب نشد رای فرمود که آن زنچه را که از خرابه مطلق آورده ام اغلب که بے ماروی آدم هم ندیده باشدتابه الفت دیگری چه رسد شاید که صدداعلاج شود در صورتیکه ایام منحوس آن بانوی بے تقصیر منقضی شده بحکم حکیم علی الاطلاق ازیمن زبانِ آن طوطی بوستان عصمت دنبال داورِ وقت رو به بهی آورد چون راے زرین راے ازسر شفقت بر معجزه عفت آن معانیه عتاب قهرمانی اعتقاد آورده از حقیقت احوال باز پرسید بعرض گذاشت که در انسانیتِ من شکے نیست لیکن در وجع زائیدن که نازاي بودم نمیدانم که چون شد و چه چیز بوجود آمده از آنجا که راے رابر راستی اش سندے ناطق بدست رسیده بود فی الفور فرمود که دایه دغل مایه را در شکنجه کشند تاطلسم از سر گنج کماهوحقه بشکند چون همچنین کردند زنِ ناقص العقل دریک تنبیه بمعرض عرض نهاد که باغوای انبازان چند فرزند دلبند آن خاتون ارجمند رابه تناسخ خوک وانموده آن گوهر پاک رادریک پارچه پلید پیچیده بر گلخن انداخته ام لیکن بحکمی که گوهر خاک پوش بدست مانماند آن دریتیم را فلان کلال لئیم درنعمای عظیم دانسته بخانهٔ خود پرورش داده اياچه فایده که آخر به دغل بازی انبازان نزادآن مهرۂمراد ـــــــ(ناتمام)

□

(ازکشایشِ هفتم عبارتی که درنسخهٔ ناقص باقی مانده است) دریں مشق دستش قایم شود تانقشے بحزنقش بیغرضی برصفحه دل ننگارد و هرچه بنگارد نقش کالحجر باشد جهت توفیق در هر سعادت لله و بے انفصال موفق الحسنات به اتمام پیوست نسخهٔ کشایش نامه بعون الله تبارک وتعالی۔ حالا تاریخ چند که عزیزان ارجمند در سال اتمامش گفته آید عزیز بزرگ منش و الا دانش نندلعل منشی میگوید:

چه خواجه راجکرن دانش آمود
نگارین نامهٔ تصنیف بنمود
خرد بر گفت تاریخ تمامش
سرانجام گشایش نامه بهبود

۱۱۰۱ھ

ایضاً

خواجهٔ راجکرن خوش فرجام
نامه نغز را چوداد انجام
سال اتمام آن بگفت خرد
نامه من بخیر باد انجام

۱۱۰۰ھ

ایضاً

چون مجمع فن راج کرن ساکن هتک
بنمود خرد نامهٔ رنگین بے شک
جستیم چو تاریخ تمامش هاتف
بر گفت "کشایش نامه وان مرک"(کذا)

ایضاً

راجکرن چو از کرم خالق العباد
تصنیف کرد نامه رنگین خوش سواد
تاریخ اتمام بپرسیدم از خرد
هاتف ز غیب گفت "شگفته گل مراد"

۱۱۰۰ھ

ایضاً

تصنیف نمود خواجۂ راج کرن
صحفی که بطبع چون صبوحات بود
سالِ اتمام ان لطیفۂ خردم
بر گفت "صحیفۂ فتوحات بود"

۱۱۰۰ھ

کافور خان سهسوانی میگوید: قطعه

کشایش نامۂ من آفتابیست
که فیض اوبخاص و عام کم نی
پئ تاریخ او از عالم غیب
سروش آمد بگوشم گفت "غم نی"

۱۱۰۰ھ

عزیزی فیض الله سهسوانی در تفسیر میگوید "کشایش راجکرن بی بد یعنی عددبدشش میباشدا گراز عدد کشایش راجکرن که یک هزار و یکصد و شش در حساب می آید کم کند یک هزار و یکصد باقی میماند الٰهی بر عمر عزیزان بیفزاید و بحال هر یک قاری و سامع کشایش عطا فرمایند والله اعلم بالصواب تمت تمام شد کار من انجام شد۔

نسخۂ کشایش نامه من تصنیف راجکرن کایسته بخط خام بندۂ درگاه اضعف العباد عبودیت "منشی" دلسکه رام بهنگام طفولیت که در مکتب خانۂ تدریس علوم مینمود و در عهد صاحبانِ انگریز بتاریخ چهار دهم شعبان بروز چهار شنبه ۱۲۳۱ هجری وقت سه پهری مطابق آسارۂ سدی پورنماشی ۱۸۷۳ء باتمام رسید:

هر که خواند دعا طمع دارم
زانکه من بندۀ گنهگارم
من نوشتم صرف کردم روزگار
من نمانم این بماند یادگار
الٰهی هر که این را بخواند و مارا یادکند
بزود ترین اوقات او را از علم بهره وافر دهاد
بحرمت النبی و اله الامجاد

غزل آصفی

دست ترا گرفت طبیب از پیٔ علاج
این دست را مباد بآن دست احتیاج
نبضت بحال بیشتر آمد و لی طبیب
دردا که دست باز نمیدارد از علاج
گاهی چه شد که گرم مزاجست خوی تو
روی تو شاهد آمده برصحت مزاج
که درمیان تپ نشود درد سر ترا
گیرد سر عزیز تو کردند اهل تاج
دل هم فدای رنج تو شد نقد جان همه
نگرفت چون تو ازده ویران کسی خراج
در حیرتم که رنجه ز بتخاله بهر چیست
آن لب که میستاند از اقلیم روح باج
رفت آصفیؔ زرشک تواز دست ای طبیب
کوتاه باد دست تو زان ساعده چوعاج

□

کشایش نامہ

(ترجمہ و تلخیص بہ زبان اردو)

کشایش

پہلی کشایش: اس تیتر سے متعلق ہے جس کی زبان ''سبحان تیری قدرت کا ورد کرتی ہے۔

دوسری کشایش: ایک عالی ہمت شاہزادے کے احوال میں جس کی پریشانی ''روکش زلفِ بتاں'' اور جس کی پُر پیچ زندگی سے حسینوں کے گھنگھریالے بال بھی شرمائیں۔

تیسری کشایش: اس سلطان زادے سے متعلق جو مضبوط ارادے کا مالک تھا۔ جس نے بارہ بروج کے زیر اثر کبھی سخت مشکلوں اور کبھی آسانیوں میں وقت گزارا اور مسلسل بارہ سال کی پیہم آزمائشوں سے گزر کر اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

چوتھی کشایش: اُس راجکمار سے متعلق جو سخت مشکلوں کے باوجود اپنے آہنی ارادوں کی بدولت عزت واقبال کی مسند پر براجمان ہوا۔

پانچویں کشایش: اس زنار دار (جنیو پہننے والے) لڑکے سے متعلق جو تقدیر کی کرشمہ سازی دیکھنے کی آرزو لیے مشکلوں کی سخت گرہیں کھولنے میں خدا کے فضل سے کامیاب ہوا۔

چھٹی کشایش: اس حور شمائل و پاکیزہ خصائل خاتون سے متعلق جو کچھ دنوں تو فریبیوں اور دغابازوں کی وجہ سے بہت پریشان رہی مگر آخر کار مالکِ حقیقی کی توجہ خاص سے اس کی مشکلیں آسان ہو گئیں۔

ساتویں کشایش: (نسخۂ مخطوطہ میں موجود نہیں۔ گمان غالب ہے پرانی اور کمزور سلائی کی وجہ سے وہ جزو ہی نکل کر ضائع ہو گیا۔ افسوس!)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قربان جایئے اس قادر یگانہ کے جس نے کائنات کو اتنی نیرنگ ساماں تصویروں سے سجایا اور صدقے اس خالق بے ہمتا کے جس نے مٹی کے پتلے کو گوناگوں صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا۔ اگر اس کی قدرت کاملہ کا خورشیدِ کرم تجلی ریز ہو تو ذرّوں سے سورج کا کام لے، اگر اس کے جلال کی بجلی کڑکے تو زالِ کمزور رستم کا پنجہ مروڑ دے، اگر کوئی اس کے حکم کی سرتابی کرے تو زمانہ اس سے منہ موڑ لے، جس کو وہ نوازنے پر آئے تو سو نعمتیں اسے گھیرے رہیں۔ اس سے عقیدت کا شائبہ بھی گنجفہ باز کو تیز اور چالاک کر دیتا ہے کہ وہ جسے چاہے بے تاج و شمشیر حکمراں کر دے اور اس کی قدرت کاملہ کے طفیل ماہر شطرنج باز بے اسپ و فیل تھکے ہارے پیادے کو فرزیں بنا دے۔ بے شک وہ محملِ بے ہمتائی کا محبوب اور ہودجِ مثالی کا معشوق جس کے جمال جہاں آرا کی ایک کرن حسن لیلیٰ بن گئی تو مجنوں اس کے رخ کا پروانہ اور گیسوئے برہم کا دیوانہ ہو گیا۔ جب اس کے حسن کمال نے شیریں کو شیریں زبانی عطا کر دی تو فرہاد اس کی آرزو میں جان پر کھیل گیا۔ اس محبوب ازلی کے لب لعلیں کا تبسم صبح صادق کا نصیب ہوا جو ہلاکت کی جگہوں پر بھی قہقہہ کا حوصلہ

بخشے۔اس کے رخسارِ جلوہ بار کی تابش آفتاب پر پڑی تو اس کی جستجو میں وہ شرق تا غرب رواں دواں ہوا، اس کی چُپ زبان سے نہ جانے کون سی بات خموشانِ چمن نے سُن لی کہ پل بھر میں اپنے گریباں چاک کر ڈالے اور پھول بن گئے، بلبلوں نے اس ذات بے ہمتا کا ایسا اشارہ پالیا کہ اس چون و چرا کی دنیا میں چہچہانے لگے اور وہ اقبال حاصل کیا کہ اس کارخانۂ موجوداتِ رنگارنگ کی زینت بن گئے۔اس کی پر جلال آنکھوں سے موت نے ایسی گردش لی کہ بتانِ طناز و حسینانِ دلبر، عاشقانِ قدور خسار، شاہان و گدایان اور عجائباتِ خلق سے بھری اس دنیا کو یکلخت نابود و فنا کردے، اس کے دیدار کی تشنگی قمری کی رگ جاں میں پھڑک بن گئی کہ آواز کوکو کا ترنم ختم نہ ہوا اور کبک دری اس کی تسبیح سے غافل نہ رہے۔ وہ ایسی قدرت والا ہے کہ جس نے اس سے بغاوت کی تو ایک ناتواں مچھر اس کا دماغ ٹھنڈا کردے۔ حفاظت کرنے والا ایسا کہ ہر سو نگراں ہے، کسی کا پاؤں ڈگمگایا اور فرشتے بڑھ کے اسے سہارا دیں، ولی نعمت ایسا کہ ہر جانب اس کی نعمتوں کا دسترخوان سجا ہے، کریم ایسا کہ نعمتِ غیر مترقبہ بخشے، حاکم ایسا کہ بغیر کسی اعانت کے احکام نافذ کرے، حکیم ایسا کہ زہر سے مُردوں کو زندہ کرے اور چاہے تو آبِ حیات پلا کے زندوں کو مرگ آشنا کردے۔ ایسا صاحبِ اقتدار کہ شدّاد کو اس کی بہشت سے باہر رکھے اور شیطان کو اس کی فریب کاری کے سبب جنت سے نکال دے، رحیم ایسا جو عجز و استغفار کو پسند فرمائے اور کبیرہ گناہوں کو بھی معاف کردے۔ حاصل یہ کہ اسماء رحمن و رحیم اس کی ذات کے شایان ہیں اور اکرم الاکرمین کا لقب اسی کو زیبا ہے۔

اگر ناچیز راجکرن انسان کی طبعی طاقت کے مطابق اس مالک الملک کی ثنا لکھے تو کیا لکھے اور کیا لکھ سکتا ہے۔ چنانچہ اگر اس سے عہدہ برآنہ ہو سکا تو "وجودش ہیچ۔"

یہ مکان لامکاں ہے جس کی ہوا شرربار اور فضا ناپیدا کنار، بڑی اونچی اڑان والے "یاھو" کے وظیفہ خواں بھی زمین پر آ گئے۔ اکثر شاہین بلند پرواز "اسرار یار" کے جویا ہوئے، پر تولے مگر خود ہی پنجۂ عقابِ تقدیر کے شکار ہو گئے۔ اس کمزور و ناتواں بندے سے کیا ظاہر ہو اور کیا بھید کھلے ؎

پروانہ خس و ہوا شرر بار
پروانہ چساں کند دریں کار

اگراس کریم المعروف اور قدیم الاحسان کی ادائیگی شکر پر کمر بستہ بھی ہوں تو کیا ہوں اور اگر بالفرض سوکوششوں اور ہزار ترکیبوں سے اس کی عنایت و عطا کا شکریہ ادا کروں بھی تو کیسے کروں، اس شکرانے پر بھی شکر لازم ہے اور ہر شکر پر ایک شکرانہ مزید۔

نعمت او بیشتر از شکرِ ماست

شکر ہم بر شکر نعمت ہا جداست

اگر چہ اب تحریر تسلسل کا حکم نہیں رکھتی اور ساری تدبیریں دھری رہ جاتی ہیں لہٰذا ان بڑے اندیشوں سے درگزرا۔ اس رسالۂ رقت آمیز و تسلی خیز یعنی ''کشایش نامہ'' کی تصنیف و تالیف کے لیے ایک مبارک گھڑی آگئی۔ حاشا مقصود یہ نہیں کہ خود کو مورّخ گردانوں اور مصنفوں میں شمار کروں بلکہ خلاصۂ نگارش یہ ہے کہ میرے خیالات، عجوزۂ دنیا جو سلطان ابراہیم تارکِ تاج و تخت کی مطلقہ ہے، کے چاہنے والوں تک پہنچ جائیں اور وہ دنیائے عشوہ طراز کے غمزوں کے شکار نہ ہوں اور جان لیں کہ اشرف المخلوقات کی تخلیق کا سبب یہ نہیں کہ وہ طمع و حصول دنیائے فانی میں لگے رہیں بلکہ اوقاتِ خصوصی یادِ الٰہی کے لیے وقف کریں اور اس کی عبادت، اس کی عطاو بخشش کے شکرانے نیز ہر حال میں صبر و شکر کے ساتھ اس کی حمد و ثنا میں لگے رہیں۔ یہ دنیا جو امتحان گاہ اور آلام و مصائب کا گھر ہے، اس میں پامردی اور عزم و ہمت کے ساتھ استقامت دکھائیں۔ ناکامیوں پر قسمت کی شکایت نہ کریں نارسائیوں پر دل برداشتہ، متاسف و ملول نہ ہوں، رنج و غم اور قلق و مایوسی سے دل کو محفوظ رکھیں۔ کارخانۂ قدرت کا عجیب عالم ہے، تقدیر و تدبیر کا دستور یہاں ہمیشہ ایک اور نیک نہیں ۔

دریں دنیا بصد حسرت تواں عمرے بسر بردن

نباشد بندوبست آساں محالِ انتقالے را

بادشاہ شیر کا شکار کرنے کی تعلیم و تربیت حاصل کرتا ہے اور یہ سبق یاد رکھتا ہے کہ شکار پر دو تین حملوں سے زیادہ نہ کرے، اگر تقدیر اس کی تدبیر کا ساتھ دے گی تو کامیاب ہوگا ورنہ فکر و تردد کے ساتھ وقت ضائع کرنے کا کچھ حاصل نہیں۔ کہتے ہیں:

کار دنیا کسے تمام نہ کرد
ہرچہ گیرند مختصر گیرند

مبتدیانِ علم و مجتہدانِ تعلیم برادران و عزیزان کی خدمت میں یہ احقر الناس ملتجی ہے کہ کسی وقت اپنی طبیعت کی طاقت کی طرف بھی متوجہ ہوں مشاہدات و خیالات کی دنیا میں فضلاء و عقلاء کے مختلف اقوال ہزار رنگ سے سامنے آئے ہیں۔ سربستہ اسرارِ الٰہی جاننے کا شوق اضطراب پیدا کرتا ہے۔ خریدارانِ یوسف میں شامل ہونے کی ہمت اپنے حوصلۂ بشری اور صلاحیت طبعی و ذہنی کے بموجب کرنی چاہیے۔ رازِ الٰہی کے جاننے والوں نے اسے الفاظ و عبارت کے صندوقوں میں بڑی احتیاط سے محفوظ رکھا ہے، اگرچہ اس میں کوئی قفل نہیں ڈالا مگر حقیقت یہی ہے کہ رموز و فیوض کے جاننے والوں نے اسرارِ الٰہی کی حفاظت کے لیے حرفوں کے ان مضبوط تالوں کی کنجیاں سینہ بہ سینہ ایک دوسرے کو حوالہ کی ہیں۔ کبھی کبھی اس ضمن میں مباحثہ و مناقشہ بلکہ مجادلہ کی نوبت بھی آجاتی ہے۔ اس حد تک کہ درمیان سے معنی و مطلب ہی گم ہو جاتے ہیں اور طرفین کے دلائل میں مدلول و مستدل نظر ہی نہیں آتے۔ ناصر علی کہتے ہیں:

ز اختلاف ایں و آں سر رشتہ را گم کردہ ام
شد پریشاں خواب من از کثرتِ تعبیرہا

پس مصلحت وقت یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے دلوں سے اشتباہ و اختلاف کا زنگ روشن ضمیر درویشوں کی صحبت میں رہ کر دور کرلو۔ اس پر بھی تشفی نہ ہو تو ان ابواب کی کلید اللہ پر چھوڑ دو، وہی صحیح و نادرست کا جاننے والا ہے۔

بزرگان و عزیزان اگر مصنف کو تصنیف و تالیف کا اہل نہ سمجھیں، سلاست و متانت اور تمثیل ثبات سے عاری جانیں یا مطالعہ میں سہو و خطا و فروگذاشتیں نظر آئیں تو مجھے معاف کرتے ہوئے ان کی اصلاح میں دیر نہ کریں۔ اب حقیقت حال اپنی بیان کرتا ہوں۔

یہ نیاز مند کچھ دنوں سے چکلۂ سکندر آباد صوبہ دار الخلافت شاہجہان آباد میں مقیم اپنی عمر مستعار کو منزلِ موعود کی طرف پہنچا رہا تھا کہ والد بزرگوار یعنی بھوانی داس فدائی حالی سلمہ اللہ البقا نواب صالح خاں کے ذریعہ انتظامات پرگنہ بدایوں کے لیے مامور ہوئے۔ بڑی شفقت و محبت

سے مجھے اپنے پاس طلب فرمایا، تعمیل حکم عین سعادت جانتے ہوئے فوراً وہاں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ بڑے بھائی صاحب رام اور چھوٹے بھائی جسکرن بھی وہاں میرے منتظر تھے۔ ان عزیزوں سے مل کر خوش ہوا، مجھے بھی ملازمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ دو تین سال ہم تینوں بھائی ایک ساتھ رہے اتفاق یہ ہوا کہ بڑے چھوٹے دونوں بھائی شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہو گئے اور میں والد بزرگوار کے ساتھ شہر بریلی آ گیا۔ وہاں ''سر دفتر محرران'' مقرر ہوا ۔

بے نوایان را بلاہا در قفاست وائے بر فردے کہ سر دفتر بود صائبؔ

جب یہ احساس ہو چلا کہ ''طبع نو آموزِ من'' اس انصاف سوز اور جہالت افروز زمانے کی کشمکش برداشت نہ کر سکے گی تو ناچار اس دل دیوانہ کی تسلی کے لیے زمانۂ پیشیں میں گذرے ہوئے اگلوں کے احوال کہ کس طرح وہ آفات زمینی وسماوی سے گزر کر منزل مراد کو پہنچے، سپرد قلم کرتا ہوں اور طبعِ مضطرب کو تکیل دیتا ہوں کہ پریشانی خاطر کم ہو۔ اس طرح قلم دوات اور روشنائی سے اس رسالے کی ترتیب شروع ہوئی، اور علیم کریم نے اپنے کرم عمیم سے اتمام کو پہنچایا۔

یہ کشایش نامہ سات کشایش پر مشتمل ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے والے کو سات اقلیم اور سات ملک میں جو بھی مشکل پیش آئے اس (علیم کریم) کے فضل عمیم سے آسان ہو اور کشایش نصیب ہو تا کہ یہ رسالہ اسم بامسمّٰی قرار پائے۔

قطعہ

کشایش نامہ را ہر کس کہ خواند
نماید سینہ را از فہم خود حک
کہ تاریخ تمامش گفت ہاتف
''دہد حقا کشایش ہائے بے شک''

۱۱۰۰ھ

پہلی کشایش اس تیتر سے متعلق ہے جس کی زبان ''سبحان تیری قدرت'' کا ورد کرتی ہے۔ ذکر کرنے والوں کی عبرت اور منکرانِ ذات کے تدبر کو، دراصل کچھ ہم مزاج تیتروں کا جھنڈ ایک سبزہ زار میں جسے واقعی سبزہ زار کہا جاسکتا ہے ماداؤں اور بچوں کے ساتھ اپنی اپنی پسند کے

گھونسلے بنا کر رہتا تھا۔ سبزہ زار کے حیرت میں ڈالنے والے عبرانشان زمردیں فرش پر یہ تیتر اپنے جوڑوں اور بچوں کے ساتھ گھومتے پھرتے، سبحان تیری قدرت کا ورد کرتے ہوئے اللہ کا شکر بجا لاتے۔ ان سے حسد کرنے والے منحوس اور کوتاہ بیں دشمن تاک میں لگے رہتے۔ ظالم شکاری ان معصوموں کا شکار کرنے کے لیے دھوکے کی ٹٹی بنا کر اس کی اوٹ سے پرندوں کی نقلی آوازیں نکالتا۔ یہ بے فکر ذاکر پرندے اسے اپنے ہم جنسوں کی آواز سمجھ کر جواب میں "سبحان تیری قدرت" بول اٹھتے، کاش وہ صائب تبریزی کا یہ شعر سن چکے ہوتے اور دھوکا نہ کھاتے ؎

از خسی پوشاں فریب نرم گفتاری مخور　　　　ایں صفیر از جامۂ صیادی می آید بروں

غرض یہ کہ ان کی زبان (آواز) ہی ان کے لیے وبال جان بن گئی۔ اپنی آواز سے ہی دشمن کو اپنا پتہ بتا دیا۔ بے رحم شکاری نے ان کے گھونسلوں کے چاروں طرف آگ لگا دی۔ اب یہ غریب بھاگتے ہیں تو جل کر کباب ہوں اور اڑتے ہیں تو تیز خونخوار پنجوں والے باز ان کو جھپٹ کر لقمۂ اجل کر دیں۔ شکاری نشانہ سادھے کھڑا کہ اگر پہلو بچا کے نکلنے کی کوشش کریں تو اس کے تیر سے بچ نہ سکیں۔ تیتر جب عاجز ہو گئے تو اللہ مسبب الاسباب کی بارگاہ میں دعائیں کرنے لگے۔ چنانچہ وہ ذات جو کمزوروں کی مددگار اور پریشان حالوں کی چارہ ساز ہے، اچانک اس کے حکم سے آسمان پر بادل چھا گیا اور رحمت کی بارش ہونے لگی، یہاں تک کہ تھوڑی ہی دیر میں ساری آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ اسی درمیان آگ کی گرمی سے بیتاب ایک سانپ موت بن کر اپنے سوراخ سے باہر نکل آیا اور اس نے سنگدل شکاری کے پاؤں میں ڈس لیا۔ شکاری کی کمان کا تیر خود اسی کو لگ گیا اور اسی دم اس کی جان نکل گئی۔ اس طرح اس تسبیح خواں پرندے تیتر کو اس آفت اور پریشانی سے نجات (کشائش) حاصل ہوئی۔

اللہ کی حمد کہنے والے تیتر خود کو آزاد پا کے ناپاک دشمن پر خاک ڈالنے لگے۔ لہٰذا اے دل دیوانہ زمانے کی مشکلوں میں پالنہار کے فضل کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دے، وہ تو بخشش و کرم فرمائی کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ ہر مشکل کا انجام کشائش ہے جیسا کہ مولوی روم فرماتے ہیں ؎

در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست
مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

دوسری کشایش

ایک عالی ہمت شاہزادے کے احوال میں جس کی پریشانی "روکشِ زلفِ بتاں" اور جس کی پرپیچ زندگی سے حسینوں کے گھنگھرالے بال بھی شرمائیں۔

عالی شان محل والے ایک بادشاہ کے چار بیٹے اس کی سلطنت کی بقا کے لیے چار عناصر کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان میں ہر ایک عقل و دانائی میں بے مثال اور فکر و تدبر میں یگانہ تھا۔

اس عالی جاہ بادشاہ نے جس کی عقل کے آگے بڑے بڑوں کی عقل دنگ اور جس کے ہوش و حواس کے سامنے ہوش مندوں کے ہوش گم، ایک دن اپنے چاروں بیٹوں کو بلا کر ان سے پوچھا کہ وہ شہزادگی کے اعلیٰ منصب پر اپنی خوش قسمتی سے فایز ہیں یا بادشاہ کے لطف و کرم سے، تین بھائی جو زمانہ سازی اور خوشامد و چاپلوسی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے بول اٹھے کہ ہم ہیں ہی کیا اور ہماری بساط کیا؟ سمندر کے بغیر قطرے کا وجود ہی نہیں۔ ذرّہ ناچیز کی چمک دمک آفتاب عالم تاب کی شعاعوں کے بغیر ناممکن ہے۔

اے از کرم تو کارِ ما راست
از راستی تو ہر چہ ما راست

مگر چوتھا بیٹا جو راست روی کی اہمیت سے آگاہ اور راست بازی کی دنیا میں بلند مقام رکھتا تھا بڑے ادب سے عرض پیرا ہوا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ میرا مادی وجود آپ کی مبارک ذات کے طفیل ہے لیکن میرا مقدر میرے ساتھ ہے۔ خالق موجودات ہی رزاق حقیقی ہے اور وہی سب کو رزق دیتا ہے۔ اس نے ایک کی قسمت کو دوسرے کی قسمت پر موقوف نہیں رکھا۔ جیسا کہ مشہور ہے الحق مرأ یعنی سچ بات کڑوی ہوتی ہے۔ نازک مزاج بادشاہ کے شیشہ دل پر چوتھے بیٹے کا جواب پتھر بن کے لگا۔ اس کے دل میں وہ محبت جو الفت کا سبب ہوتی ہے، نہ رہی بادشاہ کا غصہ تو آتشِ غضبِ قہار بن کے سب کچھ جلا دیتا ہے۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ اس شاہزادے کو اس کی بیوی کے ساتھ ملک بدر کر دیا جائے تا کہ وہ اپنی قسمت کا تماشہ دیکھے۔ ارادے کا پکا شاہزادہ مجبوراً بیوی کو لے کر بے ساز وسامان متفکر و متردّد وادیٔ غربت کی طرف نکل پڑا، صرف شرمندگی و مفلسی ہی شاملِ حال رہی۔ جس نے بھی کہا ہے سچ کہا ہے:

رباعی

فریاد ز دست فلکِ سفلہ باز
شہزادہ بحبت و گدازادہ بناز
نرگس ز برہنگی سرافگندہ بہ پیش
صد پیرہن حریر پوشیدہ پیاز

جس طرح آواز کی مٹھاس طوطی کو پنجرے میں قید رکھتی ہے اور کاغذی باز کی اڑان اسے برباد کرتی ہے اس شاہزادے کی لیاقت اس کے لیے وبال جان بن گئی، اور اس کی دولت و اقبال کو رنج وملال کا مرغولہ بن کر اڑا لے گئی۔ کہتے ہیں۔

رباعی

فریاد ز دست فلک با ہمہ چیز
کزوے ہمہ اہل خوار و نااہل عزیز
گشتیم ہلاک بہر یک جو انصاف
مردیم در آرزوے یک ذرّہ تمیز

اکثر لوگوں پر مرزا صائب کا یہ شعر پوری طرح صادق آتا ہے ؎

کاہشِ تن لازم روشن دلاں افتادہ است
روغن از مغز است دایم شعلۂ ادراک را

اور کبھی یہ خیال دلوں کو تسلی دیتا ہے۔

خیال نازک آخر می فزوند چہرہ شہرت
مہِ نو می شود ماہ تمام آہستہ آہستہ

سفر کی کلفتوں سے پریشان و نیم جان ہو کر شاہزادے کی زوجہ اس سے کہتی ہے کہ اے عقل سے عاری، جہل کے اسیر کبھی تو اللہ واسطے فقیر ملا شاہ نبودی کی آواز سن ؎

رباعی

جاہل چو رسد بجہل روباید کرد
برقع برخ سخن فرو باید کرد
باہیچ فہم لاف معنی چہ زنی
طفلانہ بطفل گفتگو باید کرد

بادشاہ کے حکم سے ملک بدر ہونے کے بعد دونوں میاں بیوی ایک دریائے شور آمیز کے کنارے پہنچے۔ دیکھا کہ ایک بہت بڑا جہاز لوگوں کو ساحل مراد تک پہنچانے کے لیے کھلنے ہی والا ہے۔ یہ دونوں پریشان حال بھی فوراً اس پر سوار ہو گئے۔ جہاز چلا تو مگر بیچ دریا میں ایسا بھیانک طوفان آیا کہ جہاز ٹوٹ پھوٹ کر تباہ ہو گیا۔ اتفاق سے شہزادے کی بیوی ایک شکستہ تختے سے لپٹی اپنے شوہر کو یاد کرتی رہی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس نیک بخت بی بی کا تختہ بہتا ہوا ایک کنارے سے جالگا، وہاں دور دور تک آدم و آدم زاد کی کوئی علامت نظر نہ آئی۔ لاچار و افسردہ و غمزدہ چلتے چلتے ایک باغ میں پہنچ گئی جو بالکل ویران تھا۔ پیڑ پودے بے برگ و بار سوکھے پڑے تھے، ہر طرف زاغ و زغن اور الوؤں کا بسیرا تھا۔ مگر اس پاکدامن خاتون کے قدم کی برکت دیکھیے کہ کچھ ہی وقفہ میں وہ باغ سرسبز و شاداب ہو کر لہلہا اٹھا، خوش آواز طیور شاخوں میں چہچہانے لگے۔ ''طوطیانِ شیرین گفتار'' اور ''قمریان ملایم رفتار'' اس قادرِ مطلق اور واہب العطایا کی حمد و ثنا

کرنے لگیں۔

باغ کے نگہبان نے اچانک اس خوشگوار تغیر اور پُر بہار تبدیلی کی اطلاع فوراً بادشاہ کو جا کر دی۔ وہ یہ سن کر خوش ہوا اور اس کا مشاہدہ کرنے باغ میں تشریف لایا، دیکھا کہ باغ اس کی قسمت کی طرح پر بہار سرسبز و شاداب ہے۔ شاہزادے کی وہ حسین و پری جمال بیوی جس کے یمن قدم سے باغ خزاں زدہ میں بہار آ گئی ایک نہر کے کنارے حیرت زدہ غمگین و خموش بیٹھی تھی۔ بادشاہ اس کے قریب آیا اور پوچھا اے پاکدامن بی بی تو کون ہے، اور کہاں سے آئی ہے، یہ رنج و غم کیسا ہے، اس تکلیف دہ سفر کا سبب کیا ہوا۔ تو خموش کیوں ہے کچھ بولتی کیوں نہیں؟ بادشاہ کے ان سوالوں کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا اور وہ منہ سے کچھ نہ پھوٹی۔ عقلمند بادشاہ نے اس کی پریشانی کا اندازہ اس کے قیافے اور پیشانی سے کر لیا۔

رباعی

بر شستہ ام از گہر گر لباس پوشانی
بر آوردم سر خود را ہماں بہ قربانی
چو غنچہ کہ نشنید بیان حرف گل
بنشستہ ام بدل جمع در پریشانی

آخرکار بادشاہ نے اس چپ سادھی خاتون کے لیے ایک سجا سجایا مکان نعمتوں سے بھرا اسی باغ میں فراہم کر دیا کہ وہ اس میں آرام و سکون پائے اور کھانے پینے کی کوئی محتاجی نہ ہو۔ شاید کسی دن منہ کھولے اور راز کی باتیں بولے۔

اب سنو حال اس شہزادے کا جو جہاز کی تباہی و بربادی کے بعد ایک ٹوٹے تختے پر دریائے ذخار کی لہروں میں بہہ رہا تھا، کہتے ہیں:

کشتی شکستگاں را ہر موج ناخداست

آخر وہ تختہ بھی جسے شاہزادہ پکڑے تھا موجوں کے تھپیڑے کھاتا کسی طرح ایک ویران ساحل سے جا لگا۔ شاہزادہ کنارے آ کر بحال تباہ رنج و تکلیف برداشت کرتا ہوا کسی طرح ایک شہر میں پہنچ گیا۔ بڑی مشکلوں سے ایک گلفروش کے گھر تک اس کی رسائی ہوئی۔ شہزادے

کے پاس اور کچھ تو نہیں بس ایک قیمتی انگوٹھی رہ گئی تھی۔ اس نے طعام و قیام کی شرط پر اپنی انگوٹھی اس گلفروش کو دے دی۔ عورتیں چونکہ انگوٹھی جان و دل سے پسند کرتی ہیں۔ گلفروش نے اس انگشتری کو بیش قیمت جانا اور شہزادے کی تواضع و خدمت جی لگا کے کرنے لگی۔ گلفروش کی مہربانیوں اور گرمجوشی نے شاہزادے کے اضمحلال اور سفر کی تکان و درماندگی دور کردی۔ گلفروش نے شاہزادے کی کشادہ پیشانی سے اس کی اقبال مندی کا اندازہ لگالیا اور اس کا حال چال پوچھنے لگی۔ چنانچہ تاج سلطانی کے اس چمکتے ہوئے موتی اس تیتر کی طرح جس کی آواز اس کے لیے وبال جان بن گئی تھی اپنا سارا حال، ملک بدر ہونا، جہاز کی تباہی بیوی سے بچھڑ جانا، وغیرہ تفصیل سے اس مسافر نواز کو سنا دیا۔ گلفروش یہ سارا ماجرا سن کر شاہزادے کے ساتھ اور زیادہ شفقت و مروت سے پیش آنے لگی۔

ایک دن اس غریب الدیار شاہزادے کی قسمت نے اس کی خوب مدد کی۔ ہوا یہ کہ وہ گھومتے پھرتے شاہی محل کے حدود میں داخل ہوگیا۔ ایک خوبصورت حور شمائل شاہزادی نے اپنے جھروکے سے شہزادے کو دیکھ لیا، اس کے مردانہ حسن و جمال اور چال ڈھال سے جو اس کے جوہر ذاتی اور عالی نژاد ہونے کا پتہ دے رہی تھی بہت متاثر ہوئی۔ شہزادی نے اپنے راز دار خواجہ سرایوں کو حکم دیا کہ اس کا پتہ لگائیں کہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ اس کی جستجو میں یہ لوگ گلفروش کے گھر تک پہنچ گئے، شہزادی کو اطلاع دی گئی۔ گلفروش اس کی کنیزوں میں تھی، اس نے شہزادی کو سب کچھ بتادیا کہ یہ قسمت کا مارا مسافر ایک سلطنت کے بادشاہ کا عالی ہمت فرزند ہے۔ کلمہ حق کے اظہار میں اس نے پاس ادب کا خیال نہ کیا، دروغ مصلحت آمیز کو اہمیت نہ دی اور پدر بزرگوار کی مرضی کے خلاف جواب عرض کردیا۔ چنانچہ بیوی کے ساتھ ملک بدر کیا گیا دوران سفر دونوں ساتھ ساتھ بحری جہاز پر سوار ہوئے۔

فلک آوارہ کندم بہر سو میدانی (کذا)

رشک می آیدش از صحبت جان پرور ما

جہاز کی تباہی کے بعد قسمت اسے یہاں لے آئی، ہنوز اسے اپنی عفت مآب بیوی کی کوئی خبر نہیں اور وہ اسی کی یاد و فکر میں مبتلا ہے۔ سبحان اللہ اس حزن و ملال اور اضطراب کے باوجود

اس کے چہرے کی تابانی دیدنی ہے۔

اگر یہ گوہر بے بہا اس والئ سلطنت کے ساتھ رشتۂ عقد میں پرو دیا جائے تو ایسی ہمجنسی کا کیا کہنا، شہزادی نے مفصل حالات جان کے اور شاہزادے کا حسن و شباب دیکھ کر کھانا پینا چھوڑ دیا، اس کی آنکھوں کی نیند اڑ گئی ہر چند کہ شاہی خانوادے کی شرم مانع تھی تاہم وہ حیا کا دامن نہ چھوڑتے ہوئے لجائی آنکھوں سے ماں کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی دلی تمنا کا اظہار کر دیا کہ اس وارثِ تاج و تخت شاہزادے کے ساتھ جو فی الحال ملک بدر ہو کے یہاں آ گیا، میری شادی کر دی جائے۔ اپنی بیٹی کی ہمدرد و بہی خواہ ماں نے بادشاہ سے عرض کی کہ اللہ اور رسول کے حکم سے جوان بیٹی کا نکاح کر دینا واجبات سے ہے۔ اللہ کی رضا اسی میں ہے۔ در کارِ خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست۔ بادشاہ نے ملکہ کی رائے سے اتفاق کیا اور چونکہ وہی اس وقت اپنی بیٹی اور مسافر شاہزادے کا ولی تھا حکم دیا کہ شادی کی محفل سجائی جائے اور مراسم عروسی انجام دیے جائیں۔

شادی کے شاہانہ انتظامات کیے گئے اور دونوں رشتۂ مناکحت میں بندھ گئے۔ نقاروں پر چوب پڑی، خوشی کے شادیانے بجے اور عیش و عشرت کا سامان ہوا۔ زمانہ خوشی و مسرت کا دشمن ہے اور دنیا والے حاسد۔ اس شادی خانہ آبادی سے شاہزادوں کے دل میں یہ غلط خیال پیدا ہو گیا کہ یہ مسافر نامعلوم کسی غیر کفو کا ہے۔ اس کی شاہزادگی کی تصدیق تو ہے نہیں۔ اس سے ان کی غیرت کو ٹھیس لگی اور وہ آپس میں سازش کرنے لگے کہ اس نئے داماد کو بادشاہ کی اجازت سے شکار کھیلنے کو لے جایا جائے اور اس بہانے اس وحشی گھوڑے پر سوار کیا جائے جو آج تک کسی کے قابو میں نہ آسکا اور اپنے سوار کو گرا کے مار ڈالتا ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہمارے دلوں کا رِستا ہوا ناسور مندمل ہو جائے۔

دغل و فریب سے انھوں نے سیر و شکار کی اجازتِ شاہی حاصل کر لی۔ اس وحشی و بدراہ گھوڑے کو مسافر شاہزادے کی سواری کے لیے پیش کیا۔ اس وارثِ تاج و تخت گرامی نژاد نے گھوڑے کے قریب جا کر اس کے کان میں کہا کہ اے عالی نسب توسنِ باد پا اگرچہ آج تک تو نے کسی سوار کو خیریت سے منزل تک نہیں پہنچایا بلکہ پہلی ہی منزل کو اس کی آخری منزل کر دیا، لیکن یہ بندہ بھی شاہی نسل سے ہے، پیادے سے فرزیں نہیں بنا ہے۔ میں عربی گھوڑوں سے کھیلتا رہا ہوں

اور ہاتھیوں کی سواری میری عادت ہے۔ خدارا تو میرے لیے اپنا دل نرم کر اور میری طرف سے بدگمان نہ ہو اور میں ان بدنیت، فریب کار، شاطر شاہزادوں سے مات نہ ہوسکوں، بلکہ رُخ بن کے انھیں شکست دوں۔ غرض یہ کہ وہ بدراہ مگر اصیل گھوڑا اس کی باتوں سے رام ہوگیا اور غلاموں کے غلام کی طرح حلقہ بگوش، مطیع اور اس کا فرماں بردار رہا۔ شاید اسی کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ قطعہ:

سبک تکے کہ بریزد بپوی از نعلش — اگر ز قطرۂ شبنم بود برد سمار

عناں کشیدہ کند راکبش کمانداری — کہ ناگہاں ندہد تیرش از قفا آزار

بہر حال اس اقبال مند شاہزادے نے اپنے نیزے سے کافی شکار کرلیے مگر ان شکاروں کے بوجھ اور انھیں ڈھونے کے احتمال سے اس نے ہر شکار کی صرف دم اور دونوں کان کاٹ کر رکھ لیے۔ دوسرے شاہزادگان جو نیزہ بازی و تیر اندازی کے فن سے کورے تھے، عقب سے ان مارے ہوئے شکاروں کو لے کر بادشاہ کے پاس آگئے اور اس کے سامنے رکھ کر شیخی بگھارنے لگے۔ بولے کہ اگر یہ مسافر شاہزادہ اور خاندان سلطانی سے ہوتا تو ہماری طرح شکار مار کر لاتا مگر اس کے ساتھ تو کچھ بھی نہیں۔ بادشاہِ والا کو بھی ان باتوں سے کچھ بدگمانی پیدا ہوگئی اور وہ مسافر شاہزادے سے سوال کر بیٹھے۔ لاچار شاہزادے نے حقیقت حال کھول کے بیان کردی اور اپنا وہ تھیلا جس میں شکار کردہ جانوروں کی دُمیں اور کان لایا تھا الٹ دیا۔ چنانچہ بادشاہ کی آنکھ کھل گئی اور وہ اپنے بیٹوں کی فریب کاری سے آگاہ ہوگیا۔ دیکھو ان حاسدوں کے درمیان شاہزادے کی حیثیت ویسی ہی تھی جیسی بتیس دانتوں کے بیچ ایک زبان کی۔ ہر دانت اس کا خونخوار دشمن ہوتا ہے مگر وہ اپنی نرمی اور کلمۂ معاذ اللہ کی برکت سے محفوظ رہتی ہے۔

الغرض بادشاہ ذی جاہ کے حکم سے مسافر شاہزادہ اپنی منکوحہ شاہزادی کو لے کر ڈھیروں مال و منال اور کثیر ساز و سامان کے ساتھ جہاز پر سوار ہوکر اپنے وطن مالوف کی طرف روانہ ہوا۔ سچ ہے:

سرنوشتِ چو بد افتاد ز تدبیر چہ سود — کس بنا خن نکشاید گرہ از پیشانی

ہر چند کہ یہ بلند ہمت شاہزادہ طرح طرح کی تکلیفوں اور مصیبتوں کو پامردی سے جھیلتا ہوا اپنی دلی مراد کو پہنچ چکا تھا مگر قسمت کی خرابی کو کیا کہیے۔ اچانک پھر ایک دریائی طوفان مصیبت

ناگہانی بن کر آگیا اور یہ بادبانی جہاز ٹوٹ پھوٹ کر بکھر گیا۔ شاہزادی لکڑی کے ایک ٹوٹے تختے سے لگی ڈوبتی بہتی کسی طرح ایک کنارے سے آلگی۔ وہاں سے وہ ایک سمت چل پڑی اور کچھ دور چل کر ایک باغ میں پہنچ گئی۔ اسی باغ میں جہاں شہزادے کی پہلی بیوی مصیبت کی ماری آگئی تھی۔

اِس شاہزادی کے قدموں کی برکت سے اس باغ میں بے وقت بہار آگئی اور ہر جانب کثرت سے موسمی اور بے موسمی پھول کھل اٹھے، ہر چہار طرف بلبلوں کے نغمے گونج اٹھے اور خوش آواز پرندے چہچہانے لگے۔ باغبان باغ میں اچانک یہ تبدیلی وانقلاب موسم دیکھ کر بعجلت سلطان تک پہنچا اور اسے صورتِ حال سے مطلع کیا۔ وہ سن کر متعجب ہوا اور یہ سب دیکھنے بنفس نفیس باغ میں تشریف لایا۔ اس نے دیکھا کہ باغ ہر طرح سے سرسبز وشاداب لہلہا رہا ہے اور ایک حسین وخوبرو نازک بدن لڑکی پریشان حال ایک جانب خاموش گم سم بیٹھی ہے اسے دیکھنے سے ظاہر تھا کہ: رباعی

آنانکہ زعشق رنگ وبوی دارند　　　در گلشن عیش آبروی دارند
چوں غنچہ بصد زباں خموشند ولی　　　در پردہ بخویش گفتگوی دارند

بادشاہ نے اسے حیرت وتعجب سے دیکھا اور اس سے حال ومزاج پرسی کی اس پری پیکر وحور شائل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی خاموشی سے عیاں تھا کہ:

آشفتہ خاطر ست گل وغنچہ تنگ دل　　　در حیرتم کہ عیش گلستاں نصیب کیست

اس کی نگاہیں کہہ رہی تھیں:

بہار باغ نمی آورد بحال مرا　　　شگوفہ خندۂ سیر است در ملال مرا

مختصر یہ کہ استفسار حال کے باوجود شاہزادی کچھ بولی نہیں۔ آخرش بادشاہ نے اس پری جمال کو بھی اسی اطمینان وسکون والے مکان میں ٹھہرایا جہاں وہ پہلی ستم زدہ شاہزادی رہ رہی تھی گویا اب اس صنم خانے میں دو بت آگئے۔

آگے سنیے آفتوں کا مارا وہ شاہزادہ بھی ٹوٹے جہاز کے ایک تختے پر برہم موجوں کے تھپیڑے کھاتا ایک دوسرے کنارے پر جا پڑا۔ اس جزیرے میں ادھر اُدھر بھٹکتا بہت فاصلہ طے

کر کے آخر وہ ایک آباد علاقے میں جا پہنچا جہاں اتفاق سے ایک بیوپاری کی دوکان ملی۔ وہ بیوپاری اس علاقے کے سوداگروں کا سردار تھا اور اپنی وجاہت سے لوگوں میں بہت مقبول۔ کہتے ہیں جب کتے اور بلی بھی اپنے ڈیل ڈول رنگ اور خوبصورتی سے لوگوں کو پسند آجاتے ہیں تو انسان تو انسان ہے، بیش قیمت جوہر تخلیق، اپنے ذاتی اوصاف وکمال، ظاہری حسن وجمال، طور طریقے اور شرافت نفسی سے اگر لوگوں کے دل موہ لے تو حیرت کیوں۔

اس سوداگر نے شاہزادۂ عالی نژاد اور والا ہمت کے احوال جاننے کی کوشش کی مگر اس قسمت کے مارے حالات کے ستائے نے اپنی مصیبتوں کو لاعلاج جان کو خموشی اختیار کی اور کوئی جواب نہ دیا۔ سوداگر نے اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے تعریفی کلمات کہے اور اپنے جذبہ ہمدردی کا اظہار کیا کہ اس جیسے 'سرو بوستان اقبال' کو مصیبتوں میں گھرا رنجیدہ وملول دیکھنا گویا جی کا جنجال اور جان کا زیاں ہے۔ صائب نے کہا ہے

از ہجوم قمریاں برسرو می سوزد دلم
دوش اے رضواں بزیر بار دیدن مشکلست

جب اس خاقان زادے نے سوداگر کو اپنا ہمدرد، مہربان وغم گسار پایا، کیونکہ:

اگر گوئی غم دل باکسی گوئی ۔۔۔ کہ از رویش بقدر سود ہا کردی

تو شروع سے آخر تک اپنی سرگذشت اور آپ بیتی سنادی۔ سوداگر پر یہ داستان سن کر رقت طاری ہوگئی اور وہ مزید لطف ومحبت اور شفقت کرنے لگا۔

صائب نے سچ کہا ہے:

سینہ صافان را غم محنت کشاں پیش از خودست
آب می مالد ازاں بارے کہ بر پشتِ بداست

وہ اسے اپنے گھر لے گیا، پر تکلف کھانا کھلایا اور کئی طرح کی قیمتی چیزیں اسے نذر دیں۔ یہ عالی ہمت شاہزادہ تھکا ماندہ تھا کسی چیز کی طرف مائل نہ ہوا۔ صاحب خانہ کی خواہش سے رات کا قیام وآرام اس نے وہیں کیا۔

سوداگر وہاں کے بزرگ لوگوں میں تھا۔ اس نے رات کو اپنی بیوی کے سامنے مشورۂ

ایک تجویز رکھی کہ ہماری بیٹی سیانی اور بالغ ہو چکی ہے۔ ہمیں اب دین وشریعت کے مطابق کسی کے ساتھ اس کا عقدِ نکاح کر دینا چاہیے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ایک عالی نژاد شاہزادہ ہمارے گھر آ گیا ہے، ممکن ہے وہ ہماری بیٹی کے ساتھ مناکحت قبول کر لے۔ کل جب وہ صاحب تاج و تخت ہوگا تو ہم جیسے کمتر کے یہاں رشتہ کرنے میں عار محسوس کرے گا۔ سوداگر صبح ہوتے ہی شہزادے کی خدمت میں گیا اور اُسے بڑے تواضع وانکسار سے اپنی بیٹی کا رشتہ پیش کیا۔ اگرچہ حالات گذشتہ کے پیش نظر شاہزادہ اپنی پہلی بیوی کی طرف سے ناامید ہو چکا تھا اور گردش کو اپنا مقدر جان رہا تھا اس نے سوداگر کی اس پیش کش کو اللہ کی طرف سے اپنی بڑی کامیابی سمجھا اور مصلحت دیکھتے ہوئے اسے قبول کر لیا۔

سوداگر نے مبارک گھڑی دیکھ کر شادی کا انتظام کیا اور جلسۂ عروسی ودامادی منعقد کیا۔ جادو نگار مشاطہ نے اپنے فن مشاطگی سے کام لیتے ہوئے دلہن کو حسن ونزاکت کا دلفریب مجسمہ بنا دیا گویا ؎

هر عضوتنت صاف تر از عضو دگر بود
موئے کہ برا اندام تو دیدیم کمر بود

ضیاء نخشبی کہتے ہیں ؎

چیزے عجب است آن کمرگاہ آوازہ بسے و درمیاں ہیچ

سوداگر کی بیٹی اگرچہ حسن خداداد رکھتی تھی مگر مشاطہ نے اسے سنوار بنا کر اور بھی حسین و دلکش بلکہ دنیا کی تمام معشوقوں کا محسود بنا دیا۔

چنانچہ نہایت تزک واحتشام کے ساتھ اس گوہر بے بہا کو شاہزادہ ذیشان کے سلک ازدواج میں پرو دیا گیا۔ خوشی کی شہنائیاں بجیں اور مبارک سلامت کی دھوم مچ گئی۔

یہ عروس ودامادسرو وشمشاد کی طرح ہنسی خوشی ایک دوسرے کے ساتھ رہنے لگے رفتہ رفتہ نہ جانے کیوں اس عالی ہمت شاہزادے کا دل تکلفانہ خانہ دامادی سے اوب گیا۔ اس نے اپنے وطن مملکت موروثہ جانے کی ٹھان لی۔ خسر محترم سے اپنی بیوی کے ساتھ رخصت ہونے کی اجازت حاصل کر لی۔ ضرورت کی تمام چیزیں لے کر "اشیائے زرّین وقماش رنگین" کے ساتھ

ایک خوبصورت اور سبک جہاز پر روانہ ہو گیا۔

شاہزادے کے مقدر کی خرابی پھر رنگ لائی۔ اور کچھ ہی سفر طے ہوا تھا کہ اس کا جہاز ایک طوفان بلاخیز میں پڑ کر دیکھتے ہی دیکھتے تباہ و برباد ہو گیا۔ سوداگر کی بیٹی یہ نئی نویلی دُلہن بڑی ہمت سے ایک شکستہ تختے کے سہارے انجان ساحل تک جا پہنچی۔ ساحل سے دور اسے ایک باغ نظر آیا۔ وہ چلتے چلتے اس باغ میں داخل ہو گئی اور ایک جگہ تھک کے بیٹھ گئی۔ باغبان نے دیکھا کہ اس پاکدامن عورت کے باغ میں آتے ہی درختوں میں پھل آ گئے۔ دوڑا دوڑا وہ اپنے مالک کے پاس گیا اور بولا کہ آج ایک دوسری خوش قدم خاتون باغ میں آ گئی ہے جس کے قدم کی برکت سے درخت یکبارگی بارآور ہو گئے ہیں۔ اس جزیرے کا بادشاہ یہ سن کر خوش ہوا اور اس خوش قدم کے دیدار کے لیے باغ میں آیا۔ نووارد سے پوچھا کہ تو کس ملک سے آئی اور کس خاندان کی فرد ہے۔ اس ماہوش نے مکرر استفسار پر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ بالآخر ظلِ سبحانی کے حکم سے اسے بھی اسی خاموش خانہ میں لے جایا گیا۔ جہاں قبل سے ہی دو شہزادیاں موجود تھیں۔

اب اس بادشاہ زادہ، ستم رسیدہ کی سنیے کہ جہاز کی تباہی و بربادی کے بعد وہ جہاز کے ایک شکستہ تختے پر بہتا ہوا اس کھاڑی میں آ گیا جہاں بھیانک اژدہے اور گھڑیال نظر آئے اور زمین سے چنگاریاں سی نکل رہی تھیں۔ اس خطرناک و مہیب جگہ کا کیا بیان ہو۔ وہاں زندہ رہنے کے آثار معدوم تھے پھر بھی قسمت سے کسی طرح جان بچی اور شاہزادے نے اللہ کا شکر ادا کیا اس لق و دق بادیۂ وحشتناک میں کہیں سبزی و تری کا نشان نہ تھا۔ کچھ دور ایک سمت دھواں سا اٹھتا نظر آیا۔ شاہزادہ اس طرف کو چلتا رہا پھر اس نے دیکھا کہ آگے ایک بڑا شہر ہے مگر اس کے گلی کوچے ویران اور آدم و آدم زاد سے خالی ہیں۔ شہزادے نے محسوس کیا کہ کچھ دور پر ایک اونچے مکان کے بالا خانے سے کوئی سرخ ہاتھ اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کر رہا ہے۔ حیران و پریشان شہزادے نے اسے اپنے لیے ایک نیک فال سمجھا اور اس تک پہنچ گیا۔ اس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے اور اس ویران کدے میں کیوں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے اجل گرفتہ میں بھی ایک انسان ہوں اور فلاں ملک کے بادشاہ کی بیٹی ہوں۔ ایک دیو مجھ پر عاشق ہو گیا۔ اور اسی نے

اس ویرانے میں لاکر مجھے قید کیا ہے۔ اے مٹھی بھر ہڈیوں کا لاغر انسان تو جان بوجھ کو اس قبر میں کیوں آ گیا۔ اب اس جہنم سے نکلنا محال ہے۔ یہ سن کر شاہزادے کی جان نکلنے کو آئی اور دل ڈوبنے لگا ؎

برسر خوان فلک شکوۂ طالع کفر است

شور بختی تو دریں بزم نمکداں باشد

جب اس خاتون نے دیکھا کہ اس شخص کے چہرے کا رنگ اڑ رہا ہے تو کہنے لگی کہ اے عزیز تیری حالت بیکسی نے مجھے فکرمند کر دیا ہے۔ اللہ ہی کی ذات چارہ ساز بے چارگاں ہے۔ اگرچہ وہ دیو ظالم و خونخوار ہے مگر میری حجت اور گفتگو نے اسے رام کرلیا ہے۔ وہ کبڑا ہے۔ اللہ کا شکر کہ ہم جنس نہ ہونے کے سبب ابھی تک میری عصمت و آبرو محفوظ ہے۔ وہ میرا عاشق ہو گیا ہے میں اس سے تیرے لیے سفارش کروں گی۔ اللہ نے چاہا تو تجھے کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔

اب تو اپنا حال بتا، اس نوبت کو کیونکر پہنچا۔ تیرا سینہ کس کے فراق میں چاک ہے اور تیری آنکھیں کس کے لیے آنسو بہا رہی ہیں، تو کس خاندان عالی کا چشم و چراغ ہے؟

شہزادے نے اس کے ہمدردانہ سلوک سے متاثر ہوکر اسے اپنی ساری سرگذشت سنادی، حق گوئی پر بادشاہ کے ذریعہ ملک بدر کرنے سے لے کر جہازوں کے تباہ ہونے، حور وش مہ جبینوں کے درمیان آنے اور پھر ان دلرباؤں سے بچھڑ جانے تک کی پوری تفصیل بتادی اور کہا کہ اب اس وقت صرف وہی اس کی ہمدرد و بہی خواہ ہے۔

اس شاہزادی نے اپنے آپ کو اسی شاہزادۂ جوان و عالی نسب کے لائق سمجھتے ہوئے اس کی مزید تسلی و تشفی اور خاطر داری میں لگ گئی۔ اسی درمیان اس ہیبتناک دیو کے آنے سے پہاڑوں میں شور ہوا اور ایک زلزلہ سا آ گیا۔ وہ عفریت اس جوان کو دیکھ کر اسے اپنی نرم غذا تصور کر کے خوش ہوا مگر اس سے دریافت کیا کہ وہ یہاں تک کیوں اور کس طرح آیا۔ جواباً وہ پری جمال شہزادی بول پڑی کہ میں اپنی تنہائی سے تنگ آ گئی ہوں، ایک جہاز کا مالک کچھ لوگوں کے ساتھ اتفاقاً ادھر آ نکلا تھا اسی سے میں نے اپنی خدمت گاری اور بیکاری دور کرنے کے لیے اس غلام بچہ کو خرید لیا ہے۔ تم اسے امان دے دو تاکہ ہمارے عیش و آرام میں کوئی خلل نہ پڑے۔

شہزادی کی سفارش پر اس بدشکل دیو نے نیک طینت شاہزادے کو معافی اور پناہ دے دی لہٰذا اب وہ فوری آفتوں سے محفوظ ہو گیا۔

دیو جب حسب معمول مردم خوری کے لیے نکل جایا کرتا تو یہ دونوں گل و بلبل کی طرح اظہار محبت اور داد عیش میں لگ جاتے۔ ایک رات جب وہ ڈراؤنی صورت والا دیو گھر واپس آیا تو اس وقت یہ دونوں عاشق و معشوق سرخاب کے جوڑے کے مانند پیچ و تاب کھاتے ہوئے کسی قصیدے کے مطلع و مقطع کی طرح ایک دوسرے سے دور پڑے تھے۔ خاطر خواہ یکجائی و صحبت کا موقع چونکہ ہمہ وقت میسر نہیں تھا۔ اس لیے شاہزادے نے بانوے دلنواز سے صلاح و مشورہ کیا کہ اس قوی ہیکل دیو سے نجات پانا ہماری بشری طاقت سے باہر ہے لہٰذا کسی طرح یہ معلوم کیا جائے کہ اس بدذات دیو کی زندگی کس چیز میں چھپی ہوئی ہے۔ جب یہ معلوم ہو جائے تو کسی حکمت اور ترکیب سے اس دیو کو مار ڈالا جائے۔ تب ہی ہم اس کی قید سے آزاد ہو کر اپنے لوگوں تک پہنچ سکیں گے تاکہ ہماری بقیہ زندگی آرام اور چین سے گذرے۔

ایک دن اس حسین و جمیل زیرک شاہزادی نے اس کریہہ صورت دیو کو اپنی دلفریب اداؤں سے رجھاتے ہوئے اس سے پوچھ ہی لیا کہ اے میرے یار غمگسار ہر چند کہ انسان و حیوان ہی تیری غذا ہیں مگر جیسا کہ کہا گیا ہے۔ "ہر شے کو فنا ہے سوا ذات باری تعالیٰ کے" میں دعا کرتی ہوں کہ تیری عمر دراز ہو۔ میں تو تیری شریک حیات ہوں ہی اگر تو مجھے اپنی زندگی کے راز میں بھی شریک کر لے تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گی۔ وہ دیو بولا اے میری جان تجھ سے بہتر میرا اپنا اور کون ہو گا جسے میں اپنا محرم راز بنالوں۔ اس نے کہا کہ پروردگار نے طاقت و قوت میں مجھ جیسا کوئی عفریت، انسان یا حیوان روئے زمین پر پیدا ہی نہیں کیا ہے۔ میں سوا تیرے دلکش چہرے کے کسی پر فریفتہ نہیں ہوں۔ میں تجھے بتا دینا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری زندگی کا رشتہ ایک زنبور (بھڑ، ہڈا) کی زندگی سے جوڑ دیا ہے جسے میں نے بڑی احتیاط سے خوبصورت ڈبے میں مقفل کر کے فلاں ویرانے میں ایک کھجور کے درخت پر چھپا دیا ہے۔ وہ دیو ہر صبح اس زنبور کی زیارت کے لیے شاداں و فرحاں اس ویرانے میں جایا کرتا کہ خدانخواستہ اگر کوئی دشمن اس زنبور کو نقصان پہنچانا چاہے تو اسے ہلاک کر دے۔

شہزادہ قسمت کا دھنی اور عقل سے بھرپور تھا۔ وہ بڑی حکمت سے اس سیاہ زنبور تک پہنچ ہی گیا۔ ڈبے سے اسے بترکیب باہر نکالا اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کے بیچ رکھ کے اسے بری طرح پیس ڈالا۔ آناً فاناً وہ دیوزخم خوردہ پہاڑ کی گڑگڑاہٹ کے ساتھ موت کی گھاٹی میں پہنچ گیا اور دنیا اس کے ناپاک وجود سے پاک ہوگئی۔ پھر تو شاہزادے نے اس دبتہ الارض کے جوڑ جوڑ کو الگ کر دیا۔ تا کہ اس کے دوبارہ جی اٹھنے کا امکان ہی نہ رہے۔ ہمدرد و غمگسار خاتون نے پوچھا کہ اے دوست اب تمہارا کیا ارادہ ہے۔ شہزادے نے جواب دیا کہ وطن کی محبت اگرچہ ایمان کا حصہ ہے مگر اس وادیٔ ویران سے نکلنے کی راہ تو ملے۔ زیرک و دانا شاہزادی نے کہا کہ اس ظالم دیو نے بہت مال واسباب اور خزانہ جمع کر رکھا ہے۔ لکڑی کا ایک ایسا تخت بھی ہے جو اپنے مالک (سوار) کے حکم سے تخت سلیمان کی طرح ہوا میں اڑتا ہے اور جہاں کہا جائے فوراً پہنچا دیتا ہے۔

شاہزادے نے اسے ایک نعمت غیر مترقبہ اور غیبی مدد سمجھتے ہوئے اسے شاباشی دی اور کہا کہ وطن مالوف تو پہنچنا ہی ہے، پہلے ان تینوں محبوبانِ حور شمائل کی خبر خیریت لی جائے جو جہاز کی تباہی اور آفتوں میں مجھ سے بچھڑ گئی ہیں۔ اللہ جانے وہ زندہ بھی ہیں یا نہیں۔ رب ذوالجلال کہ جس کی قدرت نے حضرت ابراہیم پر آگ کو گلزار کر دیا اور حضرت نوح کو طوفان سیلاب سے محفوظ رکھا، کیا عجب اس نے ان خواتین کی بھی حفاظت فرمائی ہو اور وہ کسی نہ کسی ساحل تک پہنچ گئی ہوں مجھ مالخولیا مزاج کی جنت خیالی میں ان تینوں محبوباؤں کے ساتھ تو اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے کسی رباعی کے چوتھے مصرع کی حیثیت رکھتی ہے جیسا کہ صائبؔ نے لکھا ہے۔

در رباعی بیت آخر می زند جنگی بدل

خط پشتِ لب بچشم ما ز ابرو بہتر است

اس کے بعد یہ دونوں اسی دیو کے جمع کردہ خزانے سے بیش قیمت جواہرات اور پسندیدہ چیزیں اپنے ساتھ لے کر اس چوکور تخت پر بیٹھ کر اسے حکم کرتے ہیں کہ اے تخت جواں بخت پہلے تو ان بچھڑی محبوباؤں تک اگر وہ بقید حیات ہوں ہمیں لے چل۔ چنانچہ چند ساعت میں ہی وہ تخت اس باغ خاموشاں میں جا پہنچا جہاں وہ تینوں فراق زدہ محبوبائیں اسیر تھیں۔ ابھی شاہزادہ قضائے حاجت کے لیے ایک کنارے گیا ہی تھا کہ خدا کی مرضی ایک منحوس چڑیا آفت

آسمانی اور بلائے ناگہانی بن کر آئی اور شاہزادہ گل اندام پر بیٹ (لاہی) کر گئی جس کے فوری اثر سے شاہزادے کا پورا جسم مبروص (سفید داغوں والا) ہوگیا، یہاں تک کہ اکثر عضو بدن سے ریم (پیپ) بہنے لگی۔ اسی عبرتناک حالت میں وہ خاتون صاحب جمال کے پاس واپس آیا مگر چونکہ اس کی شکل مبروص تھی شہزادی نے کراہیت کے ساتھ اس سے نظر پھیر لی اور بات تک نہ کی۔ بیچارہ شہزادہ کہتا رہا۔

در تپ از کم حرفی لعل تنک جوش توام
من کبابِ آتشِ بسیار خاموش توام
می کنی یارم و لے یادت نمی آید ہنوز
معنیٔ برجستہ از خاطر فراموشِ توام

پھر بھی وہ اس کی طرف متلتفت نہ ہوئی اور نہ اس کا اعتبار کیا۔
آخر قسمت کا مارا شہزادہ از تن عریاں بادل بریاں گریاں گریاں شہر کی طرف نکل گیا۔
روزانہ گلیوں اور بازاروں میں یہی صدا لگاتا ؎

حاصل ما میشود آخر نصیب دیگراں
بخت برگشتہ چو سنگ آسیا داریم ما

ہر شب وہ بارگاہ مجیب الدعواۃ میں سلطان ابوسعید ابوالخیر کی یہ رباعی پڑھتا اور دعا کرتا۔

اے خالق خلق رہ نمائے بفرست
اے رازق رزق در کشائے بفرست
کار من بیچارہ گرہ در گرہ است
لطفی بکن و گرہ ربائے بفرست

سارا دن وہ ان چاروں محبوباؤں کی جدائی میں زار زار روتا پھرتا، کسی نے سچ کہا ہے ؎

بسا مشکل بود دل کندن از خوباں پس از الفت
ہنوز آب از غم یوسف بچشم چاہ می آید

اب سنیے وہ پاکدامن خاتون حیرت واستعجاب کے ساتھ ایک باغ میں پہنچتی ہے جہاں اس کے قدم کی برکت سے اچانک درختوں میں بے موسم پھل آ گئے۔ نہایت پختہ، سرخ اور شیریں ، باغبان نے اس صورت حال کی خبر بلا تاخیر بادشاہ کو دی۔ بادشاہ اس تغیر وانقلاب کا معائنہ کرنے بنفس بنفیس باغ میں آیا۔ اس نے ملاحظہ کیا کہ یہ خرق عادت صرف اس جادو نگاہ نازنین وخوش قدم مہ جبیں کے اقبال سحر آفریں کی بدولت ہوا ہے۔ ہر چند اس نے حقیقت حال سے واقف ہونا چاہا مگر خاتونِ حور شمائل آئینہ حیرت بنی خاموش ہی رہی۔

لاچار اسے بھی بادشاہ نے محل خاموشاں میں ان تینوں خواتین کے ساتھ کر دیا۔ وہ زبانِ حال سے یہی کہتی رہیں۔

در صحبتِ ما سکوت دارد رونق
چون مجلس گل کہ بے سخن رنگین ست

آخر بادشاہ کو فرمان جاری کرنا پڑا اور یہ منادی کرادی کہ اگر کوئی شخص اس معمہ کا حل پیش کرے اور ان چار خاموش عورتوں کو بولنے پر راضی کر دے تو بادشاہ اپنی بیٹی اس سے بیاہ دے گا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی درمیان اس شہزادے کے ایام نحوست ختم ہو گئے۔ یکا یک رحمت کو جوش ہوا اور شاہزادے کو القا ہوا کہ یہ چاروں خاموش بیبیاں اس کی چاروں منکوحہ ہی ہیں۔ اب شاہزادے نے خود کو مرض خاموشی کا معالج بتاتے ہوئے عمائدین سلطنت سے ملاقات کی اور یہ خبر بادشاہ تک جا پہنچی۔ متصدیان بحکم بادشاہ اس مبروص معالج کو خاموش خانہ میں لے گئے۔ معالج اور ان چپ بی بیبیوں کے درمیان پردہ ڈالا گیا اور باری باری وہ چاروں پردے کی اوٹ میں لائی گئیں۔ پہلی خاتون کے آتے ہی معالج نے اس کی ساری سرگذشت بیان کر دی اور کہا کہ اس کا بچھڑا ہوا شاہزادہ اسی شہر میں ہے اور بہت جلد ملاقات ہو گی۔ یہ سنتے ہی وہ بول اٹھی میں تیرے قربان جلد بتا وہ شاہزادہ کہاں ہے جس کی آتش فرقت مجھے کباب کئے دے رہی ہے۔ اس نے دل سے دعاء کی۔ یااللہ اگر اس مبروص کی باتیں سچ ہیں اور میری پاکدامنی وعصمت مآبی تیری بارگاہ میں مقبول ہے تو اس کے مرض میں تخفیف فرمادے۔ اس کے دعاء کرتے ہی مبروص کا جسم ایک چوتھائی صحتیاب پہلے جیسا ہو گیا۔

اس طرح دوسری، تیسری اور چوتھی خاتون بھی آئی اور اپنے گذشتہ احوال مفصل سن سن کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتی رہی کہ مبروص کے مرض میں تخفیف فرما لہٰذا چوتھی خاتون کے دعاء کرتے ہی شاہزادہ مکمل صحت یاب اور سراپا تندرست ہوگیا۔

اب سنئے! جب یکبارگی ان چاروں محبوباؤں کی آنکھیں اس شاہزادہ گل فام وشیریں گفتار سے چار ہوئیں تو بلبلانِ شیدا کی طرح انہوں نے اس گل رعنا کو گھیر لیا اور عشق و وارفتگی کا اظہار کرنے لگیں۔ شاہزادے نے ہر ایک سے پرسش احوال کی، ان کے آنسو پوچھے، دلجمعی کی اور سروں پر محبت وشفقت سے ہاتھ پھیرے۔

پہلی اہلیہ کا حال سن کر برجستہ کہا ؎

ما بدریا ے غم افتادیم و پای برنخواست
خوش فرورفتیم و دستِ آشنای برنخواست

محل دوم سے استفسار حال کیا اور یہ شعر پڑھا ؎

سوختم از ہجر و آہی بر نخواست
دود ایں آتش ہمہ خاکستر است

جب تیسری منکوحہ سے گفتگو ہوئی تو کہنے لگا اپنا حال کیا بتاؤں؟ کسی نے کہہ دیا ہے ؎

چوں مے تصویر از ہستی ست خالی جام ما
نیست جز پیراہن موجود براندام ما
بس کہ در یادت تہی از خویشتن گردیدہ ام
برزبانہا چون نگیں خالی ست جائے نام ما

جب آخری اور چوتھی بی بی سے بیان حال کا اتفاق ہوا تو بیساختہ کہہ اٹھا۔

در دوزخم میفگن و نام از گنہ مبر
دوزخ بگرمیٔ عرقِ انفعال ماست

بالآخر ان سبھوں کے استفسار حال پر شاہزادے نے پہلی بیوی سے عرض کیا ؎

چو دور افتادم از رویت نمی دانم کجا رفتم
بدریا ہا بہ آتش ہا بکام اژدہا رفتم

دوسری سے جو ملک فرنگ کے بادشاہ کی بیٹی تھی، کہا ؎

بے روئے خوشت گلہائے چون خار بود در چشم
بنشینم و خس چینم دیوانہ چنیں باید

تیسری بیوی جو بڑے سوداگر کی بیٹی تھی مزاج پرسی کرنے لگی تو یہ رباعی پڑھ دی۔

ہجر آمد و گرد فتنہ برجانم بیخت
عقلم نشد و صبر رفت و دانش بگریخت
زین واقعہ ہیچ دولت دستم نگرفت
جز دیدہ کہ ہر چہ داشت در دامن ریخت

جب نوبت کلام چوتھی بیوی تک آئی تو وہ پری پیکر اس شرم سے کہ حالت برص میں وہ شوہر کو پہچان نہ سکی تھی، سر جھکائے بیٹھی رہی۔ شہزادہ کہنے لگا کہ اے سرمایۂ شرم و حیا تو کیوں منفعل ہے؟ میں تو اپنی قسمت پر شاکر ہوں دوسروں سے گلہ شکوہ نہیں رکھتا۔ جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

گر رود سر بر نگردد سر نبشت
ایں سخن باید بہ آب زر نبشت

اب ہمیں چاہیے کہ بچھڑے ہوؤں کو ملانے والے کی بارگاہ میں سجدۂ شکر بجالائیں اور ایک دوسرے سے شکوہ شکایت ختم کریں۔

جب وہاں کے بادشاہ کو ان سب تعجب خیز اور رقت آمیز باتوں کی خبر ہوئی تو اس نے اللہ کی پاکی بیان کی۔ اور دوگانہ شکرانہ کے بعد اپنے عہد کو یاد کیا کہ اسے اپنی بیٹی اس شخص کے حبالۂ عقد میں دینی ہے۔ جشنِ شادی کے اہتمام کا فرمان جاری کیا۔ نجومیوں کو قران السعدین کی ساعت سعید دیکھنے کا حکم ہوا۔ امراء و متصدیان کو شایان شان انتظامات کی تاکید کی گئی، آرائش و زیبائش کا بے نظیر اہتمام کیا گیا کہ چشم فلک نے بھی کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ رقص و سرود، عیش و عشرت اکل و شرب کی فراہمی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی گئی۔ (یہاں پر شاہانہ تقریب شادی کا تفصیلی بیان

نادر تشبیہات واستعارات اور زبان وبیان کی صنعتوں کے ساتھ دیدنی ہے۔)

مختصر یہ کہ تاج خلافت کے اس انمول ہیرے (شہزادے) اور صدف سلطنت کے اس درشہوار (شاہزادی) کو نادر الوجود ملبوسات وزیورات سے آراستہ وپیراستہ کر کے امور شرعی کے مطابق رشتۂ ازدواج میں منسلک کردیا گیا۔ طنطنۂ شادی وغلغلۂ مبارکبادی سے فضا گونج اٹھی۔ انعامات ونوازشات کا دریا بہادیا گیا۔ مملکت میں کوئی غریب ومحتاج نہ رہا۔ ہر سمت مسرت و شادمانی کی فراوانی تھی۔ نوشاہ وعروسہ کو خلوت دی گئی۔ شب زفاف کی منزلیں طے ہوئیں جس کے بیان پر مصنف نے اپنی جادورقمی کی انتہا کردی ہے۔

تشنۂ خوں کرد مست چشم فتان ترا
خواب سنگین شد فساں چوں تیغ مژگان ترا

انجام کار ان چاروں دلداروں اور اس غمگسار جدید یعنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ شاہزادے نے بہار کے یہ دن مسرت وانبساط کے ساتھ گذارے، یہاں تک کہ موسم گرما آگیا۔ پھر اس میں اعتدال پیدا ہوا اور رفتہ رفتہ سردی آگئی۔ شراب وکباب سے گرمی پیدا کی جاتی رہی۔ حسینانِ توبہ شکن کی محفلیں ہوتی رہیں۔ اور بقولِ صائبؔ ؎

از سیہ کاراں حدیثِ توبہ جرم دیگر است
جامۂ خود را ہماں بہتر نشوید گل چنین

اب شاہزادہ ہر فکر سے آزاد اور ہر طرح مطمئن ہوکر اپنے وطن مالوف کی طرف واپسی کی سوچنے لگا۔ وہ بارہ مہینے اپنی ان پانچوں محبوباؤں کے ساتھ عیش وعشرت میں وقت گزارتا رہا۔ لیکن سال کے ختم پر بقول اس فال کے:

حب الوطن از ملک سلیمان خوشتر
خارِ وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
یوسف کہ بہ مصر بادشاہی می کرد
می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

شاہزادے نے اپنے خسر محترم بادشاہ گیتی پناہ پر اپنا عزم ظاہر کرتے ہوئے سفر کی

اجازت چاہی۔ بادشاہ نے کہا کہ اے عزیز اس دولت خانے کو تم اپنا ہی سمجھو اور افواہ پر کان نہ دو۔ شاہزادہ یہ سن کر متفکر ہوا کہ خدا خیر کرے بادشاہ نے یہ کیا کہہ دیا۔ داماد کو پریشان اور فکر مند دیکھ کر بادشاہ نے اسے احتیاط کے ساتھ اس بات سے مطلع کر دیا کہ فلاں ملک کے خاقان نے تمہارے ممالک محروسہ پر تسلط حاصل کر لیا ہے۔ تمہارے ملک کو تاراج کر کے اس پر خود حکمراں ہے یہ سن کر شاہزادے کی غیرت کو ٹھیس لگی۔ اس نے اپنے خسر بادشاہ سے التجا کی کہ مجھے کمک اور اعانت دی جائے کہ میں اپنا ملک اس سے آزاد کرالوں۔ بادشاہ نے داماد کے عزم وارادہ اور ہمت سے متاثر ہو کر اسے ایک فوج ظفر موج کے ساتھ اس کے ملک کی طرف روانہ کیا۔ شاہزادے نے اپنے ملک پر قابض وغاصب بادشاہ سے زوردار جنگ کی اور مردانہ شجاعت ودلیری کے ساتھ اسے شکست دی۔ اور اپنے ملک پر فاتحانہ قابض ہوا۔ بارگاہ الٰہی میں سجدۂ شکر ادا کیا اور اپنے پدرِ بزرگوار کو جو ادھر اُدھر مفرور بھٹک رہا تھا۔ ڈھونڈھا اور ایک سعادت مند بیٹے کی طرح اس کا استقبال کیا۔ عزت واحترام کے ساتھ تخت شاہی پر براجمان کیا اور خود کو ولی عہد سلطنت گردانا۔ شاہزادے نے اپنی پانچوں بیویوں کو محل خانے میں اپنے والدین کی خدمت پر مامور کر دیا۔ یہ بادشاہ اپنے بیٹے کے ساتھ اپنی گذشتہ بدسلوکی پر شرمندہ تھا مگر فرزند سعید نے اپنا حق ادا کرتے ہوئے کبھی ایک حرف شکایت بھی زبان پر نہ لایا۔

اے دلِ دیوانہ! دیکھ قادر مطلق نے کس طرح شاہزادے کو مصیبتوں اور آزمائشوں سے نجات دی۔ ہزاروں پریشانیوں سے اسے صحیح وسالم نکالا۔ اس کی زوجیت میں پانچ محبوبانِ حور شمائل عطا کیں اور آخر کار اسے تخت وتاج اور ملک ودولت کا وارث بنایا۔ لہٰذا ہمیں کسی حال میں بھی کشائش وکامیابی سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ کسی بزرگ نے فرمایا ہے ۔

دلا دلا زچہ حالے بہیچ حال منال
یقیں بدان کہ نماند زمانہ بریک حال
کدام محنت و اندوہ گان بماند مقیم
کدام دولت و حشمت کہ او نشد بزوال

تیسری کشایش

اس سلطان زادے سے متعلق جو مضبوط ارادے کا مالک تھا جس نے بارہ بروج کے زیر اثر کبھی سخت مشکلوں اور کبھی آسانیوں میں وقت گزارا اور مسلسل بارہ سال کی پیہم آزمائشوں سے گزر کر اپنے اصلی حالات پر آ گیا۔

کہتے ہیں کہ بڑی شان وشوکت والے کسی بادشاہ کو صرف ایک ہی بیٹا تھا جو ایک عرصہ بعد بڑی منتوں، دعاؤں اور مناجاتوں کے بعد پیدا ہوا تھا۔ شاہزادے نے ایک شاندار شہر آباد کیا جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ حسین وجمیل عمارتیں، خوبصورت باغات، آرام دہ سرائیں۔ مسافر خانے اور سیر گاہیں بنوائیں کہ وہاں کے باشندوں اور آنے والے مسافروں کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔ انتطامیہ کو تاکید کی گئی کہ ہر آنے والے کی مہمانی اور ضیافت میں کوئی کمی نہ ہونے پائے اگر کوئی نو وارد شہر مہمان کسی سے عجیب وغریب واقعہ، قصہ یا حکایت بیان کرے۔ تو اسے فوراً ضبط تحریر میں لا کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

اتفاقاً ایک سیاح جو کئی ملکوں کی سیر کر چکا تھا اس شہر میں وارد ہوا اور یہ واقعہ یوں بیان

کرتا ہے کہ ایک حسین وجمیل خاتون اپنے اقبال کے پردے میں چند مشکلات کی اسیر ہوگئی ہے، اگر چہ اس زمانے میں ہر طرف رنگا رنگ چیزیں نظر آتی ہیں مگر تقدیر و تدبیر کی بات کرنے والے ایک حکیم نے فلاں خطرناک جگہ پر بارہ ہاتھ کے عرض وطول میں عجیب وغریب حجرہ تعمیر کیا ہے جس کا بیان تحریر وتقریر سے باہر ہے۔ جو شخص اس حجرے میں داخل ہوتا ہے۔ بارہ سال کے بعد ہی اس سے باہر آپاتا ہے۔ اس کا تعلق سننے سے زیادہ دیکھنے سے ہے۔ شاہزادے تک یہ باتیں پہنچیں۔ اس نے پہلے تو اس خاتونِ پری جمال کے لیے بارہ ہزار اشرفیوں کا نذرانہ مقرر کیا اور اس حکیم کے تعمیر کردہ حجرۂ حکیمانہ کا طواف کرنے کے لیے بیقرار ہوگیا۔ وہ اس مراد کو پانے کے لیے عجلت وسرعت کے ساتھ وہاں پہنچنا چاہتا تھا۔ بادشاہ کو جب شاہزادے کا ارادہ معلوم ہوا تو اس نے ندیموں اور وزیروں کو اس کے پاس بھیجا یہ سمجھانے کے لیے کہ وہ اس سفر سے باز رہے۔ شاہزادہ ہزار سمجھانے بجھانے کے بعد بھی راضی نہ ہوا۔ یہاں تک کہ اس نے کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔ آخر بادشاہ خود اس کے پاس آیا اور بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ تو ہی میرا اکلوتا بیٹا میرے بڑھاپے کا سہارا آنکھوں کا تارا ہے۔ حکومت وسلطنت کا وارث تو ہی ہے۔ مجھے اپنی جدائی میں تڑپتا چھوڑ کر غیر ملک کی طرف جانا چاہتا ہے۔ اللہ کو ہی علم ہے کہ بارہ سال تک میں زندہ رہوں گا یا نہیں کہ پھر تیرے دیدار سے دل شاد ہو سکے۔ بادشاہ کی نصیحتوں کا بھی بیٹے پر کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ تھک ہار کے واپس ہوگیا۔ وزرائے دانشمند نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شہزادہ بضد ہو کر کھانا پینا ترک کر چکا ہے، بارہ دن وہ رہ بھی سکے گا یا نہیں۔ لہٰذا اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے شاہزادے کو رخصت کی اجازت دے دی جائے، آگے جو اللہ کو منظور ہو۔ چنانچہ بادشاہ نے وزیروں کے مشورے اور صلاح کے بعد اپنے اکلوتے بیٹے کو اس حجرے یعنی مکان بے نشان کے مشاہدے کی اجازت دے دی اور اسے ایک حفاظتی لشکر کے ساتھ اللہ کی حفاظت میں رخصت کیا۔

شہزادۂ عالی گوہر اس شعر کے مطابق اپنے وطن میں ہی گویا غریب الدیار تھا۔

روشن گہران در وطن خویش غریب اند
در پشت صدف گوہر شہوار یتیم است

آخر طے مراحل وقطع منازل کرتا ہوا شہزادہ اس حکیم وقت کے پاس جو بقراط وسقراط و

افلاطون کا بھی چچا تھا، پہنچ ہی گیا۔ اس کی خدمت میں نذر پیش کی اور اس حجرے یعنی خانۂ بے حجابانہ کے بارے میں تفصیل جاننا چاہی۔ اس حکیم نے اسے بارہ سال حجرے کے پُرمشقت احوال سے آگاہ کیا۔ شہزادے نے اپنے ساتھ آئے لشکر کے سرداروں اور محافظوں کو وعدہ وعید کے ساتھ رخصت کر دیا اور خود اس حجرۂ دوازدہ یعنی مکانِ ظلمت نشان میں شانِ سکندری کے ساتھ داخل ہو گیا۔ اندر جا کے شاہزادے نے دیکھا کہ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہے، وحشت اور پریشانی کے سوا کچھ نہیں۔ فوراً اپنے ارادہ راسخ کو فسخ کرنے پر آمادہ ہوا۔ بقول صائبؔ ؎

این قدر دلبستگی صایبؔ بزلفِ یاد چیست

نسخۂ خواب پریشاں گو نباشد گو مباش

ابھی واپس ہونے کو سوچا ہی تھا کہ پاؤں لڑکھڑایا ایک گہرائی میں گر پڑا اور اس گڈھے سے ایک دوسرے غار کی طرف لڑھکتا رہا۔ اسی بیچ ایک تنگ و تاریک کھڑکی میں کچھ روشنی نظر ئی۔ وہ اس طرف بڑھتا گیا اور کئی دریچوں سے گزرتا ہوا ایک میدان میں پہنچ گیا جہاں کی فضا صاف اور خوشگوار ملی مگر نہ کوئی سمت کا اندازہ ہو سکا نہ کوئی موجود نظر آیا۔ شہزادہ گھبرا کر ادھر ادھر چکر لگاتا رہا۔ تین دن اسی حال میں گزر گئے تب جا کر آفتاب طلوع ہوا۔ اور کچھ دوری پر ایک اونچا مکان نظر آیا۔ وہاں تک پہنچا تو دیکھا کہ ایک سرسبز و شاداب باغ ہے جہاں ہر طرف رنگ برنگے پھولوں والے چمن اور سرو و سنبل سے بھرے گلزار ہیں مگر کہیں بھی کوئی آدم وآدم زاد کا پتہ نہیں نہ کوئی باغ کا مالک ہی نظر پڑا۔ شاہزادہ تین دنوں کا بھوکا پیاسا تھا اس نے شکم سیر ہو کر باغ کے پھل کھائے اور ایک جگہ پر آرام سے سو گیا۔ ایک ہفتہ تک دل پسند کھانوں خوش کن نغموں اور آراستہ و پیراستہ مکان میں عیش کرتا رہا۔ آخر تنہائی سے گھبرا کر باغ کی سیر کو نکلا۔ جیسے ہی اس مکان کے احاطے سے باہر قدم نکالا کہ اس چہار دیواری کے نشانات تک غائب ہو گئے۔ صرف ایک وسیع و عریض میدان تھا جہاں ہر سمت غولانِ بیابانی اور خشک ٹیلے نظر آتے۔ اس ویرانی نے وحشت پیدا کی اور وہ ادھر ادھر بھاگنے لگا، اسی طرح تین دن اور گزر گئے۔ ایک دن اسے ایک بڑا قلعہ نظر آیا جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ شاہزادہ یہ دیکھ کر خوش ہوا۔ انسانی صورت اور کسی ہم جنس کی تلاش میں وہ اس دروازے میں داخل ہو گیا۔ دیکھتا ہے کہ ہر طرف خوبصورت حویلیاں اور محلے دو محلے

شاہانہ آن بان کے ساتھ آرام وآسائش کی اشیاے فراوان سے سجے سجائے ہیں لیکن کہیں بھی کوئی خاتون خانہ نظر نہیں آتی، دل میں خیال آیا کہ یہ جگہ شہیدوں کی تو نہیں، بغیر کسی کی اجازت کے کہیں کھانے پینے میں بے ادبی نہ ہو جائے اور سزا کا مستحق قرار پاؤں۔ ہر چند کہ بھوک زوروں کی لگی تھی مگر مصلحت وقت سمجھتے ہوئے اس بلوریں بنگلہ کے برآمدے میں بیٹھ گیا جو صحنِ باغ سے ملحق تھا۔ منتظر رہا کہ شاید کوئی نامعلوم معشوقہ طناز کسی طرف سے آجائے اور اس رشک جنت باغ کا لطف دوبالا ہو۔ یہاں تک کہ دن ختم ہو گیا اور شام آگئی، سورج اپنے سنہرے چہرے کے ساتھ کاشانۂ مغرب میں داخل ہو گیا۔

اسی دوران اس اقلیم کا فرمانروا اپنے شاہزادوں، سواروں، نوبت بجانے اور قرنا پھونکنے والوں کے ساتھ بڑے دبدبے اور شان کے ساتھ ایک سمت سے آتا نظر آیا ہر طرف چراغوں کی روشنی سے رات، شب قدر کی طرح اجالی بلکہ ہزار شب قدر سے زیادہ روشن ہوگئی۔ اچانک اس بنگلہ کے برآمدے سے یہ منظر دیکھ کر شاہزادے کا ہوش گم ہو گیا۔ سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس شاہی جلوس میں سب عورتیں ہی تھیں کوئی مرد نہ تھا۔ وہ بادشاہ (ملکہ) نسواں پناہ بھی عورت تھی۔ جب اپنے خاص محل میں داخل ہوئی اور مسند شاہی پر رونق افروز ہوگئی تو حکم دیا کہ جو مہمان عزیز یہاں تازہ وارد ہوا ہے اسے عزت کے ساتھ تسلی وتشفی دیتے ہوئے حاضر کیا جائے۔ حسینانِ ماہ جبیں فوراً اس نووارد شاہزادے کو لے کر ملکہ معظمہ کے حضور پہنچ گئیں۔ مسافر نواز فرمانروا نے پہلے اسے سلام کیا پھر اس کے ہاتھ چومے۔ محبت واخلاص کے ساتھ اپنے مسند شاہانہ سے قریب بٹھایا۔ پھر اسے بتایا کہ وہ بفضلہٖ تعالیٰ اس علاقہ میں بارہ ہزار شاہپریوں کی حکمراں ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ ہمارے مذہب وقانون میں کسی کی دلآزاری سے بڑا کوئی گناہ نہیں، چہ جائیکہ ہم سے کسی آدم زاد کو تکلیف پہنچے۔ اے نووارد تمہاری پیشانی سے شہزادگی عیاں ہے اور قیافہ تمہاری بلند ہمتی اور مضبوط ارادے کا غماز ہے۔ اس مکان کو تم اپنا دولت خانہ سمجھو اور جس نعمت کی طرف دل مائل ہو اس سے لطف اٹھاؤ۔ یہاں کا دستور ہے کہ جب کوئی مہمان آجائے تو بغیر اس کے ماحضر تناول کیے کسی کے لیے بھی کھانا حرام ہے۔ طعام حاضر ہے، شوق فرمائیں کہ وہ ٹھنڈا نہ ہو جائے۔

بہر حال ملکہ کی اس مہمان نوازی اور گرم جوشی سے شاہزادے کے حواس بجا ہوئے۔ نان ونوش کا دور چلا، ایک دو جام کے بعد بھوک تو تھی ہی اس نے چند لقمے طعام لذیذ کے بھی لیے اور بےتکلف آرام کرنے کی رخصت چاہی۔ پریوں کی ملکہ نے دو حوروش شاہپریوں کو اس کی خدمت و آرام کے لیے مامور کیا اور سلاطین کی نسل والی دو پریوں کو تاکید مزید کی کہ شب وروز شاہزادے کی خاطر داری میں لگی رہیں۔ صبح ہوئی تو مہمان شاہزادہ اپنی میزبان فرمانروائے پریزادگان کی خدمت میں شکر وسپاس کے لیے حاضر ہوا۔ ادھر وہ اپنے خواب شیریں سے جاگ کر بن سنور کے آراستہ و پیراستہ رونق مسند خسروانہ تھی۔ پرستارانِ خاص نے اشارے سے حکم پاتے ہی شہزادے کو اعزاز کے ساتھ فراز مسند پر جگہ دی۔ رقص وسرود اور شراب ناب کا دور شروع ہوا۔ ساقی نے شراب کی تعریف میں یہ شعر پڑھا۔

قطرہ گر گوہر شود آرائش گوش است و بس

ورشودے از سراپا حسن را زیور بود

اور نغمہ گایا:

گوینده جاں ز نغمہ بقالب در آمده

در پرده گفتہ اند ہمیں نغمہ جان بود

المختصر شاہزادہ اسی طرح عیش وعشرت میں راتوں کو دن اور دنوں کو شام کرتا رہا۔ جیسا کہ بوالہوسی اور بسیار طلبی سلطان زادوں کی طبیعت کا خاصہ ہے ایک دن شاہزادے نے حالت نشہ میں بےشرمی کے ساتھ شہنشاہ پری سے شوق وصال کا اظہار کر دیا۔ حالانکہ شہنشاہ پری نفسانی محرکات سے قطعاً پاک اور محفوظ تھی۔ اس نے جواب دیا کہ اے شاہزادے تیرے اس کفرانِ نعمت کا انجام اچھا نہیں۔ دراصل پریوں کا یہ طائفہ شہوانی لذتوں سے مبرّا اور پاکدامن ہے۔ ان کی صحبت صرف قوی ہیکل دیوں کے ساتھ ہی ممکن ہے جو اپنی طاقت اور جوش سے ان پر غالب آتے ہیں۔ کمزور آدم زادوں کے لیے یہ ممکن ہی نہیں۔ تمہارے ساتھ یہ ضیافت اخلاق اور حسن سلوک محض مہمان دوستی کی وجہ سے ہے۔ جب شاہزادے کی ضد حد سے بڑھنے لگی تو اس کی طرف سے کراہیت محسوس کرنے لگی۔ اس قسمت کے مارے نے اس کے لب کا بوسہ لے لیا۔ چومتے ہی

اس پر غشی طاری ہوگئی۔ کچھ دیر بعد جب کچھ ہوش آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس انجمن مثالی اور عشرت کدے کا دور دور کوئی نشان تک باقی نہیں، حدِ نظر تک بس ریگستان و بیابان ہے۔ حیران و پریشان اس نے یہ شعر اپنے حسب حال پڑھا۔

ہوشم بنگاہے برد، جانانہ چنیں باید
یک جرعہ خرابم کرد، پیمانہ چنیں باید

ایک ہفتہ اسی طرح ادھر ادھر آوارہ پھرنے کے بعد ایک انجان شہر میں پہنچ گیا۔ دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے سروں اور کندھوں پر چڑیوں کو بٹھائے کھڑے ہیں شہزادے نے پوچھا کہ یہ کیا تماشا ہے۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ اس ملک کا دستور ہے کہ جب یہاں کا والی (حکمراں) مرجاتا ہے تو عوام اسی طرح جمع ہوتے ہیں اور ایک خاص بلند جگہ سے شہباز اڑاتے ہیں، وہ باز جس شخص کے سر یا کاندھے پر بیٹھ جائے یا چڑیا پکڑ لے اسی کو بالاتفاق ملک کا بادشاہ مان لیا جاتا ہے۔ اس دوران خوبیٔ قسمت دیکھیے کہ قادر مطلق کے حکم سے وہ شاہباز ہما پرواز اسی شاہزادے کے سر پر آ بیٹھا۔ چنانچہ دستور ملکی کے تحت شاہزادے کو ہی شاہانہ جاہ و حشم کے ساتھ مرصع فیل پر سوار کر کے شادیانہ و قرنا کی گونج میں قلعۂ مبارک تک لایا گیا۔ شاہزادہ خود چونکہ آداب شاہی و قواعد سلطانی سے آگاہ تھا ہر طرح تاج و تخت کا سزاوار ہوا۔ اس طرح والیان حکومت و امرائے سلطنت کو ایک جواں بخت ولی نعمت میسر آیا۔ نیز عروس خلافت کو نوشۂ جواں بخت صاحب تخت مل گیا۔ شہزادے نے بھی مالک حقیقی کی بارگاہ میں عاجزانہ سجدۂ شکر ادا کیا۔

خواجہ سرایوں نے خسرو وقت شاہزادے سے عرض کیا کہ ہماری مخدومہ ہمایوں ماہ بانو، صبیحہ خاتون، نازنو خانم، طلا بیگم اور ایک خاتون بنفشہ نام کی ہیں۔ سارے محل زعفرانی رنگ کے ہیں مگر پانچواں محل لعل محل ہے۔ جو خاص محل ہے۔ مخدومائیں حضرت کی خدمت عالی میں سلام پہنچاتی ہیں۔ آج ہر محل میں آپ تشریف ارزانی فرمائیں۔

اتفاق سے وہ رات ماہ کی چودھویں رات تھی۔ مشاہدے کی احتیاط کے ساتھ وہ سب سے پہلے ماہ بانو کے محل میں جو اسم بامسمیٰ تھا، قدم رنجہ ہوا۔ وہاں نہایت مسرت و بشاشت کے ساتھ استراحت و شب باشی کی اور صبح کو تخت خلافت پر جلوہ افروز ہو کر رعایا کو عدالت و

انصاف سے فیضیاب کیا۔ شام کو محل ثانی کی باری آئی مگر سوائے ماہ بانو یعنی محل اول کے کسی دوسرے محل میں اس نے خاطر خواہ وقت نہ گذارا اور لعل محل جسے سخاوت محل بھی کہہ سکتے ہیں اس سے رفاقت نبھائی۔

خدا کی مرضی و مشیت دیکھیے جب اس محل یعنی لعل محل کی باری آئی، بادشاہ اس کا شانۂ رنگیں میں مستانہ وار داخل ہوا۔ خاتون خانہ گلفام وگل اندام تھی کہ یہ قطعہ اس کے شایان شان ہے۔

قدت در نازکی شاخ گل نو رستہ را ماند
رخ خو کردہ ات گلبرگ شبنم بستہ را ماند
کفِ دستت گل است وغنچہ ہا سرہای انگشتان
چو دست از آستیں بیرون کنی گلدستہ را ماند

شاہزادے نے ہر طرف گلبدنوں اور لالہ رخوں کی بہار ہی بہار دیکھی۔ خلوت میں جب شاہزادے نے اس گلدستۂ خوبی کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو جھجک کر اس نے پہلوتہی کی اور بولی کہ شروع سے ہی میں نے اپنی پرداخت ونشوونما خاص اور الگ رکھی ہے آنجناب نے روز اول ہی میری قدر نہ جانی اور اپنا وقت دیگر کنیزوں کے ساتھ صرف کرتے رہے۔ میں اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہوں کہ کسی جوٹھے میں اپنا منہ لگاؤں۔ آپ کے ساتھ بات چیت کرنے کے لیے میں حاضر ہوں مگر شہوت رانی وخواہش نفسانی کے لیے آپ کی دیگر لونڈیاں ہیں۔ ہر چند شاہزادے نے عذر لاعلمی پیش کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا لعل محل نے اسے خود کو چھونے تک نہ دیا۔ شاہزادے کی منت سماجت جب حد سے بڑھنے لگی تو اس نے کہا کہ میری صحبت سے تجھے کوئی نفع ہونے والا نہیں۔ شاہزادے کا دل اس پر آچکا تھا مگر اس شاہ پری کے انکار پر وہ اس سے الگ رہا اور کنیزوں پر ہی قناعت کی۔

الغرض ہفتہ کا ہر دن شاہزادہ باری باری ہر محل میں گزارتا رہا لیکن محل لعل محل میں انکار وصال سے احساس شرمندگی اور اس کے دل کی چبھن نہ گئی۔ یہاں تک کہ پورے نو سال عدل و انصاف، امن چین اور عیش وعشرت کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا۔ اتنے دنوں جو تخت خلافت پر بیٹھ

کے نہایت کامیابی سے جہانبانی کی تو سمجھا کہ یہ سب کچھ دوامی ہے، اب اسے زوال نہ ہوگا۔ بلکہ جو کچھ ہوا وہ جادوئی یا طلسمی ہرگز نہ تھا۔ دل میں خیال گزرا کہ پریوں والا حادثہ شاید کوئی خواب ہی ہوگا۔ ایسے میں اس پری تمسال، صاحب جمال بت طناز کے جام وصال سے محروم رہنا بیوقوفی ہے۔ وقضارا اس دن موسم نہایت خوشگوار تھا، فضا میں خنکی تھی، لعل محل اور اس کے سرخ پوشاں کو دیکھ کے نشہ میں بدمست شاہزادے کو یارا نہ رہا۔ کہنے لگا رنگ محل کے اس دلنواز نظارے نے میری طاقت صبر چھین لی ہے۔ شوق غالب ہے، اے لعل محل اب تجھ سے جدائی برداشت نہیں۔ یہ سلطانی جاوید تیرے شربت وصال کے آگے ایک جو بھی قیمت نہیں رکھتی اے سراپا حسن و جمال مجھے اپنے سینے سے لگا لے اور اپنے رسیلے ہونٹ مجھے چوسنے دے تاکہ میں جاں بلب از سر نو زندگی کا لطف اٹھاؤں۔ لعل محل نے اسے بہت سمجھایا اور کہا کہ میں سو جان سے تجھ پر قربان مگر میرا وصل تیرے لیے نقصان دہ ہوگا۔ یہ مستی وقتی ہے، اتر جائے گی۔ خدا کے فضل سے سات محل تیرے تصرف میں ہیں۔ مجھے حاشا کسی سے کوئی حسد یا رشک و رقابت نہیں۔ خود کو اس وبال میں نہ ڈال۔ قسمت کے مارے شہزادے نے سمجھا کہ یہ بت طناز چونکہ بہت سرافراز و ممتاز رہی ہے، اس لیے گھمنڈ سے چور ہے۔ شہزادہ اس کے انکار و نصیحت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنی ضد پر اڑ گیا۔ ناچار وہ پری رخسار چیں بہ جبیں ہو کر بولی کہ نہیں مانتا تو جا جو تیری مرضی مگر اس شرط پر کہ پہلے لونڈیوں سے اختلاط کی گندگی دور کر لے اور اس گرم پانی کے حوض میں غسل کر لے۔ اس کے بعد ہی میں کچھ سنوں گی۔

ضدی خاقان زادہ جیسے ہی اس حوض میں غسل کے لیے اترا اور ڈبکی لگا کر باہر نکلا تو دیکھتا ہے حد نظر تک صرف پانی ہی پانی ہے، نہ کہیں شہر کا پتہ ہے نہ کسی پری چہرہ کا۔ چیخ چیخ کر زار و قطار رونے لگا مگر اب کیا چڑیاں چگ گئیں کھیت کہتے ہیں بیچاروں کا چارہ ساز اور بے سہاروں کا سہارا کارسازِ حقیقی ہے، ناگاہ کچھ دور پانی پر ایک کشتی بغیر کسی ملاح کے دکھائی دی۔ پھر اس کے ایک تختہ پر کلمۂ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ لکھا ہوا نظر آیا۔ حیران و پریشان شاہزادے نے اس طوفانِ بلا میں اس کشتی کو کشتی نوح سمجھا اور بڑھ کے اس پر سوار ہو گیا۔ زندگی سے مایوس مگر قسمت پر بھروسہ کئے ایک تختے سے لگا بیٹھا رہا۔ چنانچہ کشتی بہتے بہتے بیچ دریا میں ایک چھوٹے سے قلعہ کے

پاس پہنچ گئی۔ شاہزادہ فوراً کشتی سے اتر کے اسی قلعہ کی طرف کہ شاید کہیں کوئی پناہ ملے، ادھر ادھر اسی ویرانے میں بھٹکتا رہا یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ قلعہ کے دروازے تک پہنچا تو کوئی چیز اسے نئے چاند کی طرح نظر آئی قلعہ کا دروازہ مقفل تھا۔ وہ اس روشنی کو فریب نظر سمجھتے ہوئے تھکا ہارا وہیں بیٹھ گیا۔ رات ہوگئی تو دیکھتا ہے کہ ایک کریہہ المنظر بدشکل دیو بلائے ناگہانی کی طرح چیختا چنگھاڑتا کہیں سے وارد ہوا۔ شہزادے کو در پر پڑا دیکھ کر پوچھا تو کون ہے اور یہاں کیسے آگیا مصیبتوں کا مارا شہزادہ بے حس و حرکت پڑا رہا۔ کچھ بولا نہیں۔ جب دیو نے اسے ٹھوکر رسید کی تو بلبلا اٹھا اس دیو کے پاؤں پر گر پڑا اور رو رو کر کہنے لگا میں بیکس و بے یار ہوں مجھے اپنا غلام بندۂ بے دام سمجھو۔ جدھر جاتا ہوں پانی ہی پانی ہے، زمین سخت ہے آسماں دور ہے۔ مجھے اسی مکان میں اپنی خدمت گذاری کے لیے رکھ لو۔ بقولے

ملایمت کن و فارغ شو از ملامتِ خلق
کہ نخل موم ز آشوب تیشہ آزاد است

یہ سن کر اس عفریت نما دیو نے اسے چھوڑ دیا۔ پھاٹک کا تالا کھولا اور قلعہ میں داخل ہوا۔ رات بھر شہزادہ ڈرا سہا ذلت کے ساتھ فرش پر پڑا رہا۔

صبح ہوئی تو وہ دیو ہیکل تن باہر آیا، دروازے کو مقفل کیا اور شہزادکو تھوڑا شیر برنج کھانے کو دے کر ہوا میں اڑتا ہوا کہیں چلا گیا۔ ایک ہفتہ تک اس کے ساتھ دیو کا یہی سلوک رہا۔ آخر اس کے حال پر ترس کھا کے اپنے ساتھ مکان کے اندر لے گیا۔ وہاں شہزادے نے چار حجرے دیکھے جن میں دو حجرے منقش اور سجے سجائے تھے۔ وہ دیوزاد ہر روز چار قاب شیر برنج تیار کرتا، دو قاب ان دو حجروں میں پہنچاتا، ایک خود کھاتا اور ایک اس نصیب جلے شہزادے کو دیتا۔

رفتہ رفتہ دیو کو اس پر اعتبار ہوتا گیا اور اکثر وہ ان حجروں کی چابیاں بھی اسی کے حوالے کر کے چلا جاتا اور شام کو واپس آ کے کھانا دیتا۔ ایک دن شاہزادے نے سوچا کہ ان دو حجروں میں شیر برنج کسے جا کے دیتا ہے، دیکھنا چاہیے۔ کوئی ذی روح تو ضرور ہے جو بغیر کھانے کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ بسم اللہ کہہ کے ایک حجرے کو کھولا، دیکھتا ہے کہ ایک چھوٹے سے باغیچہ میں آدمی کے رہنے لائق نہایت خوبصورت مکان ہے جس میں ایک حور لقا نازنین شاہانہ لباس پہنے خسروانہ

انداز سے بیٹھی ہے اور دو کنیزیں اس کی خدمت میں کھڑی ہیں۔ نازنین سے آنکھیں چار ہوئیں اور دونوں نے ایک دوسرے کو اپنا ہم جنس اور نعمت غیر مترقبہ جانا۔ چنانچہ یہ دونوں آدم زاد ایک دوسرے سے رورو کر استفسار حال کرتے رہے اور باہم ایک دوسرے کی تسلی بھی شاہزادہ جب اپنا حال بیان کر چکا تو وہ حور شمائل نازنین کہنے لگی کہ میں فلاں بادشاہ گیتی پناہ کی بیٹی ہوں۔

یہ جادوگر دیو مجھ پر عاشق ہو گیا ہے اور مجھے ان دونوں کنیزوں کے ساتھ اٹھا لایا ہے۔ ہم تینوں اسی ایک قاب شیر برنج پر گزارہ کر رہے ہیں۔ اللہ کا احسان ہے کہ تجھ جیسے خوبرو جوان سے ملاقات ہو گئی۔

ترا دیدم و یوسف را شنیدم
شنیدہ کی بود مانند دیدہ

تھوڑی عمر جو باقی ہے ہم اسی طرح روزانہ ایک دوسرے سے ملتے ہوئے گزاریں۔

شاہزادہ کہتا ہے ؎

چو آشنای تو شد دل زمن رمید آری
کسی ترا کہ بدست آورد مراچہ کند

چنانچہ اسی طرح چھ مہینوں تک یہ دونوں ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور دادعیش دیتے رہے۔ ایک روز شاہزادے کو خیال آیا کہ دوسرے حجرے میں کیا ہے، دیکھا جائے۔ جب اس حجرے کو کھولا تو دیکھتا ہے کہ ایک تندرست گھوڑا آہنی سُم، ریشمی دُم اور چوڑی پیٹھ والا سر اٹھائے، کھڑا ہے۔ شاہزادے نے جب محبت سے اس کے سر و گردن پر ہاتھ پھیرا تو گھوڑا زبان حال سے بول پڑا کہ میں دریائی گھوڑا ہوں اور یہ کمبخت نامراد بے ضرورت مجھے باندھ کر یہاں قید کیے ہوا ہے۔ مجھے آزاد کر دو تو میں ایک گھنٹہ میں پانچ سو کوس دور تک پہنچا سکتا ہوں سمندر سے تو میں ہوا کی طرح گزرتا ہوں مگر اس سمت میں نہیں جدھر یہ زال پیکر دیو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ گھنٹہ میں ایک ہزار فرسنگ جاتا ہے۔

شاہزادے نے اس گھوڑے کو اپنے حق میں غیبی مدد جانا۔ اس پری تمسال محبوبہ کو بھی اس راز سے آگاہ کیا اور وہاں سے فرار ہونے کی تیاری میں لگ گیا۔ قریب ہی تیسرے حجرے

میں دیو نے سونے چاندی اور جواہرات کا خزانہ ڈھیر کر رکھا تھا۔ ان دونوں نے مل کر اس خزانے سے جتنا ہو سکا سمیٹ لیا۔ شہزادہ اس ماہوش اور دونوں کنیزوں کے ساتھ اس کشادہ پشت دریائی گھوڑے پر سوار ہو کر بہت دور سمندر کے کنارے ایک شہر میں پہنچ گیا۔ اس شہر کے لوگ بڑے ہمدرد، نرم خو اور مسافر نواز تھے۔

اس دیار غربت میں بھی پریشان حال شاہزادے کے دل سے دیو والے قلعہ کے حجرۂ چہارم کا خیال نہ گیا۔ ہر چند اس محبوبۂ ہمسفر نے اسے اسے سمجھایا کہ ان خطرات سے نکل کر دوبارہ اس طرف جانے کا ارادہ نہ کیجیے۔ اتنی دولت جو ساتھ لے آئے ہیں اسی سے میری صحت میں گزر بسر کیجیے۔ اچھی سواری مل گئی ہے جہاں چاہیں سیر کریں۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہیے؟ جو ابھی تک چوتھے حجرے کو دیکھنے کا خیال ستا رہا ہے۔ محبوبہ کے اس طرح سمجھانے کا بھی شہزادے پر کچھ اثر نہ ہوا۔ کہنے لگا کہ جاؤں گا تو ضرور لیکن میں اگر تنہا وہاں گیا اور دیوزال نے تجھے نہ پایا تو پرسش کرے گا لہٰذا تو بھی میرے ساتھ چل۔ شہزادہ زبردستی اسے دریائی گھوڑے کی پشت پر لے کر بیٹھ گیا اور ان کی آن میں چھوڑے ہوئے قلعہ تک پہنچ گیا۔ وہاں جا کر اس نے چوتھے حجرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔ وہاں دیکھا کہ ایک زینہ نیچے جانے کا بنا ہوا ہے۔ نیچے اترا تو وہاں سوا گھپ اندھیرے کے کچھ نہ تھا۔ پہلی مصیبت کو یاد کر کے گھبرایا اور خوفزدہ ہو گیا۔ ابھی واپس ہونے کو سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک وہ راستہ اور زینہ سب کچھ غائب ہو گیا۔ ایک تیرہ و تنگ راہداری میں وحشت زدہ کھڑا تھا کہ تھوڑی دور پر روشنی سی نظر آئی۔ اس جانب بڑھتا گیا۔ آگے جا کر دیکھا کہ ایک حوض آب زلال سے لبالب بھرا ہے۔ تکان کا احساس تھا۔ لہٰذا اسی حوض میں غسل کر لیا۔ اور وہیں پر آرام کے لیے لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد آنکھ کھلی تو وہ حوض بھی غائب، سمجھا یہ سب خواب و خیال کا کرشمہ ہے۔ اس محبوبہ پری رخسار اور براق باد رفتار کو یاد کر کے آنسو بہاتا رہا۔ آخر کار اس خرابے میں پھرا سے ایک ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی نظر آئی۔ وہاں گیا تو دیکھا کہ اس میں ایک چودھویں کے چاند جیسی چودہ سالہ دوشیزہ بیٹھی ہے۔ اس نے شہزادے کو نو وارد مسافر جان کے بوریئے پر بیٹھنے کو کہا اور ایک کوزہ پانی سے تواضع کی۔ جب شام ہو گئی تو سفید بالوں والی ایک ضعیفہ کاندھے پر ہل لیے دو خچروں کے ساتھ پہنچی اور رقت و

شفقت سے پیش آئی شہزادے کی پریشاں حالی سن کر بولی کہ اے عزیز ایک ٹکڑے روٹی اور ایک کوزہ پانی کے لیے کہاں کہاں سرگرداں پھرو گے۔ اس فقیر کی جھونپڑی کو اپنا محل سمجھو اور چند روز آرام کرو مگر قدم یہاں سے باہر نہ نکالنا۔

شاہزادے کو اپنی نادانی اور ضد کے سبب اتنی کلفت و ندامت کا سامنا ہوا تھا کہ دو ماہ تک اس کے حواس بجا نہ رہے۔ کچھ دنوں بعد جب طبیعت معمول پر آئی تو ایک روز تنہائی پا کر نہایت بے شرمی سے اس دوشیزہ کے سامنے وصل کی خواہش ظاہر کی۔ دوشیزہ نے کہا کہ اے بے مروت میری ماں کے احسانات کو بھول گیا۔ اور مجھ پر بری نظر رکھتا ہے۔ ارے جب تک میری ماں راضی نہ ہو اور عقد شرعی انجام نہ پائے تجھ پر میرا چہرہ دیکھنا بھی حرام ہے۔ لاچار صبح ہوتے ہی شہزادہ اس بوڑھی عورت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے سامنے اس کے ہل چلانے کی خدمت پیش کی۔ وہ بولی تو میرا مہمان ہے، یہ تکلیف نہ اٹھا۔

رنج راحت شد چو مطلب شد بزرگ
گرد گلہ تو تیاے چشم گرگ

شہزادہ اپنی خودغرضی میں چھ مہینوں تک اس ضعیفہ کا کھیت جوتنے اور ہل چلانے کا کام کرتا رہا۔ اسی درمیان اس مادرِ مہربان کے دل میں خیال آیا کہ اس کی بیٹی بالغ ہو گئی ہے، حکم شرعی کے مطابق کسی کے ساتھ اس کا نکاح کر دینا چاہیے۔ اس جوان مسافر شہزادے کے چہرے بشرے سے اچھے خاندان کی علامت ظاہر ہے۔ اہل بھی ہے اور محنتی بھی اچھا ہو گا اپنی بیٹی اگر اسی کے عقد میں دے دوں۔

ضعیفہ نے اسی کے ساتھ اپنی بیٹی بیاہ دی۔ شہزادہ تنگی خانہ سے تنگ آ کر اپنی منکوحہ سے بولا کہ کوئی ایسا مکان ہونا چاہیے جہاں بے خلل خلوت وہ ہو سکے۔ بیوی نے جواب دیا کہ میرا وطن مالوف دوسری جگہ ہے۔ ماں بھائیوں سے رنج ہو کر اپنی کاشتکاری الگ کرتی ہے، اگر ہم اپنے اصل گھر چلیں تو وہاں کئی مکان موجود ہیں۔ مادر مہربان نے بیٹی داماد کا ارادہ معلوم کر لیا تو کہا اگرچہ میں خود بھائیوں کے وہاں نہیں جاؤں گی مگر اپنا گھر تمہیں دیتی ہوں اور یہ دونوں خچر بھی تمہیں جہیز میں دے دیے۔ اب اس بوالہوس خسرو زادے نے منکوحہ کو ساتھ لیا اور بعجلت اس خرمادہ (

گدھی) پر سوار ہوا۔ ایک ہاتھ سے دوسرے خر ماچہ کی دم پکڑنی چاہی تو خچر نے اپنے کان جھٹک کر اس کے سینے پر ایسی دولتّی ماری کہ شہزادہ بدحواس ایک پہاڑی پر جا گرا۔ کچھ دیر بعد تکلیف کا احساس کم ہوا تو دیکھا آس پاس کوئی نہیں ہے۔ گدھے کی لتاڑ سے ہڈی پسلی ایسی نرم ہوگئی کہ زندگی کی طاقت کم نظر آنے لگی۔ لاچار گرتے پڑتے آنسو بہاتے ایک طرف چل پڑا۔ اسی اثنا میں ایک بزرگ درویش، سفید ریش، رعشہ بدست نظر آ گئے۔ انہوں نے اشارے سے اس ناعاقبت اندیش کو اپنے قریب بلایا اور کہا ارے بابا خیر تو ہے تو اس علاقے میں کیوں آ گیا۔ یہاں کے درختوں پر سیمرغوں نے گھونسلے بنا رکھے ہیں اور یہ سب آدم خور ہیں۔ میں تو اپنی ریاضت پر یہاں زندگی گزار رہا ہوں۔ دنیا سرائے فانی ہے۔ میں بوڑھا کمزور مر بھی گیا تو کیا ہوگا۔ تو تو ابھی تندرست و جوانِ رعنا ہے۔ اللہ تیری حفاظت فرمائے اور تیری قسمت تجھ سے وفا کرے۔ اس علاقے سے جتنا جلد ہو سکے باہر نکل جا۔ میں جنگل سے کچھ پھل اپنے لیے لایا ہوں چل میرے ساتھ تو بھی کچھ کھا لے۔ چند روز جب گزر گئے اور اس کی ہڈیاں درست ہو گئیں تو اس نے سوچا کہ یہ درویش بھی تو آدمی ہی ہے۔ ہر روز تلاش رزق میں نکلتا ہے اور خوش خوش سلامت واپس آتا ہے۔ یہ آسیب اور آدم خور سیمرغ والی بات کہیں کوئی فریب تو نہیں۔ درویش کے جانے کے بعد اسے بھی اس باغ کے سیر کی سوجھی۔ قدم باہر نکالا ہی تھا کہ ایک سیمرغ آفت آسمانی بن کے اس پر جھپٹا اور پنجوں میں لے کر اڑ گیا۔ یہ اتفاق دیکھیے کہ اسی دم ایک دوسرا سیمرغ بھی آ گیا اور پہلے سے پوچھا کہ یہ طعمۂ لذیذ کہاں لے جا رہا ہے۔ اس سیمرغ نے کہا کہ بادشاہ وقت چند دنوں سے بیمار و کمزور ہے۔ چونکہ یہی غذا بادشاہوں کی خوراک ہے، مجرا کے لیے لے جا رہا ہوں۔ سلطان زماں اسے کھا کر ان شاء اللہ ہزار فرسنگ اڑنے کی قوت حاصل کر لے گا۔ اور اس تحفہ سے خوش ہو کر وہ میرا مرتبہ ضرور بلند کر دے گا۔

دوسرے خود غرض سیمرغ نے کہا کہ بادشاہ کو تو تحفے آتے ہی رہتے ہیں۔ ہم دونوں مل کے اس خوشگوار شکار کو بانٹ کھائیں تا کہ پانچ سو فرسنگ اڑنے کی طاقت ہم دونوں کو حاصل ہو جائے اور بادشاہ کے لیے پھر دور جا کر کسی اور انسان کو شکار کر لائیں اس بات پر دونوں سیمرغ آپس میں جھگڑ پڑے اور اسی کشمکش میں یہ عیش پسند شاہزادہ سیمرغ کے پنجے سے چھوٹ کر ایک غار میں گر گیا۔

اسی ساعت وہ مدت معہود یعنی بارہ سال جو حجرۂ دوازدہ کی سیر کے لیے مقرر تھی پوری ہو چکی۔ جاں بخشِ حقیقی کے فضل سے شاہزادے کے ہاتھ پاؤں سلامت رہے از سرِ نو وہ راستہ ڈھونڈھتا ہوا چل پڑا۔ راہ خطرناک میں منہ کھولے اژدہے بھی نظر آئے مگر یہ ستم رسیدہ افتاں خیزاں بھاگتا رہا دور سے اسے ایک دروازہ نظر آیا اور وہی اصل دروازہ حجرۂ دوازدہ کا تھا۔ جاں بلب شاہزادہ خوفزدہ و ہراساں کسی طرح اسی دروازے میں داخل ہو گیا۔ پیچھے مڑ کر جو دیکھتا ہے تو کوئی اژدہا نہ عفریت اور سامنیء دیکھا تو اس کا شہر اور اسی کا لشکر موجود۔ اس کے بارہ سال کی مدت کا یہ آخری دن تھا۔ لشکر کے سردار و سالار شاہی سواری کا انتظام کئے اس حجرہ دوازدہ سالہ کے دروازے پر منتظر و مضطرب کھڑے تھے۔ یکا یک شاہزادے پر ان کی نظر پڑی۔ اسے اپنے درمیان پا کر خوشی کے شادیانے بجائے جانے لگے، تمام شہر خوشی کے نعروں سے گونج اٹھا۔

خاقان زادہ خاقان کی خدمت میں صحیح و سلامت واپس آ گیا۔ اس طلسم خانۂ حیرت اور مکان گردوں بنیاد کے بسط و کشاد کی تفصیل بیان کر دی گئی۔ جو اہل دنیا کے لیے تعجب خیز ہے۔

چاہیے کہ مشکلوں اور دشواریوں سے دل برداشتہ ہو کر عزم و ہمت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، چنانچہ خواجہ حافظؔ فرماتے ہیں ؎

ہاں مشو نومید چون واقف نہ ای بر سرّ غیب
باشد اندر ہر چہ بازیہای پنہاں غم مخور

✔

چوتھی کشایش

اس راجکمار (رایزادہ) سے متعلق جو سخت مشکلوں کے باوجود اپنے مضبوط ارادوں کی بدولت عزت واقبال کی مسند پر جاگزیں ہوا۔

کہتے ہیں کہ ایک نہایت گیان دھیان والا عبادت گزار برہمن تھا جو اپنے فقر وفاقہ اور جوگ کی وجہ سے سوکھ کر ہڈی چمڑا رہ گیا تھا۔اس کی بیوی غربت اور تنگ دستی سے عاجز آ کر ایک دن اپنے شوہر سے کہنے لگی کہ اے میرے خوددار و پرستار شوہر، نامدار غربت و ناداری افلاس کی حد کو پہنچ چکی ہماری قوت برداشت اب جواب دینے کو ہے۔کئی بلند ہمت رائے زادگان اس کڑی منزل کو پار کر گئے اور آج ولی عہد ہیں۔آپ جیسے ریاضت کوش برہمن کے تو بڑے بڑے پنڈت معتقد اور دلدادہ ہیں۔اگر ذرا بھی کسی سے زبان کھول دیں تو وہ آپ کے حکم کی تعمیل اور بجا آوری کو اپنی سعادت جانیں۔ چہ جائیکہ اتنی عزت و وقار والا آپ کا رایزادہ اپنی شرافت و شائستگی کا پابند رہ کر ضروریات زندگی تک کا محتاج ہو، یہ تو بڑے افسوس اور دکھ کی بات ہے۔ برہمن جو اپنی عبادت گزاری اور ریاضت شاقہ کی برکت سے توکل واستغنا کے بلند مرتبے پر تھا جواب میں لب کشا ہوا۔

سلطانِ خودم منتِ سلطان چہ کشم
از بہر دوناں منت دوناں چہ کشم
نفسِ بد من سگنست و من سگباں
از بہر سگے منت سگباں چہ کشم

برہمن نے کہا یہ ممکن ہی نہیں کہ خالقِ برحق کی مقدس بارگاہ کا سوالی کسی مخلوق کے سامنے دست سوال دراز کرے۔ اگر تم توکل کی طاقت نہیں رکھتی ہو تو رزاقِ حقیقی کے حکم سے تمہیں ایک چیز (مصرعہ) لکھ کر دیتا ہوں جو ہزار نسخوں سے قیمتی ہے۔ رایزادہ اگر چاہے تو اسے لاکھ تنکہ (روپیہ) میں بیچ سکتا ہے۔ وہ اس قیمت کو اپنی ضرورتوں پر خرچ کرے۔ اگر وہ حوصلہ رکھتا ہو تو اس بیش بہا نسخے کو اتنا سستا ضائع بھی نہ کرے۔ اور وہ مصرع یہ ہے۔ ع

"گر رود سر برنگردد سر نبشت"

آخر برہمن زادے نے اس مصرعۂ برجستہ کو دست آویز کیا، چہرے پر نقاب ڈالا اور سرراہے ایک اولوالعزم رایزادے کو پیش کر دیا کہ حاجت روائی ہو۔ رقعہ پر قیمت لکھی دیکھ کر اس واقف کار نے نسخۂ غنیمت جانا اور فوراً قیمت ادا کر دی۔ رایزادے کے بزرگ والد کو جب بیٹے کے اس اصراف کی خبر ہوئی تو وہ اس پر سخت معترض ہوا مگر اس کا عالی ہمت فرزند بحکم ایں مصرعہ

طبع نازک سخن کس نتواند برداشت

اس نوخرید مصرعہ برجستہ پر غور کرتا ہوا اپنی قسمت آزمائی کے لیے وطن سے نکل گیا۔

ایک سمت چلتے چلتے وہ پانی والی ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جو درختوں کے سائے میں آبِ حیات کی طرح نظروں سے اوجھل تھی۔ اس نے سامان سفر ایک طرف رکھا اور کپڑے اتار کے آمادۂ غسل ہوا۔ اس کے سر کے بال کمر سے نیچے تک آرہے تھے۔ موت کے چھپے فرشتے نے گمان کیا کہ شاید کوئی ہرن پیاس کی شدت میں پانی دیکھ کر آ گیا ہے۔ اس نے تیر قضا چلا ہی تو دیا جو پہلوؤں کو چھید کر نکل گیا۔ اچانک ایک سیمرغ اس جائے آب کے اوپر سے گزر رہا تھا اس نے اس زخمی کو اپنے چنگل میں اٹھا لیا اور دور ایک جزیرے میں جا کر ڈال دیا۔ وہاں کی صحت بخش آب

وہوا سے اس کے زخم تین دنوں میں ہی مندمل ہو گئے۔ رایزادے نے الطافِ الٰہی کا شکر ادا کیا اور تلاش منزل مقصود میں نکل پڑا۔ رفتہ رفتہ وہ ایک کنویں پر پہنچتا ہے جس کے چاروں طرف ایک بڑے درخت کی بابرگ وثمر دار شاخیں سایہ کیے تھیں۔ کنویں سے نزدیک ہی ایک پتھر نصب تھا جس پر یہ تحریر کندہ تھی کہ جو شخص اس کنویں سے چند قطرے پانی بھی پی لے یا اس درخت کا پھل کھالے اسے ہفتہ بھر کچھ کھانے پینے کی حاجت نہ ہوگی۔ رایزادے نے اس نعمت غیر مترقبہ کو اپنے لیے بڑی کامیابی سمجھا۔ چند دن وہاں آسودگی سے وقت گزارا پھر مسلسل بیکاری سے تنگ آکر کوئی مشغلہ ڈھونڈنے نکلا دیکھتا کیا ہے کہ اس ویران علاقے میں کچے سونے (طلاء خام) کے ذرات کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں۔ رایزادے نے مٹی کے ذروں میں ملے ہوئے سونے کے ان برادوں کو بڑی ہنر مندی سے مٹی کے بوتے (کلہیا) میں پگھلا پگھلا کر اینٹوں کی شکل میں ڈھالنا شروع کر دیا اور اس طرح سونے کی اینٹوں کا ڈھیر لگا دیا، ساتھ ہی رایزادہ نے ہر ایک اینٹ پر اپنا نام بھی کندہ کر دیا۔ وہ اسی کام میں لگا وقت گزارتا دنوں کو رات کرتا رہا۔

ایک روز کیا دیکھتا ہے کہ ایک تباہ شدہ جہاز اس جزیرے کے ساحل سے آلگا۔ اسے اپنے ہم جنسوں کے ہونے کا اندازہ لگا، خوشی سے پھولا نہ سمایا اور جہاز کے مالک تک جا پہنچا، اس سے باتیں کیں اور جزیرے پر سونے کے خزانے کی اطلاع بھی دے دی۔ جہازی سے گذارش کی کہ مجھے سونے کے اس ذخیرے کے ساتھ اپنے جہاز پر ساتھ لے چلے تو آدھا سونا اسے دے دیگا۔ سوداگر نے کہا بخوشی لے چلوں گا مگر یہ بتاؤ کہ اس جزیرے میں نہ آدم نہ آدم زاد تم زندہ کیسے رہے اور زندگی کے لیے کیا کھاتے پیتے رہے۔ اس سادہ لوح یا بدنصیب رایزادے نے کنویں اور درخت ثمر دار کی ساری باتیں اسے تفصیل سے بتا دیں۔ بقولے ؎

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد
صد حجاب از دل بسوے دیدہ شد

جہاز راں سوداگر رایزادے کے ساتھ اس جگہ پہنچ گیا۔ خزانہ دیکھ کر اس بدنیت نے سوچا کہ اس خزانے کا تنہا مالک وہ خود بنے اور اسی لالچ میں آکر اس نے رایزادے کو جُل دے کر

اس کنویں میں گرادیا، سونے کی ساری اینٹیں جہاز میں لے آیا۔اور اپنی منزل کو روانہ ہو گیا۔

جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے اس کنویں میں بھی پانی سے قریب طاق بنا ہوا تھا۔ایک دو غوطہ کھانے کے بعد رایزادے کی نظر طاق پر پڑی اور وہ بدقت اس طاق میں کسی طرح بیٹھ گیا۔ چند ہی لمحے گزارے تھے کہ پانی سے ایک گھڑیال نے سر نکالا اور اس یوسف ثانی کے پہلو سے اوپر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔رایزادے اسے دیکھ کر خوف سے تھر تھرانے لگا۔اللہ کی مرضی ابھی گھڑیال کی دم پانی سے باہر نہ ہوئی تھی کہ ایک سیاہ بچھو کہیں سے آ گیا اور اسی نے گھڑیال پر ایک زوردار ڈنگ مارا۔تھوڑی ہی دیر میں ملک الموت بن کر ظاہر ہونے والے گھڑیال کی کھال، گوشت اور رگ و ریشہ تک گل پگھل کر کنویں میں گر گئے۔ جب اس عزیز نے دیکھا کہ اب تو کنویں کا پانی بھی گندہ اور زہریلا ہو گیا ہے۔ یہاں زندہ رہنا محال ہے تو اس نے گھڑیال کی ہڈیوں کو ہی سیڑھی کے طور پر استعمال کیا اور کنویں سے باہر آ گیا۔اور اس پھلدار درخت کے پاس پہنچ کر چاروں طرف نظر دوڑانے لگا کہ شاید کہیں کوئی سر چھپانے کی جگہ ملے۔ اتفاقاً کچھ دوری پر اسے ایک مکان نظر آیا۔وہ کس طرح دشوار و تکلیف دہ راستوں سے گزرتا ہوا اس مکان تک پہنچ گیا۔اب یہاں سے قصہ گوئی میں میرے چھوٹے بھائی کا قلم اس حقیر کے قلم کا استقبال کرتا ہے۔ قلم عرض گزار ہے کہ یہ مکان پریوں کا وطن ہے اور میں قلم اسی صحن کا باغ کا قلم نرگس ہوں۔ جب آپ کے ہاتھوں میں آ گیا تو جو کہوں گا آنکھوں دیکھی کہوں گا۔امید کہ میرے معروضات کو سچ جانیں گے اور اس حکایت کو اپنے کشائش نامہ میں جگہ دے کر اپنے قلم مبارک کو اس کی تعریف میں حرکت دیں گے۔یہ خدمت حقیر محض تواضع کی تعریف میں پیش کرتا ہے۔میرا قلم علم و ہنر کی کساد بازاری اور جوہر ناشناسوں کی بدذوقی کا بیان نہیں کرسکتا بلکہ اس کی درستگیٔ حال کے لیے دعا گو ہے۔"

آگے اس کا قلم یوں رقمطراز ہے:

رایزادہ نے وہاں ایک کشادہ ایوان دیکھا جس کے دروازے میں دو خوبصورت کواڑ دو برجستہ مصرعوں کی طرح لگے تھے اور غرو جاہ والے افراد خدمت پر مامور۔اس سے قبل کہ ان

سے کچھ دریافت کیا جائے وہ خود بات کرنے لگے۔ نہایت خوش دلی اور خندہ پیشانی سے انہوں نے اس گلشن بہشت منظر میں گلگشت کی اجازت دے دی۔ اندر داخل ہوا تو وہاں کی خوش منظری سے مبہوت ہو کر رہ گیا۔ (اب اس جگہ مصنف نے باغ کی تفصیل جو بیان کی ہے وہ شوخ نگاری اور رنگین بیانی کا بے نظیر نمونہ ہے۔ مکان، محل، روزن و در، سقف و دیوار باغ و روش، حوض و فوارہ، غنچہ و گل، سرو و سنبل کا بیان بلکہ سحر البیان تشبیہ و استعارہ کی ندرت و تازگی اور مضمون آفرینی کی بہار لیے ظہیرؔ و ظہوری کو پیچھے چھوڑتا نظر آتا ہے۔) برقؔ عفی عنہ

آخر ایک مہربان منش نے اس متحیر و خاموش اجنبی کے سکوت کو توڑا، بولنے پر مجبور کیا اور کہا کہ اے اس علاقے میں نووارد مسافر اس قدر حیرت کی کیا بات ہے کہ تو گم سم ہے، باغ کی سیر کا متمنی ہے تو جی بھر کے گلگشتی کر اور اگر آرام کرنا چاہتا ہے تو پھر آرام کی ہر سہولت مہیا ہے۔ رایزادے اس طناز گلرو کی آنکھیں دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا۔ باغ کی ساری رنگینیاں بھول گیا اور اسی ناز مجسم کی دید میں کھو گیا۔ (اب یہاں پر مصنف جادو رقم نے حسن و ادا کی بے مثال تصویر کشی کمال فن کے ساتھ بہت تفصیل سے کی ہے۔ یہ بیان اتنا طول طویل اور حسین و جمیل ہے کہ اس کا ترجمہ اصل فارسی کے لطف زبان کو اردو میں منتقل کر ہی نہیں سکتا) برقؔ عفی عنہ

اگر چہ رایزادہ اس باغ مینو سواد کی بہار اور اس پری رخسار کے دیدار سے ورطۂ حیرت میں تھا لیکن ان نگہبان میزبانوں کی گرمجوشی اور تواضع سے اس کے حواس بجا ہوئے اور وہ آپ میں آ گیا۔ شاہ پری رایزادے سے بے تکلفانہ ہمکلام رہی۔ شام ہوئی تو دونوں نے ساتھ شیر خرما نوش کیا۔ اس نے دیگر نگہبانوں سے کہا کہ آج رات اس نووارد جوان کی مہمانداری تمہارے ذمہ ہے۔ کل میں دیکھوں گی۔ جیسا کہ سنتی ہوں یہاں میرا گھر ہی اس علام بھائی کا رخصت خانہ ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ اسی باغ پریاں کا قلم نرگس ہے اور چند در چند مضامین کا نشۂ تیر اس کی نگاہ خمار آلود میں ہے جو یہاں کے مشاہدے سے پیدا ہوا ہے۔ رایزادہ مرد مسافر ہے، وہ اپنے علاقے کے لوگوں کا راز افشا نہیں کرنا چاہتا۔ خدا ہی کو معلوم اس کے دل میں کتنی باتیں پوشیدہ ہیں۔ تمہاری جستجو اور سخن پیرائی بہت ہے۔ مگر اتنے ہی پر بس کرو اور چھوڑ دو۔ اس جگہ سے آگے میں اس کا پرانا

محرم راز اور اس تماشا گاہ میں ہمدم وہمقدم رہا ہوں۔ دیکھتا ہوں سامنے کیا آتا ہے۔ رایزادے کو اس شبستان میں اس نیک نیت حوروش پری پیکر کے ساتھ شبگذاری کا اتفاق ہوا تو اس نے رایزادے سے کہا کہ تم خوش نصیب ہو کہ آج کی رات میرے ساتھ ہو۔ کل نہ معلوم تمہارا نصیب کہاں لے جائے۔ اور کوئی تمہارے متعلق کیا سوچے۔ میں اغیار کے ساتھ خلوص نہیں رکھتی مگر تمہاری طبیعت و مزاج سے خوش ہوں۔ یقین کر: میں سچ کہہ رہی ہوں اس میں جھوٹ کا شائبہ بھی نہیں۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی جگہ لے چلتی ہوں جہاں پریوں کا کوئی گزر نہیں۔ کچھ دیر وہاں موافق طبع صحبت رہے گی۔ رائزادجو مخالفین کے طیش سے ڈرا ہوا تھا۔ اُس نے شاہ پری کے خلوص و محبت سے راحت محسوس کی اور اس کے دل و جان میں تازگی آگئی۔ رایزادے، میں جنس کی طرف رغبت پیدا ہوئی اور شہوت جاگی۔ اس کی خیر اندیش شاہ پری نے اس سے کہا کہ ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ '' پیالہ آش سے زیادہ گرم ہے۔'' اے نادان دلبر میں ایک بڑی مہم پر روانہ ہو رہی ہوں۔ طبعی قاعدے کے رو سے اگر قوم پری قوم آدمی سے نزدیکی کرے تو اس کی پرواز ختم ہو جاتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کل کا ارادہ معطل ہو جائے۔ ان مہموں کو انجام دینے کے بعد ہی تمہارے ساتھ حسب خواہ صحبت کا موقع ملے گا۔ آج کی رات تو تم اپنے سینے پر صبر کا پتھر رکھ ہی لو۔

صبحدم سورج طلوع ہوا اور شاہ پری اہلِ بزم کے ساتھ ایک خاص جائے عبور کے تالاب میں غسل کے ارادے سے چل پڑی۔ پانچ سو فرسنگ کی مسافت طے ہو چکی تھی کہ شاہ پری سامان غسل کے بھول جانے کا بہانہ بنا کر درمیان سے واپس ہو گئی اور سیدھی اس جگہ پہنچ کے اپنے یار دلنواز کو آغوش میں لے کر پروں کی طاقت سے جلد ہی ایک گمنام جزیرے میں پہنچ گئی تاکہ دوسری پریاں ان کی تلاش میں وہاں نہ پہنچ سکیں۔ پری نے رایزادے سے کہا کہ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے، جب تک اپنی آبادی میں نہ پہنچ جائیں جنسی لذت کوشی سے اجتناب ضروری ہے۔ مگر یہ ہوسناک رایزادہ ضبط نہ کر سکا۔ اور شہوت کی شدت میں خطرات کو سمجھ نہ سکا اور بوسہ زنی شروع کر دی جس سے دونوں نقصان کے شکار ہوئے یعنی پری کے اڑنے کی طاقت جاتی رہی اور وہ حیرانی و پریشانی میں پڑ گئے۔ ویران جزیرے میں بھٹکتے رہے۔

رایزادے نے اس جزیرے کے ساحل پر موتیوں سے بھری سیپیاں پڑی دیکھیں۔ اپنی بیکاری دور کرنے کے لیے ان سیپیوں سے دُرہائے آبدار وشاہوار جمع کرنے لگا۔ قضارا وہ تباہ شدہ جہاز اس نواح میں آ گیا وہ عاجز و درماندہ اس جہاز راں کے پاس گیا اور عرض کیا کہ اگر ہم دونوں مجبوروں کو اپنے جہاز میں سوار کر کے ہماری منزل تک پہنچا دو تو موتیوں کے اس ڈھیر سے آدھا تہیں نذر کر دوں گا۔ سوداگر جہاز راں نے مفت کی دولت ملتی دیکھ کر دونوں کو جہاز پر سوار کر لیا۔ پھر سوچنے لگا کہ کیوں نہ اس شخص کو سمندر میں ڈال دوں تو ساری دولت میری ہوگی اور یہ عورت بھی میرے تصرف میں آجائے گی۔ بقولے ع

بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند

سوداگر جہازی اور ملاح نے سازش رچی اور سمندر دیکھنے کے بہانے جوان کو اپنے پاس بلایا۔ کچھ دیر شراب نوشی ہوتی رہی اور جب اس کی مدہوشی زیادہ ہوگئی، تو اسے سر کے بل سمندر کی گہرائی میں ڈال دیا۔ اب اس حسنِ اتفاق کو کیا کہیے کہ اسی دم ایک بہت بڑی مچھلی نے اسے نگل لیا۔ اور پھر وہ مچھلی بھی کچھ ہی دیر میں والیٔ وقت رائے عالم آرا کے جال میں پھنس گئی۔ باہر لا کے جب اس مچھلی کا پیٹ چاک کیا گیا تو یہ جوان رایزادہ درّ یتیم کی صورت انہیں حاصل ہوا۔ والیٔ وقت رحم دل اور اچھی فطرت کا تھا۔ اسے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس جوان کو دیکھ کے اس پر ترس کھایا اور شفقت کے ساتھ اس کی پیشانی چوم لی۔ والی نے اس کے حالات جاننا چاہے مگر رایزادہ حالت کی ستم ظریفی سے حیران اور حواس باختہ تھا تفصیل احوال دوسرے وقت پر ٹل گئی۔

والی عالی نے جوان کے قیافے سے جان لیا کہ یہ آفت رسیدہ کسی اونچے خاندان کا سردارزادہ ہے۔ والی کو کوئی اولاد ذکور نہ تھی، صرف ایک بیٹی تھی۔ اس نے اسی جوان سے اس کی شادی کر دی اور جوان کو خانہ دامادی میں لے لیا۔

اب رائزدہ اس علاقے کے حکمراں کا ولی عہد ہو گیا۔ اس نے سمندر سے گزرنے والے جہازوں پر قدغن لگا دی۔ حکم کر دیا کہ ملاح یا جہاز کا مالک ادھر سے گزرے تو اسے گرفتار کر لیا جائے۔ ابھی۔ چند ہی روز ہوئے تھے کہ وہی سوداگر اور جہاز راں جس نے رایزادے کو دغا

دے کر سمندر میں ڈال دیا تھا اس طرف آنکلا اور حسب حکم گرفتار کرلیا گیا۔ ان کے سامان ضبط کر لیے گئے۔ وہ سوگوار اور اس کی خوبصورت قحبہ والی عالی کو پسند آ گئی۔ وہ ہر کام اور فیصلے میں اس کی رائے لیتا اور اس کی مرضی کو مقدم رکھتا۔ اس سوداگر نے ساتھ لایا ہوا موتیوں کا خزانہ والی کو نذر کر دیا اور موقع پا کر اس کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے اس بدحال لڑکے کو بغیر کسی تفتیش اور جانکاری کے اپنا داماد اور ولی عہد بنالیا ہے۔ یہ تو میرا زرخرید غلام بچہ ہے میرے پاس اس کا قبالہ بھی تھا مگر ہونے والی بات یہ سمندر میں گر گیا اور اسے مچھلی نگل گئی۔ اس غلام بدانجام نے آپ سے اپنا حال غلط بیان کیا ہے آپ کی دختر نیک اختر کو اس ناپاک غلام بچے کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دینا ہرگز زیب نہیں دیتا اور نہایت نامناسب ہے۔

سوداگر اور اس مکارہ قحبہ نے اپنی دولت واپس لینے کے لالچ میں یہ سب کچھ کہا تھا جسے سن کر والی وہاں سے اٹھ گیا اور جوان کو سولی چڑھانے کا حکم دے دیا۔

اس والئ وقت کی بیٹی جوان چند دنوں میں رایزادے کی ہمراز ہو چکی تھی اپنے والد والی کے سامنے آئی اور عرض کرنے لگی کہ کاش آپ میری عصمت و آبرو پر یہ بدنما داغ نہ لگائے ہوتے۔ آپ پر لازم ہے کہ اس نیک طینت و پاک سرشت رایزادے کو بلا کر اس کی سرگذشت سنیں اور حقیقت حال سے واقف ہوں۔ نفری آئے اور اس سے دریافت کرے۔ اگر معاملہ الزامی صورت کے خلاف ہو تو درگزر کریں اور اس میں کوئی دھوکہ فریب نظر آئے تو اب جبکہ میں اس کی صحبت کردہ بیوی بن چکی ہوں مجھے بھی اس کے ساتھ قید جسم سے آزاد کر دیا جائے تاکہ میں دیگر عورتوں کے سامنے شرمندہ نہ رہوں۔

والی عالی کے مشیران والا تبار نے اس کی بیٹی کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے تفتیش احوال کا مشورہ دیا۔ نوجوان رایزادے کو بلا کر ازسرنو استفسار کیا گیا تو صداقت سامنے آ گئی رایزادے نے اپنے بیان کی سچائی ثابت کرنے کے لیے انہیں ان سونے کی اینٹوں تک لے گیا جن پر اس نے اپنا نام کندہ کر دیا تھا والی وقت نے حقیقت حال جان کر اس سوداگر اور قحبۂ پری چہرہ کو جیل میں ڈال دیا۔ بیٹی کے سامنے اپنی شرمندگی کا اظہار کیا اور ان دونوں کو دار پر کھینچ دینے کا

حکم صادر کردیا اور وہ سب مقتل میں جلاد کے حوالے کئے گئے۔ والئی وقت نے دختر و داماد پر اعزاز الطاف میں مزید اضافہ کر دیا۔

انہیں دنوں رایزادے کو معلوم ہوا کہ اس کے وطن مالوف میں شدید قحط پڑا ہے اور لوگ وطن چھوڑ کر دوسری جگہوں کی طرف تلاشی رزق میں جا رہے ہیں۔ اس نے اپنی عاقبت اندیشی سے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عام اعلان کر دیا کہ قحط زدہ کوئی مسافر نووارد اس جگہ آتا ہے تو اسے مہمان کیا جائے اور ہر طرح اس کے خورد و نوش، آرام او عافیت کا معقول انتظام کیا جائے۔

رایزادے کو اپنے والدین کی بہت یاد آئی اور ان کی جدائی کا احساس اسے ستانے لگا حسن اتفاق کہیئے کہ اسی دوران اس کے ماں باپ بھی قحط زدہ حیران و پریشان اس کے شہر پناہ کی دیوار تک آ نکلے۔ یہاں رایزادے کی دریا دلی و فیض رسانی کا پرچم بلند تھا۔ وہ لوگ بھی کس طرح شہر میں مسافرانہ داخل ہو گئے۔ یہاں تک کہ اپنے فرزند دلبند سے دوچار ہوئے۔ ان کی ساری کلفت عید کی خوشیوں میں بدل گئی۔ سعادت مند برخوردار بیٹے نے والد بزرگ اور مادر مہربان کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

اس نے والئ وقت سے مل کر ایک دستور بنایا اور از سر نو مکاں مولدہ کو آباد کیا۔

اے دل دیوانہ زمانے کے حوادث اور کڑے وقتوں میں بھی بے چین و بے قرار نہ ہو کہ اس تیرہ و تار خاکدان گیتی کی آب و ہوا سب کے لیے یکساں نہیں۔ خدا چاہے تو ہر سخت مہم کا انجام بہتر و سازگار ہو سکتا ہے۔

ز رنج و راحت گیتی مرنج اے دل مشو خرم
کہ آئین جہاں گاہے چنیں گاہے چناں باشد

پانچویں کشایش

اس زنّار دار (جنیو پہننے والے) لڑکے سے متعلق جو تقدیر کی کرشمہ سازی دیکھنے کی آرزو لیے مشکلوں کی سخت گرہیں کھولنے میں خدا کے فضل سے کامیاب ہوا۔"

کسی جنیو پہننے والے بیدخواں پنڈت کو اللہ نے ایک بیٹا عطا کیا۔ وقت کی دایہ نے اس کی نال عبادت کی چھری سے کاٹی اور مادر گیتی نے اسے ریاضت کے پستان سے دودھ پلایا۔ ایام رضاعت ختم ہوتے ہی وقت نے اس کے توسنِ ہمت پر تقویٰ کی زین کسی تو اس نے عبادت گاہ کے ملک کی طرف سفر کا عزم بالجزم کرلیا۔ پنڈت باپ نے اس کے سر اور پیشانی کو چوم کر کہا۔ اے جان پدر ابھی وہ کام کرو جو تمہاری عمر کا تقاضہ ہے۔ اس سن و سال میں عبادت و ریاضت کی مشقت کا بوجھ اٹھانا تمہارے لیے محال ہوگا۔ تم اس ارادے سے باز آجاؤ اور ماں باپ کو سینہ جلانے والا داغ نہ دو۔ جو شخص پوشیدہ حقائق سے آگاہ ہو جاتا ہے اور اسے یہ چاشنی مل جاتی ہے وہ خواہشاتِ نفسانی اور اس کی لذتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔

بیٹے کے کام و دہن میں شربتِ معرفت کی مٹھاس اتر چکی تھی اس لیے والد کی شیرینئ

گفتار جو بال بچوں کی ذمہ داریوں کا تلخ شائبہ لیے تھی، اس پر اثر نہ کر سکی۔

سیل بہار را کہ عنا گیر می شود

برہمن باپ کی نصیحت کم سن بیٹے کے ارادے کو متزلزل نہ کر سکی۔ بالآخر اس کی جھولی میں توکل علی اللہ کا زادِ سفر ڈال کے بیدلی کے ساتھ رخصت کیا۔ اپنے پختہ ارادے کی تکمیل کو ہی یہ سعادت مند اپنی کامیابی جانتا تھا۔ لہٰذا دبستانِ عشق کا یہ طفلِ ناداں اپنے دل میں تمنا و سلامتی کا جوہر عقیدت لیے بڑی ہمت و حوصلہ سے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک ندی کے کنارے پہنچ کر اپنی عبادت کی جگہ بنالی۔ ہر صبح طلوعِ آفتاب سے قبل ہی یہ عبادت گزار لڑکا گردن بھر پانی میں اتر جاتا اور شام تک ایک پاؤں پر کھڑا ریاضتِ شاقہ میں لگا رہتا۔ اس طرح آٹھ مہینوں تک کڑی محنت کے بعد اسے عبادت کی قبولیت اور عرفانِ الٰہی کا حصول ہوا۔ ایک دن غیب سے آواز آئی کہ اے سخت کوش عبادت گذار تیری ریاضت کی آواز سے فرشتوں کے کان بہرے ہو گئے اور عالم ارواح والوں کی آنکھیں حیرت زدہ ہیں۔ تمنائے وصال کی حالت دیکھ کر رحمتِ الٰہی کو جوش ہوا۔ آواز آئی اے عابد نوجوان جو خواہش تیرے دل میں ہے ظاہر کر اور مانگ کہ یہ وقت اجابت و قبولیت کا ہے۔ مشکلوں کو خاطر میں نہ لانے والا یہ سعادتمند برہمن بچہ مناجات کرتا ہے کہ اے قادر مطلق میں تیری قدرت کا تماشا دیکھنا چاہتا ہوں اور بس اتنا کہہ کر یہ کمسن عبادت کی قبولیت کا مژدہ سن کے سجدۂ شکر میں چلا گیا۔ جب غوطے سے باہر آیا تو دیکھتا ہے کہ حدِ نظر تک ایک چٹیل میدان و ریگستان ہے جس میں دور دور پانی کا نام و نشان نہیں اور ہر طرف ریگ کے تودے اونچے پہاڑوں کی طرح کھڑے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کے اس کا ہوش گم ہو گیا اور دل میں خوف پیدا ہوا۔

اسی عالم میں ایک ہفتہ گذرا ہوگا کہ وہاں ایک صیاد (شکاری) اور جلاد (ذبح کرنے والا) پہنچتا ہے۔ صیاد و جلاد میں ایک قسم کی دوستی اس شرط پر تھی کہ جب بھی کوئی شکار ہاتھ لگے گا یہ دونوں اسے آپس میں بانٹ لیا کریں گے۔ انہوں نے میدان میں متعدد جال بچھا رکھے تھے۔ چرند و پرند کی بھاگ دوڑ پر نظر رکھنے کے لیے ایک کمین گاہ میں جا بیٹھے۔

یہ سادہ لوح برہمن بچہ سوا خریدے ہوئے خوردنی دانوں کے زمانہ کے دانہ و دام سے

واقف نہ تھا۔ بھوک تو تھی ہی، شام کو اطمینان کا وقت دیکھ کے اس دانہ دام کی طرف راغب ہوا۔ صیاد و جلاد اس بھولے لڑکے کو ہرن یا مور سمجھ کے کمین گاہ سے نکل کر اس پر دوڑ پڑے۔ قریب آئے تو دیکھا کہ ایک پیارا سا آدم زاد جال میں پھنس گیا ہے پرسش احوال پر یہ حیرت زدہ لڑکا فکر وتردد میں گھرا خاموش رہا، کچھ نہ بولا۔

چونکہ صیاد اور جلاد میں یہ معاہدہ تھا کہ شکار جو بھی ہو نصف نصف دونوں آپس میں بانٹ لیں گے۔ اس لیے تقسیم اس انوکھے شکار کی یوں ٹھہری کہ صیاد لاولد تھا۔ اور جلاد کو صرف ایک بیٹی ہی تھی۔ چنانچہ قسمت کی خوبی سے صیاد نے برہمن بچہ کو اپنی ولدیت میں لے لیا اور خائن جلاد اس سے اپنی بیٹی بیاہ کے اسے اپنا داماد بنالیا۔ برہمن زادہ شادی کے بعد سال میں ابھی ایک بیٹے کا باپ ہوا ہی تھا کہ وہاں ایسی وبا پھیلی کہ صیاد کا سارا قبیلہ لقمۂ اجل ہو گیا۔ ایسی پریشاں حالی میں وہ اپنے بچے کو لے کر اپنے وطن باپ کے گھر کی طرف چل پڑا اور قدرت الٰہی کی کرشمہ سازیاں دیکھ دیکھ کر حیران و پریشان گداگری میں اوقات بسر کرتا رہا۔

اتفاق دیکھئے ایک شب اس کی قسمت کی ستارہ چمکنے والا تھا۔ وہ علی الصباح ایک شہر میں پہنچتا ہے جہاں کا والی شہر دنیا سے رخصت ہو چکا تھا اور کوئی وارث تخت نہیں رہ گیا تھا۔ ارکان دلوت و امرائے سلطنت خود کو اس کا سزاوار نہیں سمجھتے تھے اس لیے وہ لوگ اس بات پر متفق الرائے ہوئے کہ آج جو پہلا شخص شہر کے دروازے سے داخل ہو اسی کو والیٔ شہر بنا کے سلطانی کا تاج اس کے سر پر رکھ دیا جائے۔ قسمت کا دھنی برہمن زادہ ہی اس صبح امرائے سلطنت کو پہلا شخص مل گیا۔ انہوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور تخت حکمرانی پر لے جا کے مسند نشین کر دیا۔ چنانچہ آٹھ برسوں تک اس برہمن زادے نے حکومت شہر کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں رکھی اور نظم ونسق بخوبی سنبھالا۔ عزتدار وزرا و عمائدین کی اکثر خوبصورت بیٹیاں اس کی زوجیت میں آئیں جن سے وہ صاحب اولاد بھی ہوا۔ ایک اور حسن اتفاق دیکھیے کہ برہمن پسر کی پہلی بیوی بھی شوہر کو ڈھونڈھتی تلاش کرتی پریشان حال اسی شہر میں آنکلتی ہے جہاں وہ سریر آرائے سلطنت تھا۔ وہ قسمت کی ماری بھی سرراہ روتی بلکتی اپنے شوہر سے دوچار ہوتی ہے۔ ہر چند کہ پہلی کو دیکھ کر اسے شرم دامن گیر

ہوئی اور بیٹے کو دیکھتے ہی محبت پدری نے جوش مارا، حکمرانی کے غرور کو جھٹکے ہوئے فوراً اس نے بیوی کو داخل حرم کر لیا اور بیٹے کو شاہزادوں میں جگہ دی۔

برہمن زادے کی یہ نئی بیویاں عزت دار قبیلوں سے تھیں۔ جلاد بدنہاد سے انہیں اپنے ازدواج اور صحبت کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ صدمہ وغم سے چور وہ سب عزت والیاں ایک جگہ جمع ہوئیں اور آگ جلائی پھر شرم وحیا کی پیکر یہ امیر زادیاں لہکتی آگ کے شعلوں میں پروانہ وار جا گریں۔ یہ عبرتناک وقوعہ دیکھ کر رایزادے کو حیرت ومحبت اور شرمندگی کا اتنا شدید احساس ہوا کہ وہ بے تحاشہ اس آتشکدے میں کود پڑا۔ جب آگ کے شعلوں نے اس کے جسم کو اپنی لپٹوں میں ڈھک لیا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ اسی ندی میں ثابت وسالم کھڑا ہے جو اس کی عبادت گاہ تھی۔ اس گرداب تحیر کو سمجھنے اور اس سے نکلنے کے لیے وہ گرتا پڑتا ندی کے کنارے آ گیا۔ اس سانحے کو کبھی وہ عالم خواب کا واقعہ سمجھتا اور کبھی معاملے کے وقوع پر اعتبار کرتا۔

اسی بیچ ایک منحنی ولاغر اندام درویش جس کے بدن پر رگیں دھاگوں کی طرح الجھی نظر آ رہی تھیں اور پیٹ دھنس کے بیٹھ سے جا لگا تھا۔ وہاں پر آ گیا جب اس درویش سے اس کی بدحالی ولاغری کی وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگا کہ شومیٔ قسمت سے میں کچھ دن فلاں ملک کے والی کا وظیفہ خوار تھا اسی دوران اس ملک کا والی جو ایک بوڑھا شخص تھا جلاد کی نسل سے ثابت ہو گیا اور اس حقیقت سے آگاہ ہوا کر اس کی منکوحہ شریف خاندان والی بیویاں غم کی تاب نہ لا کر آگ لگا کر جل مریں اور وہ رائے وخیم العاقبت بھی اسی آگ میں کود کر جہنم واصل ہو گیا۔ جب مجھے اس منحوس جلاد زادے کے ٹکڑے کھا کر پلنے کا احساس شدید ہوا تو اس زندگی سے کراہت محسوس ہوئی کچھ دنوں مسلسل فاقے اور ریاضت شاقہ کرتا رہا تاکہ میرے جسم میں اس خناس کے نان ونمک کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔

لاغر اندام درویش کے اس بیان واقعہ کو برہمن پسر نے اپنی سرگذشت پر محمول سمجھا اور بلا تاخیر اس کی تحقیق وتفتیش میں نکل گیا اور سیدھا اس شہر میں پہنچا جہاں صیاد نے اسے اپنا بیٹا بنا کر پرورش کی تھی۔ وہاں دیکھا کہ ہر مکان بغیر کسی تبدیلی وتغیر کے اپنی جگہ قایم ہے۔ اس جگہ جہاں اس نے حکومت کی تھی تحقیق شروع کی تو دیکھا کہ دخترِ جلاد یعنی اس کی منکوحہ اپنے بچے کے ساتھ

زار وزار ایک طرف بیٹھی ہے۔اس نے دور سے اسے پہچان لیا۔ بچّے کو اٹھائے دوڑتی ہوئی اس کی پاس آئی اور کہنے لگی۔اے خود غرض شوہر ہمیں اس کسمپرسی میں چھوڑ جانا کیسی غیر تمندی ہے؟ برہمن زادۂ کار افتادہ موقع غنیمت جان کے اس طلسمی وادی سے بھاگ کھڑا ہوا۔ وہ عورت بھی روتی چیختی سائے کی طرح اس کا پیچھا کرتی رہی۔

شہر کا والئ وقت جو شکار کے لیے گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا۔ عین وقت پر اچانک وہاں وارد ہو گیا۔ اس نے حالات کا جائزہ لیا اور سخت گیر سپاہیوں کو بھیج کر انہیں فوراً گرفتار کروالیا۔ ان سے جب اس آگ کی بابت اور اس میں چلنے کی حقیقت دریافت کی گئی تو برہمن زادے نے خود کو برہمن ثابت کیا اور اس عورت (بیوی) کو جلاد کی اولاد سے بتایا۔

والئ مسند آرائے انصاف وعدالت نے اس مقدمے کی مزید تحقیق کے لیے مدعی و مدعالیہ دونوں کی طرف سے معتبر لوگوں کو طلب کیا اور ان سے استفسار کیا۔ بحث و تمحیص کے بعد قوی دلایل سے برہمن برہمن زادہ ثابت ہوا اور وہ عورت اپنے بچے کے ساتھ جلاد کی جماعت سے پائی گئی۔

والئ وقت نے اس عقدۂ لاینحل پر تعجب و حیرت کا اظہار کرتے ہوئے مزید تصدیق کے لیے حکم دیا کہ اس ''مردنا مشخص'' کو ہاتھ پاؤں باندھ کے لہکتی آگ میں ڈالا جائے۔ یہ اگر نجیب و شریف قوم سے ہوگا تو آگ اسے جلا نہ سکے گی اور اگر نسبتاً کناس و جلاد ہوگا تو جل کر خاک ہو جائے گا۔ یہ بے غیرت آتش دوزخ سے زیادہ کا مستحق ہے۔ اسی وقت چھوٹے بڑے لوگوں کی ایک جماعت نے فریاد کی کہ یہ کناس جلاد تو جادوگر ہے۔ ایک سال قبل اس ولایت کا یہی پہلا والی ہوا تھا۔ جب وہ بے لباس ہو گیا اور اعلیٰ خاندان کی عزت دار بیٹیاں جو بجبر واکراہ اس کی صحبت کردہ تھیں، شرمندگی و خجالت سے نذر آتش ہو گئیں تو یہ جادوگر بھی اُن کے بعد دھکتی آگ میں کود گیا اور اس وقت یہاں سلامت کھڑا ہے معلوم ہونا چاہیے کو اس کی سرشت ہی ''سمندر'' کیڑے کی ہے جو آگ میں نہیں جلتا۔ والی وقت جب چند در چند حالات سے پوری طرح واقف ہو گیا تو اس نے حکم دیا کہ اس خبیث کا سر اور داڑھی مونڈ کر گدھے پر بٹھا کر سارے شہر میں پھرایا جائے اور حد شہر سے باہر نکال دیا جائے۔

اب اس برہمن پاکیزہ سرشت پر بڑی سخت گھڑی آپڑی تھی اور وہ قدرت الٰہی کے کرشمے دیکھنے کی آرزو لیے اس امتحان میں شامل تھا۔ بیحد شرمندہ ہوااور نہایت عجز و انکسار و ندامت کے ساتھ سچے بخشنے والے کی مقدس بارگاہ میں سجدہ ریز ہوگیا۔

چونکہ ہر زنگ آلود تالے کو کھولنے کی کنجی اسی کارخانۂ تقدیر کے چلانے والے کے پاس ہے فوراً ہاتف غیب نے صدا دی کہ یہ عابد مرتاض برہمن ظاہر داری سے پاک ہے اس کی شرمندگی جلا دی کو ختم کرنے کا سبب ہوگی۔ خسرِ وقت نے اس غیبی شہادت پر برہمن بچے کو ممتاز و معزز قرار دیا۔

اے دل دیوانہ! یہ ساری بیقراری اللہ کی مشیت کو نہ جاننے کی وجہ سے ہے۔ جب تک قدرت کے پوشیدہ راز اس پیدائشی مرتاض برہمن پر کھل نہ گئے وہ دنیا کے لالچ میں پھنسے لوگوں کو پہچان نہ سکا۔

لہٰذا کیسی ہی مشکل کی گھڑی ہو فیاض حقیقی کے فضل و کرم سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ سچ کہا ہے کسی نے ؎

بسا قفل کانرا نیابی کلید
کشایندۂ ناگہ آمد پدید

چھٹی کشایش

''اس حور شمائل و پاکیزہ خصائل خاتون سے متعلق جو کچھ دنوں تو فریبیوں اور دغابازوں کی وجہ سے بہت پریشان رہی مگر آخر کار مالک حقیقی کی توجہ خاص سے اس کی مشکلیں آسان ہو گئیں۔''

ایک بڑا راجہ جسے کوئی اولاد نہ تھی بیٹے کی تمنا میں ہمیشہ عجز و نیاز سے جھکا رہتا تھا مگر اس کی شاخ مراد میں کوئی پھول نہیں کھلا نہ اس کی امید بارور ہوئی۔ اس آرزو میں اس نے کون سا صدمہ تھا جو برداشت نہ کیا اور کون سی ترکیب تھی جو نہ کی۔

ایک دن ایسا ہوا کہ وہ شکار کھیلنے گیا اور ایک آہوئے مشکیں کا تعاقب کرتے ہوئے اس کا اسپ تازی لشکریوں سے جدا ہو کر بہت دور کسی صحرائے لق و دق میں بھٹک گیا۔ کہیں کوئی آثار زندگی کے نہیں تھے۔ ہر طرف ویرانی اور ہو کا عالم تھا۔ رفتہ رفتہ راجہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں ایک پیڑ کے نیچے اسے چودہ سال کی حسین و جمیل دوشیزہ بیٹھی نظر آئی جس کے تاب جمال سے چاند

بدلی میں منہ چھپالے اور جس کے رخسار کی تازگی دیکھ کر گل شرم سے اپنا دامن چاک کر لے۔

راجہ نے اس پری چہرہ سے کہا تجھے انسان کیسے سمجھوں کہ آدمی پری کی شکل میں نہیں ہوتا اور اگر پری سمجھوں تو پری کی مشابہت آدمی سے نہیں ہوتی۔ اگر تو حور کی نسل سے ہے تو سچ بتا کہ تیسری پیدائش میں بنی آدم نے کس آواگون (عمل تناسخ) کو اختیار کیا تھا اور اگر تو واقعی بنی آدم سے ہے تو یہ بتا کہ حور کیسے بن گئی۔ اس شکل وشمائل کے ساتھ جیسے طوبیٰ کی کوئی شاخ ہو، جنت سے باہر کیسے آ گئی اور اس حسن ولطافت کے ساتھ کہ بس چودھویں کا چاند ہے، زمین پر کیونکر آ گیا وہ حور شمائل بولی اللہ کا شکر ہے کہ میں آدم زاد ہوں اور بنی نوع انسان سے ہی ہوں۔ میرا وطن جہاں میں پیدا ہوئی ایک آتشی طوفان کی زد میں آ گیا اور شہر کا ہر چھوٹا بڑا، وضیع وشریف خس وخاشاک کی طرح جل کر ہلاک وتباہ ہو گیا۔ میرا باپ جو بہت بڑا تاجر اور مشہور زمانہ محافظوں میں تھا اپنے اقبال اور حفاظتی لشکر کے ساتھ موت سے ہمکنار ہو گیا۔ میری مہربان ماں کسی طرح مجھے لیے ہوئے اس آتشِ جہاں سوز سے بچ کر نکل آئی اور اس خرابے میں پہنچ گئی۔ میری عمر اس وقت صرف سات سال کی تھی، موت نے میری ماں کو بھی نہ چھوڑا اور وہ مجھے بیکس و بے سہارا چھوڑ کے دنیا سے چلی گئی۔ میں اپنی پھوٹی قسمت لیے یہاں پڑی ہوں۔ حوصلے نے ساتھ دیا۔ میں لاچار اسی درخت کو اپنا مربی سمجھتی ہوں۔ شام کو جب طیور اپنے بچوں کے لیے چارہ لے کر گھونسلوں میں آتے ہیں تو پس خوردہ درخت سے نیچے گرا دیتے ہیں، میں اسی کو چن چن کر کھا لیتی ہوں، اسی طرح میری زندگی کے دن کٹ رہے ہیں۔ اب میری عمر چودہ سال کی ہو گئی گویا سات سال سے میں اس سنسان بیابان میں جی رہی ہوں۔ واقعی راجہ نے جب کوئی متنفس یا ناخواندہ مہمان اس وادی میں نہ دیکھا تو اس دوشیزہ سے مخاطب ہوا کہ اے بے یار ومددگار حسینہ اس ویرانے میں بچپن کے دن تو محتاجی وکسمپری کی حالت میں گزار ہی چکی اب کہ تو سنِ بلوغ کو پہنچ چکی ہے۔ میرے ساتھ چل کہ تجھے اپنی زوجیت میں لے کر عزت دار وباوقار عورتوں میں شامل کروں۔

ہر چند کہ اس پری جمال کو انسانی ماحول نہیں ملا تھا اور وہ آہوئے صحرای کی طرح

گریزاں تھی مگر راجہ کی گرم جوشی محافظت سے متاثر ہو کر اس کی رفاقت اختیار کر لی۔ چنانچہ رائے عالی اس گل اندام کو اپنے پہلو میں لے کر منزلیں طے کرتا اپنے آباد علاقے میں پہنچ گیا۔ اس مہ جبیں کو اعزاز و اکرام سے اپنے محل میں لے آیا۔ محل کو سابقہ عورتوں کا حسن وغرور اس نو وارد محبوبہ کے جمال جہاں آرا کے سامنے ماند پڑ گیا۔ گویا اس چاند کے آتے ہی اس ستاروں کی رونق ختم ہوگئی۔ اپنی کساد بازاری دیکھ کر یہ سب ایک درد جانگداز کا احساس کرتی ہوئی سخت حیرت میں تھیں۔

حسن اتفاق سے اس پری تمثال کو راجہ سے حمل ٹھہر گیا اور راجہ کی پہلی بیبیاں سوتن ڈاہ میں پڑ کر اس کے خلاف سازشیں رچنے لگیں۔ انہوں نے اس خیال سے باہم مشورہ کیا کہ اگر اس کے بطن سے بیٹا تولد ہوتا ہے تو وہی تخت و تاج کا وارث قرار پائے گا اور ہم لوگوں کا وقار و اعتبار خاک میں مل جائے گا۔ یہ سب بالاتفاق راجہ کی خلوت میں گئیں اور عرض کیا کہ یہ محل نو وارد جو بہت حسین وخوبرو ہے، ویران خرابے سے اٹھا کر لائی گئی ہے۔ آدم زادوں کے ساتھ رہ نہ پائے گی کیونکہ یہ قوم اجنہ سے لگتی ہے۔ آتشیں نہاد سے خاکی نژاد کی صحبت صحت و مزاج کے لیے بے حد مضرت رساں ثابت ہوگی۔ حاکم وقت جو اس نئی نویلی کی محبت کا اسیر تھا۔ پہلی بیبیوں کی رائے سے متاثر ہو گیا لیکن اس کی محبت سے باز نہ آیا یہاں تک کہ وہ حاملہ پورے دن کو پہنچ گئی۔

سوکنوں نے ایک منصوبہ کے تحت دایہ کو اپنی سازش میں شریک کر لیا کہ جب اسے وضع حمل ہو تو اس سے قبل کہ ماں بچے کو دیکھے دایہ چیخنے لگے کہ بچہ سوّر کی شکل کا پیدا ہوا ہے۔

آدھی رات کو جب اس محبوبہ خوشرو کے بطن سا چاند سے بچہ پیدا ہوا تو دایہ نے سوکنوں کی غلط رائے پر اعتراض کیا اور ایسا نہ کرنا چاہا مگر وہ سب بضد ہو کر کہنے لگیں کہ اے میری ہمراز مامک (دایہ) خدا کے لیے راجہ کی ان بیبیوں کو بدنامی سے بچالے اور اس بلائے منحوس کو کہیں لے جا کر گمنامی کی قبر میں دفن کر دے تا کہ آئندہ کل کو ہم انگشت نمائی اور بانجھ پن کے طعن سے بچی رہیں آخر دایہ ان کی خوشامدوں سے بات مان گئی اور ویسا ہی کیا۔

سابقہ بیبیاں ایک ساتھ راجہ کے پاس گئیں اور یہ بناوٹی حکایت (واقعہ) بیان کر دیا

اور بولیں کہ ہمارا مقصد سوا سچائی بیان کرنے کے اور کچھ نہیں۔ عالم اجنہ سے انسان کس طرح وجود میں آسکتا ہے۔ سادہ لوح راجہ کے دل میں یہ بات اتر گئی۔ مقتضائے شرم وغیرت سے اس نے نئی محبوبہ کو محل سے الگ تو نہیں کیا مگر نظر سے گرا دیا۔ چنانچہ وہ گل سر سبد محل کی کم وقار اور معمولی کنیزوں کے ساتھ وقت گزارنے لگی۔

دایۂ بد بخت نے تو اس وارثِ تاج وتخت کے ساتھ سنگدلانہ سلوک سازش کے تحت کیا تھا کہ صدف عصمت کے اس درِ یتیم کو ایک گندے کپڑے میں لپیٹ کر کوڑا دان میں ڈال دیا تھا۔ صبح ہوتے ہی جب کلال (صفال کرنے والا مہتر) کوڑا کرکٹ اٹھانے آیا تو اسے کوڑے دان میں یہ دُرِ شہوار نظر آگیا۔ چونکہ اسے کوئی بیٹا نہ تھا وہ شفقت پدری کے ساتھ اسے اٹھا کر گود میں لیے گھر چلا گیا۔ اور اپنی بیوی کو نعمت غیر مترقبہ کہہ کر گود میں دیا۔ اس نے بیوی کو تاکید کی کہ اس چاند کے ٹکڑے کی پرورش جی جان سے شفقت مادری کے ساتھ کرے۔ کل جب وہ بڑا ہوگا تو میرے غریب خانے کی روشنی اور رونق ہوگا۔ اس طرح وقت گزرتا رہا اور وہ خاندانِ ریاست کی نشانی پرورش پاتا رہا۔ وہ جب اتنا بڑا ہوگیا کہ لڑکوں کے ساتھ کاٹھ کا گھوڑا دوڑانے لگا تو ایک دن اس لکڑی کے گھوڑے کو لیے اس کنویں پر جا نکلا جہاں سے راجہ کے محل میں پنہارنیاں پانی لے جاتی تھیں۔ کنویں پر لڑکے نے کہا اے میرے گھوڑے تو بھی پانی پی۔ پانی بھرنے والیاں یہ سن کر کہنے لگیں۔ آخر تو تو کلال کی نسل کا ہے ارے لکڑی کا گھوڑا بھی کہیں پانی پیتا ہے۔ اس طفل نوخیز نے انہیں جواب دیا کہ اگر عورت کے پیٹ سے سوّر (خوک) کا بچہ جنم لے سکتا ہے تو تعجب کیا کہ لکڑی کا گھوڑا بھی پانی پینے لگے۔ محل میں پانی لے جانے والی عورتوں نے جب اس لڑکے کی بات کنیزانِ محل سے دہرائی تو ان افترا پرداز سازشیوں نے اپنے لباس پوشیدگی کو مسکتے ہوئے محسوس کیا۔ سرکار میں شکایت کی کہ فلاں کلال کا بیٹا بہت شوخ ہوگیا ہے اور کنیزان محل کو گالی دینے لگا ہے۔ اس کی تنبیہ کی جائے تاکہ زبان کو لگام لگے اور خادمان محل کے ساتھ بے ادبی نہ کرے۔

انہیں دنوں اللہ کے حکم سے راجہ کی پیٹھ پر ایک پھوڑا نکل آیا۔ معالجانِ وقت اور

حکیمانِ زمانہ اس کے علاج سے عاجز آ گئے۔ آخر کار نجومیوں نے ستاروں کی چال دیکھ کر بتایا کہ راجہ کو یہ خراب بیماری ایک منحوس ساعت میں ہوئی ہے۔ اس عارضہ کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ کوئی پاکدامن، پرہیزگار اور عفت مآب عورت جس نے سوا اپنے شوہر کے کسی دوسرے مرد کے ساتھ حظِ نفس نہ اٹھایا ہو آئے اور اپنی زبان سے راجہ کے ناسور (پھوڑے) کو چاٹے۔ صرف یہی ایک صورت ہے جس سے والی وقت کو شفا ہو جائے گی۔ خادماؤں کو اس کا حکم دیا گیا اور دیگر رانیوں نے بھی اس حکم کی تعمیل کی مگر کسی سے بھی اس مرض میں کمی نہ ہوئی اور کوئی فائدہ نظر نہ آیا۔

راجہ نے خیال کیا کہ وہ عورت جسے میں ویران خرابے سے اٹھا کر لایا ہوں اور فی الحال کنیزوں میں شامل ہے۔ اس نے میرے علاوہ کسی دوسرے مرد کا چہرہ بھی نہیں دیکھا ہوگا چہ جائیکہ وہ کسی کی شہوت کا شکار ہوئی ہو، شاید اسی سے میرے زخم کا علاج ہو سکے۔ لہٰذا راجہ نے اسے بلایا اور اپنی پیٹھ کے پھوڑے کو چاٹنے کا حکم دیا۔ انہیں لمحات میں اس بے قصور پری تمثال نئی بیوی کے ایامِ نحوست ختم ہو رہے تھے۔ بحکم خداوندی اس ماہرو کی زبان کا لگنا تھا کہ راجہ کا پھوڑا اچھا ہونے لگا اور دو دن میں اسے صحت کامل ہو گئی۔ اسے اپنی اس بیوی کی پاکدامنی کا یقین ہو گیا۔ بڑی شفقت و محبت سے اس کو پاس بلایا اور حقیقت حال دریافت کی۔ بانوئے مہوش نے ادب کے ساتھ عرض کیا کہ میرے انسان اور آدم زاد ہونے میں کوئی شک کرتا ہے تو وہ بالکل غلط ہے۔ وضع حمل کے وقت میں غشی کے عالم میں تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ میرے بطن سے کیا پیدا ہوا اور کون سی شے وجود میں آئی۔ راجہ کو اس کی راست گوئی پر کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ اس جھوٹی فریبی دایہ کو جو بچہ پیدا کرانے کے وقت تھی میرے پاس حاضر کیا جائے کہ سچ سچ ساری بات بتائے۔ جب وہ راجہ کے سامنے لائی گئی تو ایک ہی ڈپٹ میں بول پڑی کہ رانیوں کی سازش کے تحت اس خاتون ارجمند کے فرزند دلبند کو خوک (سؤر) کی شکل کا بتایا۔ اور اسے ایک گندے پارچے میں لپیٹ کے کوڑا دان میں ڈال دیا گیا تھا، مگر وہ میرے ہاتھ میں دوبارہ نہیں آ سکا کیونکہ علی الصباح فلاں کلال صفائی کے لیے آیا اور اس دُرِ یتیم کو ایک نعمت سمجھ کر کوڑے دان سے نکال

کے اپنے گھر لے گیا اور بڑی محبت سے اس کی پرورش کی۔۔۔۔

نوٹ: (یہاں سے آگے کے اوراق اصل مسودے میں نہیں تھے شاید کہنگی، خستگی اور جلد ٹوٹی ہونے کی وجہ سے وہ ضائع ہو گئے۔ ساتویں کشایش تو سرے سے مخطوطے میں موجود ہی نہ تھی۔ آخری دو صفحوں پر ترقیمہ و قطعات تاریخ تصنیف تھے جو درج ذیل ہیں) برق عفی عنہ۔

ہر سعادت اللہ کی توفیق سے ہے۔ نیکیوں کی برکت سے نسخہ کشایش نامہ اپنے اتمام کو پہنچا، بعون اللہ تبارک وتعالیٰ۔

اب چند تاریخیں جو میرے لائق عزیزوں نے لکھی ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

عزیز بزرگ منشی والا دانش نند لعل منشی لکھتے ہیں:

قطعہ

چون خواجہ راجکرن دانش آمود
نگارین نامۂ تصنیف بنمود
خرد بر گفت تاریخ تمامش
سر انجام کشایش نامہ بہبود

۱۱۰۱ھ

ایضاً

خواجۂ راجکرن خوش فرجام
نامۂ نغز را چو داد انجام
سال اتمام آن بگفت خرد
نامۂ من بخیر باد انجام

۱۱۰۰ھ

ایضاً

چون مجمع فن راج کرن ساکن ہتک
بنمود خرد نامۂ رنگین بے شک
جستیم چو تاریخ تمامش ہاتف
برگفت" کشایش نامہ و آن مرک"(کذا)

۱۷۵۵ (کذا)

ایضاً

راجکرن چو از کرم خالق العباد
تصنیف کرد نامۂ رنگین خوش سواد
تاریخ اتمام پرسیدم از خرد
ہاتف زغیب گفت" شگفتہ گل مراد"

۱۱۰۰ھ

ایضاً

تصنیف نمود خواجۂ راجکرن
صحفی کہ بطبع چون صبوحات بود
سال اتمام آن لطیفۂ خردم
برگفت" صحیفۂ فتوحات بود"

۱۱۰۰ھ

کافور خاں سہسوانی کہتے ہیں:

کشائش نامۂ من آفتابیست
کہ فیضِ او بخاص و عام کم نی
پئی تاریخ او از عالم غیب
سروش آمد بگوشم گفت "غم نی"

۱۱۰۰ھ

عزیزی فیض اللہ سہسوانی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کشایش راجکرن بے "بد" ہے، یعنی بد کا عدد چھ ہوتا ہے اگر "کشایش راجکرن بے بد" کے عدد سے کہ ایک ہزار چھ (۱۱۰۶) ہوتا ہے چھ (۶) عدد کم کردیں تو گیارہ سو باقی رہیں گے۔ (نقل عبارت میں کوئی غلطی ہوئی ہے کیونکہ صحیح عدد گیارہ سو پانچ آتا ہے) برقؔ۔

یاالٰہی عزیزوں کی عمر میں برکت دے اور ہر قاری و سامع کو کشایش عطا فرما۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تمت تمام شد، کار من انجام شد

یہ نسخۂ کشایش نامہ مصنفہ راجکرن کایستھ، بخطِ خام بندۂ درگاہ اضعف العبادِ عبودیت منشی دلسکھ رام زمانہ طفولیت میں کہ مکتب خانۂ تدریس میں علم حاصل کررہا ہے، انگریزوں کے زمانے میں بتاریخ ۱۴ رشعبان ۱۲۳۱ ہجری وقت سہ پہری مطابق اساڑھ سدی پورنیماشی ۱۸۷۳ سمبت تکمیل کو پہنچا۔

ہر کہ خواند دعاء طمع دارم　　زانکہ من بندۂ گنہگارم
من نوشتم صرف کردم روزگار　　من نمانم این بماند یادگار

یاالٰہی جو بھی اس کا مطالعہ کرے اور مجھے یاد رکھے اسے جلد از جلد علم کا بہرۂ وافر عطا فرما بحرمت النبی وآلہ الامجاد۔

فرہنگ

آبسال	باغ	بافیہ	بُننے والا
اِبسال	ممنوعہ	بارگی	گھوڑا
ادقچہ	سرپوش	بدہان دکنان	بھورے رنگ کے پھول
اخشیج	متضاد	بدہان	جمع بدہ کی
احراق	جلانا	برزوی	عقلمند
استغراب	حیرت، تعجب	برزن	راج مستری
استکشاف	کھولنا، ظاہر کرنا	برسنی	بید، ناک کی کیل
استعلام	کسی بات کا معلوم کرنا	پدرام	آراستہ
اشتمالت	شامل کرنا	پونم	زین کا غلاف
اصطبار	صبر	پیغولہ	تنگ گلی، منہ کا کنارہ
اصدار	شائع کرنا	تالی	گنّا، نیشکر، بوڑھا آدمی
اضعاف	کمزور	تحیہ	سلام
اعراق	عرق کی جمع	ترغیم	گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہونا
اغضا	چشم پوشی	تَش	کلہاڑی
امہال	مہلت دینی	تِش	پیاس
آمور	غدود	تشتت	پراگندگی

اہتزاز	جھومنا، ہلنا	تصدیعات	دردسر
ترزہ	خوفزدہ	چاربالش	مسند، تخت شاہی
تک	تیز دوڑنا	چکان	خون کا رسنا، ٹپکنا
تودّد	دوستی، محبت	چرچر	صدائے، آواز
جنب	قریب	حتم	پختگی
جغہ	مکّے باز کا دستانہ	حث	لالچ، سوکھی روٹی
حدیقہ	باغ	حدکے	آنکھ کی پتلی
حصر	احاطہ کرنا	حقہ باز	شاطر، عیار
حکام	دنیاداری	حمامہ	فاختہ کی ایک قسم
خایہ	پرندے کا انڈا	خزیدہ	گھسا ہوا
خُلّہ	چبھتی ہوئی چیز	خول	مچھلی کی قسم
خُولے	سفید جنگلی مرغ	رامشگران	مغنیان
رتق	مرمت کرنا	رقیق	شوربہ
رِخوت	درد، سستی، ڈھیلاپن	رَفتگی	خون کا بہنا، اونچا سننا
رَغم	برخلاف	رَشفیکے	چوسنا
رَمض	گرم ریت	ریم	سفید ہرنی
زال	بوڑھی عورت	زلابیہ	جلابی
زناشوی	تقریب شادی	ساطع	ظاہر، روشن
سیتلان	آرام کی جگہ	سُپری	قدموں میں گرنا
سترہ چند	جانور کے بال تراشنے والا	سَرُح	درخت بے خار
شمال	پھلوں پر چڑھانے کا غلاف	شغبال	دھوکا باز، مکر نے والا

شقایق	لالۂ شقیقہ کی جمع	شگرف	بہترین، مضبوط
صخر	چٹان	صخرت	بھاری، سخت پتھر
صدد	قربت	صعود	بلندی پر چڑھنا
صفیر	منہ سے سیٹی بجانا	صیت	شہرت
طریان	وارد ہونا	ظبیدہ	پیسہ رکھنے کا بیگ
عبن	رکھڑا پن	عبوار	بچہ
عجز	بوڑھی عورت	عسیٰ	ہوسکتا ہے
عظام	عظیم کی جمع	علق	بہترین شراب، اونٹ کا کوہان
غُمَرر	زیورات	غروش	غصہ
غشتہ	مٹی	غلطک	لوٹنی
غلیز	دلدل، کیچڑ	غنج	تکلیف کا چہرے سے ظاہر ہونا
فراغ	ختم کرنا، مکمل کرنا	فتق	پرانی شراب
قابور	جام پوش	قباب	مچھلی کی ایک قسم
قبک انداز	دریائی پرند	قلاورزی	لشکر کی نگرانی، ہل چلانا
غبرت	گردوغبار، اندھیرا	قلہ رانی	گھوڑا ہانکنا، ہل چلانا
قلہ	ہل، زمین جوتنے کا آلہ	قماط	جانور باندھنے کی ڈوری
کیاست	تیزی، چالاکی	کرایہ	قرابہ
کربت	تردد، غم	کپاست	ترازو
کرناس	بھنگی	کسرے	نقصان
کرور	اندھا کنواں	گفل	مسلسل فاقہ کرنا
کعوبت	ایڑی، سخت پستان	کنگالیش	مشورہ، استخراج

کلال	نوکر	کیکایش	صحیح، درست
کیف ما یتفق	اتفاقاً	گنجفہ	تاش کا کھیل
لادبان	دیوار پلاسٹر کرنا	لریان	احمق، گنوار
لعل	شاید، کلمۂ تمنا	لوم	کنجوس
لوام	اتہام لگانے والا	سیم	دوستی، صلح و آشتی
ماکر	دھوکے باز، فریبی	مُبیت	ساتھ رات بسر کرنا
مترصدہ	نگراں	مبرات	اچھے کام
محاق	چاند کے مہینے کی پہلی تین راتیں	مبعث	جائے بیداری
متصدی	عمال	مخبرہا	خبر دینے والے
مخدرہ	پاکدامن عورت	محروسہ	پایہ تخت
مبلغی ارزاں	قابل لحاظ رقم	مزدق	مصفا
مرأت	آئینہ	مسکوب	پانی بہایا ہوا
مراغیہ	اصطبل	مرادت	تلخی
مرغولہ	گھنگھریالے بال	معبر	دریا عبور کرنے والا
مغاضار	آرام گاہ	مراغ	ڈھلان
مطارعہ	مشورہ، کانفرنس	مقرون	ملایا ہوا
مناسخ	ورثہ	منوعہ	افکاری
مہماز	گھوڑا کو ایڑ لگانے کا آلہ	نابع	ابلنے والا
نصبہ	مقابل، مخالف	نوردیدن	موڑنا، لپیٹنا
نُویم	اکیلا	واشدن	کھلنا، ختم ہو جانا
وَامے	مقروض	وَجع	درد

وَخیم	گرم	وخیم العافیت	تکلیف دہ
وصمت	گناہ، جرم	وخیم	بھاری، بھدا
ھبوب	آندھی، جھکڑ	یبوست	خشکی، نقصان
یمن	سعادت		

ضمیمۂ فرہنگ

اقشہ	قماش کی جمع	بُسد	مونگا
بُکرہ	چرخی	تارک	چوٹی
ترادفہ	ہم معانی ہونا	حث	لالچ
حصور	مائل بہ نرمی	حضیض	نشیب، پستی
سج	گھِسنا	سِید	بھیڑیا
سور	لال، قلعہ کی دیوار	شحن	ہانکنا، دور کرنا
شنجرف	چمکیلا، سرخ رنگ	شنکول	شوخ، ظریف
صخرہ	چٹان، پتھر	عفت	پارسائی، پرہیزگاری
غبرا	زمین	غفر	بخشش، معافی
غلیان	جوش، ابال	کفل	پُٹھ
کوبہ	کبڑا	لادبان	قلعہ دار
مرابحت	نفع سے بیچنا	شکو	حویلی، بالاخانہ
ملوم	ملامت کیا ہوا	نسج	بُنائی کا کام
سرائے تین	دنیا و آخرت	نول	چونچ، ٹونٹی

یا شیخ یا شیخ یا شیخ

یا فتاح

الله

بسم الله الرحمن الرحیم و تمم بالخیر

قربان [illegible] وار بیچون فضای افلاک را با این همه بوقلمون [illegible] منقش نمود و [illegible]

[illegible] حاک را با این همه گلگونیات متنوع ایجاد فرمود اگر مهر شعشعه یا نیم ماه [illegible] نمادی [illegible] کار خورشید بهار [illegible]

برق برق مهر تابد [illegible] لال بنجه رستم بر تا بر و بر رگی حرج [illegible] عکوس [illegible] گو د [illegible] و [illegible] از و [illegible]

با گیتی [illegible] آید [illegible] آنجه [illegible] از [illegible] نصیب یاری گنجیده کوهر [illegible]

[illegible] تاج و [illegible] صاحب حکم [illegible] فروغی [illegible] کدر [illegible] یاری [illegible] شیدنی [illegible]

[illegible] ماند ساغر [illegible] ساخت [illegible] کرده [illegible] و [illegible] صدق [illegible]

[illegible] در چون قطره [illegible] خسار عصمت [illegible] رسیده مجنون [illegible] شگفته

[illegible] کوید و چون [illegible] ساخته فریاد [illegible]

[illegible] چکیده

قهقهه

فراش جهان باختیب بهار اول بهار انس صبح صادق ناخن عندلیب را در مقام قهقهه

انداخت و شاخ گل ریز از نسیم بهاری در اعمال عالم در حمل گل باتفاق دریا جمع و سخن گستر

زبان به زبان آمده سوسن ساز ... سبزه و ریاحین چمن در بیدمشک و شکوفه گل

گلها را از گریبان ... بوستان بنفشه عندلیبان دانه چه آمده ... جلاد در جنبه

از الندو مضطرب تربیت بلبلان رنگ جمال ... رونق ... معمورها بالاسهم الانهار

و کلاه سنبل‌های جویبار و درخت‌های کوهسار ... البلاد ... الحیوان گردید

دلربایان زر ... لعبت‌های شیرین ... دلربایان

دلداران ... صاحب آفتاب ... حال

وارسته‌های گوناگون و حله‌های بوقلمون در هم نور دیده ... از نظاره ... بهشت ...

رگ جان قمری ... باد ... سرو ... سوسن ... بر زبانه گوگو ... اوازی

از بلاد عبرت ... سبحان قدرتش ... واری

هرجا ... بالوان ... هر که جای جناب ...

اگر ... در شگفتان ... هر که ...

... هر که از جان ... کریم ... صفت کرم ...

ختم ...

منزوی به از بر ورد هر حاکمی چرا که خود را لایق اعانت ملاذ یکبار روا نیارد و اگر بیرد حکمی از حاکم حکام شد یکبار روا بر
گیرد و علمی چه از دست قابل گرده را لالا ز رسد کند شوانکرد و اگر از انجا تمام اسارت ارزید نماید میوه ایمه نمود
صاحبی شد او را بان نوبت حمار هست بار که تا همه درو حاصل سالبان قریب از اسباب باز که شاه رحیمی
در درگاه بی عجز و استغفار عیانی از زرای نماید عفو تقصیرات لامحاله از رای تا حاصل چه بسم الله الرحمن الرحیم
درستان او والیست و نام اکرم الاکرمین در ممالک خلقی او که اهالی اکرمین بحیرانی لا جزل تقدیر طاقت
طلبت الی الهیت نمای لمن الملک الملک بحرمت روی [illegible] تا هر چه نماید بوجه منتفضل [illegible] شود ابدی حیا نگه ها اگر
عهد شستی رها بر از باری خود نه در آمد ایمنی مقامیست لا امکان بهر آن بسی سیر بار و وصفش نامیدانی اگر
بلند پروازان اهو [illegible] یا هو کوهان در هوا بیش جمیع خلق نفر تا عمق زبان بر زمین رسیدند و بعض
شاهبازان کرم گیر در [illegible] شکار جامه سرا را بر بکوله انا الحق بر پردار کشاند [illegible] غضب منجیه بوقات تقدیر
گهی بند از این اضعف ترین مخلوقات چه آید و چه کرسی باید بر وانه [illegible] سیر بار ها [illegible] پروانه جانبان
کند در پیکار ما که کریمه الهی بشکر نعمت های انواع الکریم المعروف قدیم اللطف برنید چه بید و اکر
بالغرض اصد سعی و فنون و بهار اسحر و افزون شکری از نعمت ها او والی نماید چه نماید شکر الشکر لله که
و بهر شکر یا شکر دیگری او را لابد ۹۱۲ [illegible] شکر نا شت [illegible] شکر هم الی نعمتهای حد
چون در اینجا عبارت حکم [illegible] نسبت [illegible] گرد و قالو [illegible] ما هم [illegible] بحمد الله علاج از این

خاتمه نقشه ابد

این بلند همگان را مشتهی با وصف [illegible] بر وصف و تلطیف این رساله رقم سپرده و این مقاله شیلی ازو

در نهایت [illegible] نامیده سمت کعبه [illegible] میشاید در این [illegible] آنچه العصر [illegible]

[illegible] و معنی خان در کسر وباد مضاف [illegible] حلاصه [illegible] اگر صد [illegible] طالبان عجوزه

[illegible] مسئله ابراهیم [illegible] الدهم [illegible] جحد [illegible] خبر [illegible]

از پا نه در آینه [illegible] نماند [illegible] [illegible] بدانند [illegible]

[illegible] شقیقه یا بن الاعزیا [illegible] [illegible] در بدر [illegible]

[illegible] عمر الهدل [illegible] المسائل است محض و تحصیل [illegible] مولد [illegible]

[illegible] آن است [illegible] آن [illegible] کرده [illegible]

[illegible] آن [illegible] عدد [illegible] و آن [illegible] السوال [illegible] و آن [illegible]

در ماند [illegible] کار [illegible] عالم [illegible] و ملکوت آن

[illegible] الهوت [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] عنصر [illegible] بسیار [illegible]

[illegible] بحر [illegible] اصدا [illegible] امواج کوه [illegible]

[illegible] سموم [illegible] این ملوم [illegible]

[illegible]

نتیجه چنانچه از ریاست نبوت شده نمای تازه گرفت بجائی پیوست که در طفلان

بی سواد بسواد حرفی یکی جائی نموده بر آن جای گردان جاه گرفت بمحل خاص آن برای عالیجاه

میر سید میر رفت و میگفت که ای خانه [illegible] بن [illegible] یکی بجور زبان آریکش در حوالش میکنند

بی بهم نو سواد اخراز رسل کلکل ماشی در ارحب [illegible] آن میخور [illegible] طفلک صحبت را نتیجه

بر داخته کلمه [illegible] لشوال نجه خوک بوجود آمده چه جب [illegible] ام آب [illegible] جنب بنشیران متکفل

خدمت آن یکی غلام زبان آن کوک نذر نشریان در خدمت چاکران محل نقل که و قبل ازان

افترا بر والد در حیله ابلیس اماره اند نشسته اند لباس [illegible] بانحراف [illegible] بریدند

در طفل [illegible] ملل از بسکه یادبان [illegible] و [illegible] می آید زبان بدشنام [illegible]

تادیب چنان با سنایان بهمان [illegible] آمده [illegible] ترک [illegible] اند نمود

ام شده محبوسش گردانید در خلال این حال بحکم قادر ذو الجلال وسیله در دولت رای بلند

اقبال بوجود آمده معالجان وقت و حکیمان زمانه در معالجه دست برنج مانند آخر ما

منجم سمای سپهر احکام [illegible] حکم کرد [illegible] این عارضه در ساعت عارض [illegible] وقت

شده که اکثر زنان محرمه عصمت و بکره عفت که سوای [illegible] بکری [illegible]

بحالت نفس بگذشته تا به زبان خود بلیغ شفا میتواند بر زفت بجا دمان متل اجازت شد
که هر یکی در پی معالجه شوند چون مهم از هیچ یکی بکفایت نرسید و فایده نبخشید این مرید
رای فرمود که آن رنجه را که از خزانه مطلق آورده ام از غلبت نسیان یا روی ادویه هم ندیده باشند
تا به الفت دیگری چه رسد ما در صدد اعلاج شود در صورتیکه ایام منحوس الان با نوی زنی
تقصیر منقضی شده بحکم حکیم علی الاطلاق از بن زبان آن طوطی بوستان عصمت دریاب داد و قدر
روبه بهی آورد چون سالی دیگر رسید از سعادت معجزه عفت آن صبیه عصمت قباب فرزندی اعتبار
آورده از حقیقت العوامل بازپرسید بعرض گذرانید که در این بنت ... ملکی در وجع
در بار این لوعه میدانم چون ... وجه خیر بوجود آمده از آنجا که رای ... را رسیده
تا نیک بدیت رسیده بود فی الفور فرموده و این دخل مایه را در شکیبه کنند تا طلسم از سر گنج
حفظ بشکند چون همچنین کردند زن ناقص العقل در یک شبه بعرض عرض بهام با عوای انبار
چند فرزند دلبند آن خاتون ارجمند را به مبالغه چو کرد را نموده این گوهر یکدانه در یک بارچه
بلند حیده بر جلی اندراجیه ام لیکن بحکم حرکو هر معادن بوسکن بماند آمد در متمهد این علل
در نهای عظیم دانسته بخانه خود بر گشت دلها باخته جایدد که آخر به دخل ... انبار زان سر لعد

ان ایرلو

در پس سوء دستش قائم شعوء تالیف تحریر نقش معرض تیر صفحه دل بنگاه و بهر جه

نگه لب نقش کمال تحریر باشد جهی توفیق در پی سعادت الله تعالی و الطاف موفق احسانات اتمام

سال بجو بست نسخه گلشن نامه بعون الله تبارک و تعالی حالا تاریخ چند جو هر نو بنیاد ارجمند دل

اتمامش گفته و آورده پیر بزرگ بینش الله و الشی مند لوات میگویند قطعه خواجه

راجکرن و الشی اسود ؛؛ لکه اینا نامه تصنیف نموده ؛؛ خرد مرکفت تاریخ تمامش ؛؛

سرانجام گلشن نامه بنموده ؛؛ ایضاً خواجه راجکرن خوش فرجام ؛؛ نامه نغز را

چو داده انجام ؛؛ سال اتمام آن بگفت خرد ؛؛ نامه من بخیر باد انجام ؛؛

ایضاً چون مجمع فن راجکرن سال آنکم ؛؛ نمود خرد نامه رنگین یکتا ؛؛

جستم چو تاریخ تمامش الف ؛؛ بر گفت گلشن نامه و آن مرگ ؛؛ ایضاً

راجکرن جوار کرم خالق العباد ؛؛ تصنیف کرد نامه رنگین خوش سواد ؛؛

تاریخ اتمام بپرسیدم از خرد ؛؛ الف از غیب گفت شگفته گل مراد ؛؛ ایضاً

تصنیف نمود خواجه راجکرن ؛؛ صحیح که لطیع چون صبوحات بود ؛؛ سال اتمام

ان لطیفه خردم ؛؛ بر گفت صحیفه فتوحات بود ؛؛ کافر مان ملکسته مهران

میگویند قطع کرت لنس نامه من افتادست مارا که فیض او بخاص و عام کم بینی
بی تاریخ او از عالم غیب یافتم سر و لس آمد بگوشم گفت عم لی با عزیزی جمع الله
سهو لی و فرید میگویند کرت لنس را جکرت لی بدیعی عدد بدست نمی باشد آنکه از عدد
کرت لنس را جکرت که یک هزار و یکصد و سی در حساب می آید کم کنند یکهزار و یکصد باقی
می ماند الهی سر عمر عزیز ان تقصیر اید و بجای هر یک ثقل رب سامع کرت لنس عطا فرماید
والله عالم بالصواب تمت تمام شد کار و انجام نسخه کرت لنس نامه من تصنیف
راجکرن کا تب بخط خام مذع ذلک الصعوف العباد عبود میلی جلسه نسخه سهوم
طفولیت در روز مکتب خانه تدریس علوم نامعلوم در عهد صاحب ایکیمه ... لایح
ربیع الثانی روز چهارشنبه ۱۲ هجری وقت سه پهر مطابق آساره سدی
سمت ۱۸۲۵ با تمام رسید هر که خواند دعا طمع دارم یارا که من بنده کمینه
ره نوشته تمام بر سیاهه ... ستم
صرف کردم در کار ما ... انجام این بهر یار کار ما الهی هر که این را بخواند
یا بگفته ... وفات ... والله اعلم